خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

PDFBOOKSFREE.PK

آزادی نمبر

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیر اعلیٰ — 10
حمد و نعت — حکیم خان حکیم — 11
در جواب آں — ادارہ — 12

دانش کدہ

شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں — مشتاق احمد قریشی — 16

ہمارا آنچل

کومل ناز/مہر النساء عباس — ملیحہ احمد — 20
عائشہ چوہدری/فرزانہ کشش

سروے

آنچل کے ہمراہ — ادارہ — 25

سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرا صغیر احمد — 62

مکمل ناول

خوشبو کا سفر — عائشہ نور محمد — 34

ناول

وطن کی مٹی — نازیہ کنول نازی — 86

ناولٹ

سحر ہونے تک — عائشہ خان — 160

افسانے

اور کچھ خواب — عشنا کوثر سردار — 112
صبح نو آزادی — سباس گل — 140
پتھروں کی پلکوں پہ — نازیہ کنول نازی — 188
مقام عبرت — سندس جبین — 182

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: نائلہ رحمن...... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر...... عکاسی: امجد صدیقی

مستقل سلسلے

روحانی مسائل اور ان کا حل — حافظ شبیر احمد — 212
آپ کی شخصیت — اے ایس صدیقی — 215
آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 217
ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 221
بیوٹی گائیڈ — روبینہ احمد — 224
غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 226
بیاض دل — میمونہ تاج — 230
یادگار لمحے — جویریہ طاہر — 232
آئینہ — شہلا عامر — 237
دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 244
آپ کی پسند — زہرہ جبیں — 250
ہم سے پوچھیے — شمائلہ کاشف — 252
کام کی باتیں — حنا احمد — 255
تندرستی نعمت — لبابہ احمد — 257

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل Info@aanchal.com.pk

حدیث نبوی ﷺ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو۔ ظالم ہو یا مظلوم۔'' ایک شخص نے عرض کیا ''یا رسول اللہ مظلوم کی اعانت تو میں کرتا ہوں ظالم کی مدد کیوں کر کروں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تو اس کو ظلم سے روک' تیرا اس کو ظلم سے باز رکھنا ہی مدد کرنا ہے۔'' (بخاری و مسلم مشکوٰۃ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اگست ۲۰۱۱ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

قارئین کرام کو رمضان المبارک اور جشنِ آزادی مبارک ہو

یوں تو اگست کا مہینہ وطنِ عزیز کی زندگی میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ وطنِ عزیز پاکستان کا قیام ۱۴ اگست اور ۲۷ رمضان المبارک کو عمل میں آیا تھا۔ اس بار بھی ۱۴ اگست کی تاریخ رمضان کے مہینے میں آ رہی ہے۔ اللہ خیر کرے' کئی برسوں سے رمضان کا مہینہ جو خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ اس میں کراچی میں خون ریزی کا بازار گرم کر دیا جاتا۔ شاید ہمارے لوگ ۱۹۴۷ء کی یاد تازہ کرتے ہوں۔ جب قیامِ پاکستان کے وقت ہندو و سکھوں نے ہجرت کر کے آنے والوں کا قتلِ عام کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے بدخواہوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اس ملک کو اس کی مٹی کو اپنا سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وطنِ عزیز اور خصوصاً کراچی' جو پاکستان کے دل کی حیثیت رکھتا ہے' کو امن کا شہر بنائے۔ آمین

آئیں ہم سب مل کر دعا کریں اور کوشش کریں کہ وطنِ عزیز کو امن کا گہوارہ بنانے میں اپنا مثبت انفرادی کردار جو ادا کر سکتے ہیں ادا کرنے میں کوئی کمی کوئی کسر نہ چھوڑیں آمین۔ یہ وطن ہمارا ہے اسے ہم نے ہی سنوارنا' سجانا ہے۔ وطنِ عزیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک عظیم عنایت اور تحفہ ہے۔ اس کی حفاظت اگر ہم نے نہیں کی تو کہیں ہمیں ہمارا ملک کسی عبرت کا نشان نہ بنا دے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے' ہمیں راہِ راست پر چلنے والا بنائے۔ آمین!

قارئین کرام! اکتوبر کا شمارہ عید نمبر 2 ہوگا۔ اس کے لیے اپنی اپنی نگارشات 15 اگست تک ارسال کر دیں۔

اس ماہ کے ستارے

☆ خوشبو کا سفر — عائشہ نور محمد بہت ہی خوب صورت پیرائے میں یہ سفر کرا رہی ہیں۔

☆ وطن کی مٹی — نازیہ کنول نازی وطن کی مٹی سے اپنی عقیدت کا اظہار کر رہی ہیں۔

☆ صبحِ نو آزادی — سباس گل اپنے مخصوص انداز میں آزادی کی نوید دے رہی ہیں۔

☆ مقامِ عبرت — سندس جبین کا ایک بہت ہی خوب صورت افسانہ۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو مشتاق احمد قریشی

حمد

تجھ سے بڑا تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں
تُو ہے خدا تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں

شام و سحر' دشت و جبل' شمس و قمر' گلزار میں
جلوہ نما' تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں

خالق ہے تو مخلوق کا' رازق ہے تو ہر ایک کا
حاجت روا' تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں

مشکل پڑے جب بھی کوئی سنتا ہے تو سب کی صدا
درد آشنا تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں

کھوئی ہوئی منزل تلک پہنچائے جو مثلِ قمر
وہ راہنما تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں

تو ہی مرا محبوب ہے تو ہی مرا مقصود ہے
حرفِ دعا تیرے سوا کوئی نہیں کوئی نہیں

نعت

جنہیں کملی والے سے نسبت نہیں ہے
مقدر میں اُن کے شفاعت نہیں ہے

اطاعت ہے ان ﷺ کی' خدا کی اطاعت
اطاعت خدا کی' اطاعت نہیں ہے

محمد ﷺ سے کرتے نہیں جو محبت
خدا کو بھی اُن سے محبت نہیں ہے

محمد ﷺ سے بڑھ کر نہیں کوئی صادق
کوئی اس سے بڑھ کر صداقت نہیں ہے

محبت ہو اُن ﷺ سے تو صدیق رضی اللہ عنہ جیسی
وگرنہ محبت' محبت نہیں ہے

مدینے کی حسرت میں تھمتے نہیں اشک
حکیم اپنی قسمت میں زیارت نہیں ہے

(حکیم خان حکیم)

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

درِ جوابِ آں

ادارہ

شمع مسکان...... جام پور

عزیزی شمع! سلامت رہو! ہمیں بہ خوبی اندازہ ہے کہ سر سے سائبان اٹھ جانے کا غم کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ ادارہ آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ آپ کے والد صاحب کے لیے قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔ نگارشات معیاری ہوں تو ضرور جگہ بناتی ہیں۔ آنچل آپ کو پیارا ہے تو بدگمانی کے بجائے حوصلے سے کام لیجیے اور مزید بہتر لکھنے کی کوشش کیجیے۔ آپ کے افسانہ کا انتظار رہے گا۔ امید ہے آپ کی صورت اک نئی قلم کار متعارف ہوسکے گی۔ آپ کے خط کا جواب شامل اشاعت ہے۔ امید ہے اب آپ کے گلے شکوے دور ہوگئے ہوں گے۔

نورین فاطمہ...... ڈگری

نورین! جیتی رہو۔ آپ نے خط میں سوالات کی بھر مار کردی ہے۔ افسانہ یا دیگر نگارشات کے لیے شرائط آپ کو ان ہی صفحات کے آخر میں مل جائیں گی۔ البتہ تحاریر رجسٹرڈ ڈاک سے مکمل پتے پر ارسال کی جائیں تو ڈاک میں ضائع نہیں ہوتیں۔ نظموں غزلوں کے انتخاب کے لیے علیحدہ شعبہ ہے۔ تعارف بھیجنے کے لیے یہی طریقہ ہے۔ جو آپ کو دیگر نگارشات کے لیے بتایا گیا ہے۔ افسانہ یا ناول کے آغاز میں اپنا پورا نام اور تحریر کا عنوان لکھا جاتا ہے جب کہ اختتام پر اپنا مکمل پتا۔ نظم کے لیے کچھ انتظار کریں۔ باری آنے پر شائع کردی جائے گی اور ہر کالم یا کہانی میں جگہ پانے کے لیے باری کا انتظار کرنا پڑے گا۔ مگر محنت بھی کریں۔ امید ہے آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔

یاسمین عندلیب...... شور کوٹ کینٹ

یاسمین! خوش رہو۔ ہمیں آپ کی کیفیت کا بھرپور اندازہ ہے۔ انتظار کا مرحلہ واقعی کٹھن ہوتا ہے لیکن آنچل کے لیے ہر ماہ ہمیں کثیر تعداد میں کہانیاں اور دیگر نگارشات موصول ہوتی ہیں۔ جنہیں ترتیب وار پڑھنا ہماری مجبوری ہے۔ آپ نے ٹھیک کہا کہ آنچل ایک معیاری پرچا ہے اور بہترین چیز اپنی جگہ خود بناتی ہے۔ آپ کی بہتری کے لیے بہت مشق اور مطالعہ کی ضرورت ہے۔ بہتر ہوگا کہ پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کریں۔ نئے مصنفین کو ہم یہ مشورہ اس لیے دیتے ہیں کہ ناول یا ناولٹ کی صورت میں ان کی زیادہ محنت ضائع نہ ہو۔ تحریر میں مناسب کاٹ چھانٹ اور اصلاح بہتری کے لیے ہی کی جاتی ہے اور جس تحریر میں بہتری کی صورت ہو ہم اس پر ضرور محنت کرتے ہیں۔ امید ہے آپ کی افسردگی اور شکوے دور ہوگئے ہوں گے۔

نازش خان...... خانیوال

پیاری نازش دعا! آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ! آنچل آپ کا اپنا ہے۔ کسی سلسلے میں شرکت کے لیے اجازت کی ضرورت نہیں۔ اچھی تحریریں اپنی جگہ خود ہی بنا لیتی ہیں۔ البتہ قبل از وقت یہ کیسے بتایا جاسکتا ہے کہ شامل اشاعت ہوں گی یا نہیں؟ تحریر معیاری ہو تو باری کا انتظار بھی کرنا پڑے گا۔ ہمیں آنچل کے حصول کی بابت آپ کی تمام مشکلات کا بخوبی اندازہ آپ کے خط سے ہوا اور آپ کا دل نہ ٹوٹے اس لیے خط کا جواب بھی شامل اشاعت ہے۔ امید ہے کہ اب آپ مطمئن ہوں گی۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

ماہ رخ انعم...... سرگودھا

ماہ رخ! خوش آمدید۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ نامساعد حالات کے باوجود آپ تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اللہ آپ کو بہت سی کامیابیوں سے نوازے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ یقین رکھیں کہ آنچل پڑھنے اور اس میں لکھنے والی تمام قلم کاروں کے لیے ہم خلوص دل سے کوشاں رہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ بنا

سکیں۔ تحریر رد ہونے کا ہمیں خود افسوس ہوتا ہے۔ آنچل کا معیار برقرار رکھنے کے لیے بہترین تحریریں منتخب کرنا ہماری مجبوری ہے۔ امید ہے اب آپ کی بدگمانی دور ہوگئی ہوگی۔ قلمی سفر برقرار رکھنے کے لیے مطالعہ کی ضرورت تو رہتی ہے۔ رسائل پڑھنا چھوڑیں گی تو بہتر کیسے لکھ سکیں گی؟ ہمارا مشورہ ہے کہ فی الوقت آپ آنچل کے دیگر سلسلوں کے لیے منتخب نگارشات ارسال فرمائیں ہم منتظر رہیں گے۔ اللہ آپ کی مشکلات کو دور فرمائے۔ آمین

نگینہ صدیق...... محلہ کنڈا۔ اٹک

نگینہ! خوش آمدید۔ آنچل سے آپ کی وابستگی اور اس کے حصول کے سلسلے میں آپ کی دقتوں سے ہم بخوبی واقف ہیں۔ سالانہ خریدار بننے کی صورت میں آپ ان تمام پریشانیوں سے بچ سکتی ہو۔ آنچل آپ کو بروقت گھر بیٹھے ملتا رہے گا۔ افسانے کے لیے آپ کی محنت سے ہمیں انکار نہیں لیکن آپ کو مزید محنت و مطالعہ کی ضرورت ہے۔ یقین رکھیے کہ نئے آنے والوں کو ہم تہہ دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ تحریر معیاری ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ شائع نہ کی جائے مگر کامیابی کے لیے جدوجہد اور لگن بھی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

عائشہ انجم ایش...... راولپنڈی

عائشہ! خوش رہو۔ آنچل کے سلسلوں پر آپ کا نام اکثر جگمگاتا رہتا ہے۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ انتہائی مصروفیت سے وقت نکال کر آنچل کا مطالعہ کرتی ہیں۔ اس محبت کے لیے ہم تہہ دل سے آپ کے مشکور ہیں۔ آپ نے درست کہا کہ محنت کبھی ضائع نہیں جاتی مگر لگن اور حوصلہ بھی شرط ہے۔ اچھی تحریریں ضرور شامل اشاعت ہوتی ہیں لیکن بہت معذرت کے ساتھ ایسا لگا ہے کہ موجودہ تحریر کسی انگریزی کہانی کے ترجمہ سے مشابہہ ہے یا اس سے متاثر ہوکر لکھی گئی ہے۔ آپ آنچل پڑھتی ہیں تو اس کے مزاج سے بھی ضرور واقف ہوں گی یہ کہانی آنچل کے معیار سے بہت دور ہے۔ ہم آپ کے شوق کے دل سے قدر دان ہیں اور دیگر تحاریر کے منتظر رہیں گے۔ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ فیصلہ کرنا کہ شائع نہیں ہوگی بدگمانی ہے جو آپ کو کامیابی سے دور کردے گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ آپ کا سیل نمبر اور پتا ہمارے پاس امانت ہے۔ آنچل کی کوئی بھی قاری یا لکھاری آپ سے رابطہ کرنا چاہے تو ہم فراہم کردیں گے۔

عنبرین ولی...... کراچی

عنبرین ولی! خوش آمدید آنچل سے وابستگی پر ہم آپ کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ پسندیدہ ناولوں پر آپ کے تفصیلی تبصرے کا انتظار رہے گا۔ آپ کی کاوش ''بھروسا'' بہترین ہے۔ بہتر انداز تحریر کے لیے آپ مبارک باد کی مستحق ہیں۔ تحریر منتخب ہوگئی ہے۔ ان شاء اللہ باری آنے پر شامل اشاعت کرلی جائے گی۔ امید ہے کہ آپ کی صورت اک بہتر قلم کار قارئین و ادارہ کو میسر آئے گی۔ اپنا خیال رکھیے گا۔

زنیرہ طاہر زونی...... بہاول نگر

زنیرہ! خوش رہو۔ فرحت آپی کی بابت آپ کا اور ہمارا دکھ یکساں ہے مگر رب کی رضا پر سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ زنیرہ آنچل آپ کا اپنا ماہ نامہ ہے۔ اس میں شرکت کے لیے آپ کو پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ کہانی بھیجتے ہوئے ڈر کیسا؟ جب تحریر تیار ہے تو ضرور بھیج دیجیے۔ معیار رہی تو کوئی وجہ نہیں کہ شائع نہ ہوسکے۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزا دے۔ امید ہے کہ آپ اپنے والد کی امیدوں پر ضرور پوری اتریں گی۔ آپ کی خواہش پر آپ کا خط شامل اشاعت ہے۔

میوی شاہ' فاعتی شاہ...... اٹک

میوی شاہ اور فاعتی شاہ! سلامت رہو۔ آنچل کے صفحات آپ کے اپنے ہیں۔ جن میں شرکت پر آپ کا مشکور ہونا کیسا؟ ہمیں امید ہے کہ آپ کے خوب صورت نام آنچل میں بہترین اضافہ ثابت ہوں گے۔ تحریر کا انتظار رہے گا۔ ''محبت دھنک رنگ اوڑھ کر'' سمیرا شریف طور کا ناول ہے جو کتابی شکل میں آچکا ہے۔ آپ کی نظمیں متعلقہ شعبوں تک پہنچادی گئی ہیں۔ معیاری رہیں تو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

ضرور شائع ہوں گی۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

نینا حسن...... کوہاٹ

نینا! جیتی رہو۔ آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ۔ آنچل آپ کا اپنا پرچا ہے۔ اس کے لیے دیگر سلسلوں کے لیے بہترین نگارشات منتخب کر کے جلد از جلد بھیجیں۔ ہم منتظر رہیں گے۔ مایوس نہ ہونا۔ مایوسی کفر ہے۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ آپ کی پہلی بار آمد اچھی لگی۔ آپ کا خط شامل اشاعت ہے اگرچہ اس میں جواب طلب کوئی بات نہیں امید ہے دیگر نگارشات کے ساتھ جلد حاضری دیں گی۔

اُم صبا الیاس...... چوکنا نواتی کنجاہ

ام صبا! خوش آمدید۔ آپ کا ناول موصول ہوگیا ہے۔ ابھی پڑھا نہیں گیا۔ پڑھنے کے بعد ان ہی صفحات میں رائے دیدی جائے گی۔ افسانہ نگاری کے لیے شرائط ہم ان ہی صفحات کے آخر میں شائع کرتے ہیں۔ جن کے توسط سے آپ یقیناً آئندہ کی اغلاط سے بچ سکیں گی۔ دیگر چیزیں بھی معیاری رہیں تو ضرور شائع ہوں گی۔ آپ کے دوستوں کی طرح ہم بھی آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے آپ کا خط شائع کر رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آنچل کے صفحات کے لیے آپ کا نام ایک اچھا اضافہ ثابت ہوگا۔ قلم کاری کی دنیا میں قدم جمانے کے لیے بہتر ہوگا کہ پہلے افسانہ پر طبع آزمائی کرو۔

سیدہ فرحت کاظمی...... قصبہ ننتکانی

عزیزی فرحت شاد رہو۔ آنچل سے آپ کی وابستگی پر ہم آپ کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزا عطا فرمائے۔ آنچل میں آپ کی شرکت پر دلی مسرت ہوئی لیکن افسانہ کے لیے آپ کو بے حد محنت کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے معذرت۔ آپ نے اپنے بھائی سید تنویر کاظمی کی غزل بھیجی ہے ان شاء اللہ باری آنے پر ضرور شائع ہوجائے گی۔ مجموعہ کلام کے لیے انہیں ہماری جانب سے بھی مبارک باد سے نوازیے گا آپ کی مبارک باد بھی ان سطور کے ذریعے ان تک پہنچائی جارہی ہے۔

نیلم شہزادی...... کنگ چنن

نیلم! سلامت رہو۔ آپ کا فرمان بجا ہے کہ جانے والوں کی کمی پوری نہیں ہوسکتی۔ لیکن موت بھی ایک اٹل حقیقت ہے۔ تو فرحت آپا کے دکھ پر سوائے صبر اور دعائے مغفرت کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ آنچل سے آپ کی وابستگی کے بارے میں جان کر دلی مسرت ہوئی۔ رائٹرز کی پسندیدگی پر بھی ہم ان کی جانب سے مشکور ہیں۔ ہم آپ کے قلم کاری کے شوق کے دل سے قدر دان ہیں لیکن آپ کو بے حد محنت و مطالعہ کی ضرورت ہے۔ اسی لیے آپ کی تحریر رد ہوتی ہے۔ آنچل کا عرق ریزی سے مطالعہ بھی آپ کو بہت کچھ سیکھنے میں مدد دے گا اور آپ کی اغلاط کی نشان دہی میں معاون و مددگار ثابت ہوگا۔ عزیزی! تحریر ہماری نظروں سے گزر کر ہی رد یا منتخب ہوتی ہے اور یقین رکھو کہ معیاری تحریر ضرور منتخب کی جاتی ہے۔ آپ کی تمام تر شکایتیں سر آنکھوں پر مگر آنچل کا بہترین معیار برقرار رکھنے کے لیے تحریر کا بہتر ہونا بھی تو شرط ہے نا! امید ہے آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ فی الوقت آپ آنچل کے دوسرے سلسلوں میں شرکت کریں۔ آنچل کے تمام صفحات آپ سب ہی کے لیے ہیں۔ اللہ آپ کو کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

اور اب کچھ خطوط کے مشترکہ جوابات۔

عشرت گوندل' منڈی بہاؤالدین۔ آپ کا افسانہ مل گیا ہے ابھی پڑھا نہیں گیا۔ صبا نواز بھٹی' سانگھڑ۔ آپ کا سیل نمبر ہمارے پاس امانت ہے۔ نازیہ کنول نازی آپ سے رابطہ کرنا چاہیں تو ادارے سے نمبر لے لیں۔ رخسانہ اقبال' خوشاب۔ آنچل میں لکھنے کے لیے آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں' ضرور لکھیے۔ اصلاح کی ضرورت رہی تو ضرور کی جائے گی۔ ہما شاہ' ہارون آباد۔

محمد صائم عظیم بسمل۔ مقام نا معلوم اور نعیم رضا بھٹی۔ آپ سب کی شاعری بار آنے پر شائع ہوجائے گی۔ فریحہ بشر' شاہ نکڈر۔ آپ کا نام شامل اشاعت ہے۔ اب خوش۔ شمع شکیل' کراچی۔ آپ اپنا تعارف بھیج سکتی ہیں۔ سمیعہ کنول' راولپنڈی۔ افسانہ کی فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوتی۔ معذرت۔ انعم ناصر' جھنگ اور کرن آسمان تپش انصاری۔ آپ کو شاعری میں محنت کی ضرورت ہے۔ معذرت۔ رضوانہ ملک' جلال پور پیر والا۔ آپ نے سرخ قلم کا استعمال کیا لہٰذا سب نگارشات ضائع ہوگئیں۔ معذرت۔ اسماء گلفام' گوجر خان۔ آپ نے جن سلسلے کے لیے انتہائی محنت سے شاعری ترتیب دے کر بھیجی ہے وہ آنچل میں ... الف۔ کتاب کے اشتہار کے لیے آپ آنچل کے نمبر پر شعبہ اشتہارات میں بات کریں۔ ... عباسی۔ مقام نامعلوم۔ آپ کا نام شامل اشاعت ہے۔ اب خوش؟ مہرین زاہد' قوسین اقبال' چکوال۔ نازیہ کنول نازی تک آپ کی پسندیدگی ان سطور کے ذریعے پہنچائی جارہی ہے۔ انعم خان' ہری پور ہزارہ۔ آپ اپنی دیگر تحاریر بھجوا دیجیے۔ گزشتہ کہانیاں تو باری آنے پر ہی شائع ہوسکیں گی۔ ارم علی' راولپنڈی۔ آپ کی تحریر موصول ہوگئی ہے۔ ابھی پڑھی نہیں گئی۔ سباس گل' رحیم یار خان۔ آپ کی صحت و تندرستی کے لیے دعا گو ہیں۔ افسانہ شامل اشاعت ہے۔ اوشین بی بی' میر پور خاص۔ آپ دفتر کے نمبر پر بات کرلیں۔ عفت قریشی' بہاول پور۔ آپ کے خط میں کوئی جواب طلب بات نہیں۔ مگر آپ کی افسردگی کے سبب آپ کا نام شامل اشاعت ہے۔ اب خوش؟ شہناز راجپوت' گوجرانوالہ۔ آپ کی نئی تحریر موصول ہوگئی ہے۔ پہلی تحریر کے لیے باری آنے کا انتظار کیجیے۔ آنچل میں شائع ہونے والی تحریروں کا معقول معاوضہ دیا جاتا ہے۔ مطمئن رہیں۔ رفیعہ گلزار' سرگودھا۔ آپ کا "عہد وفا" باری آنے پر شائع ہوجائے گا۔ سیما انصار' مظفر گڑھ۔ آپ کا افسانہ ابھی پڑھا نہیں گیا۔ ثمن بلوچ' لسبیلہ۔ آپ کا افسانہ منتخب ہوگیا ہے۔ باری آنے پر لگ جائے گا۔ سمیرا حمید' لاہور کینٹ۔ زینب اصغر مغل' خان بیلہ اور مدیحہ مغل' بہاول پور۔ آپ سب کی تحاریر منتخب ہوگئی ہیں۔ ان شاء اللہ باری آنے پر شامل اشاعت ہوں گی۔

نا قابلِ اشاعت۔

کچی مٹی تو مہکے گی' وہ جو بھلائے نہ جاسکے' عادت' ابھی تم عشق مت کرنا' ادھورے خواب' خوابوں کے سفر میں' اصل ورثہ' مقدر کی ٹھوکریں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

شیطان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

مولف: مشتاق احمد قریشی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ترجمہ:۔ اور نہیں، قسم کھاتا ہوں اُس نفس کی جو ملامت کرنے والا ہو۔ (القیمۃ ۔۲)

اس سورۃ کی اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی قسم کھا رہا ہے۔

ترجمہ:۔ نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔ (القیمۃ ۔۱)

سورۃ القیامۃ کی ابتداء ہی اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھا کر فرمائی ہے۔ اس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے اور ایک یقینی دلیل کی حیثیت رکھتی ہے کہ دنیا کا ایک دن خاتمہ یعنی قیامت کا آنا یقینی ہے اور نفسِ انسان کی بھی ایک خاص الخاص کیفیت یعنی نفسِ لوامہ کی قسم اس لئے کھائی کہ قیامت کا قائم ہونا ہی اس بات کی علامت ہے کہ اس کے بعد یعنی قیامت برپا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نائب و خلیفہ فی الارض سے باز پرس کرے گا کہ اسے جو زمینی زندگی عطا کی گئی اسے اس نے کس طرح استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق فرمائی تو جہاں شیطان کو مہلت دی کہ وہ انسان کو آزمائے اسے بہکائے وہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے اندر ایک عظیم تر خوبی کا بھی اہتمام و انتظام فرما دیا جسے قرآن حکیم میں نفس کا نام دیا گیا ہے۔ جسے ہم یوں سمجھ سکتے ہیں جس طرح ہم اپنے گھروں میں عمارتوں میں آگ کی اطلاع کے لئے گھنٹیوں کا بندوبست کرتے ہیں کہ اگر آگ لگے تو ہمیں بروقت اطلاع ہو جائے بالکل ایسے ہی جب شیطان انسان کے قلب و نظر میں اپنی آگ لگائے تو اس کی یہ ضمیر نامی گھنٹی اُسے ہوشیار کر دے۔ انسان میں ضمیر کی موجودگی جہاں اس بات کی گواہی اور دلیل ہے کہ روزِ محشر روزِ قیامت روزِ حساب ضرور آئے گا وہیں اس بات کی بھی دلیل و اطلاع ہے کہ اسے اپنے ہر عمل کا اپنے رب کو حساب دینا ہی دینا ہوگا اس سے کوئی نیک و بد بچ نہیں سکے گا۔ نفس دراصل اللہ تعالیٰ کی وہ عطا ہے جو انسان کو نیک و بد سمجھانے کے کام آتا ہے چونکہ یہ عملاً انسانی جسم کا ایسا حصہ نہیں ہے جو اپنا ظاہری یا مادی وجود رکھتا ہو۔ یہ تو ایک کیفیت کا نام ہے اسے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ انسان کو درد محسوس ہوتا ہے جبکہ درد کا اپنا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ یہ ایک حسی کیفیت ہوتی ہے جب انسان کے جسم میں کوئی خرابی یا کسی قسم کی تبدیلی آتی یا چوٹ لگتی ہے تو یہ اس سے متعلق اعصاب کے ذریعے دماغ کو ایک پیغام پہنچاتا ہے کہ درد کی وجہ کیا ہے اور یہ کیوں ہو رہا ہے۔ بالکل ایسے ہی نفس بھی ایک خاص انداز و کیفیت کا حامل ہے جب انسان کو شیطان لعین کی جانب سے اس کی پیش رفت کے

باعث کوئی واقعہ درپیش آجاتا ہے یا آنے والا ہوتا ہے یا آرہا ہوتا ہے تو نفسِ لوامہ گھنٹی بجانے لگتا ہے۔ انسان کو احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ غلطی کر رہا ہے یا کر چکا ہے۔ اس گھنٹی یعنی احساس کے باعث اسے اپنی غلطی کا احساس و ادراک ہو جاتا ہے جس کا اگر وہ ازالہ کرنا چاہے تو کر لے۔

انسان کو اس طرح سے نفسِ لوامہ کی موجودگی کا احساس ہی نہیں، بلکہ یقین ہو جاتا ہے تو یہی نفسِ لوامہ اس زندگی کے بعد آنے والی زندگی کی شہادت بھی دیتا ہے جو انسان کی خود اپنی فطرت میں موجود ہے۔ کیونکہ فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے جن جن اچھے برے اعمال کا انسان ذمہ دار ہے اسے ان کی جزا یا سزا ضرور ملنی چاہئے اور یہ سب کچھ زندگی بعد الموت کے سوا کسی دوسری صورت میں ممکن نہیں۔

نفس امارہ:۔ نفس امارہ وہ ہے جو انسان کو برائیوں پر اُکساتا ہے۔ انسان کے دل میں وسوسہ اندازی صرف باہر سے شیاطین جن و انس ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے اندر نفس قوت ارادی کو بدراہ و گمراہ کرتا ہے یوں انسان کو باہر کے شیاطین ہی نہیں خود اس کے اندر اس کا نفس کا شیطان بھی بہکاتا ہے۔ یہی بات قرآن حکیم میں سورہ ق ۱۶ میں اس طرح کہی گئی ہے۔

ترجمہ:۔ ”اور ہم اس کے نفس سے ابھرنے والے وسوسوں کو جانتے ہیں۔“ (ق ۔۱۶)

وسوسہ دل میں گزرنے والے خیالات کو کہا جاتا ہے جس کا علم اس انسان کے علاوہ کسی اور کو نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ ان وسوسوں ان خیالات تک سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ کی [illegible] اپنے دل میں ابھرنے والے فاسد و بد خیالات تک پر انہیں اپنے اختیار سے قابو پالینا اور ان سے بچنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور خطبے میں ارشاد ہوا ہے ”نعوذ باللہ من شرور انفسنا“۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے۔

نفسِ مطمئنہ:۔ نفس کی یہ وہ کیفیت ہے جب انسان کے صحیح راہ پر چلنے، احکام الٰہی پر عمل کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح پیروی کرنے پر اطمینان محسوس کرتا ہے اور غلط راہ اختیار کرنے پر بے چین اور مضطرب ہو جاتا ہے۔

نفسِ مطمئنہ سے مراد یہاں وہ انسان ہے جس نے کسی شک و شبہ کے بغیر پورے اطمینان قلب سے اللہ تبارک و تعالیٰ کو بلا شرکت غیرے اپنا رب مانا اور اللہ کے رسولوں اور انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے دینِ حق کو اپنا دین قرار دیا جو احکام الٰہی اللہ کے رسول سے ملے انہیں سراسر حق مانتے ہوئے پورے صدقِ دل سے پورے اخلاق اور نیک نیتی سے انہیں تسلیم کیا اور ان پر عمل کیا۔ ہر اس عمل کو کیا جس کا حکم دیا گیا اور ہر اُس کام اور چیز سے اپنے آپ کو روکا جس سے روکا گیا۔ سورۃ الفجر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اے نفس مطمئنہ! اس سے اگلی آیت میں نفس مطمئنہ کو خوش خبری سنائی جا رہی ہے تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی (الفجر: ۲۷، ۲۸)

سورہ القیمۃ میں نفس مطمئنہ کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

اُس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے (القیامۃ ۲۲) یعنی ایسے اشخاص دنیا میں جن کے نفس مطمئن تھے اور جنہوں نے اپنے نفس کے ورغلانے بہکانے کی بجائے اپنے رب کے احکام و اطاعت کو اہمیت وفوقیت دی ہوگی۔ قیامت کے روز ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے ہوں گے کیونکہ جس آخرت پر وہ ایمان لائے تھے وہ بالکل اسی طرح ان کے یقین وایمان کے مطابق اُن کے سامنے موجود ہوگی۔ جس آخرت پر ایمان لاکر انہوں نے اپنے نفس کو مارا اُس کے بہکاوے میں نہیں آئے اور جس آخرت کے لیے انہوں نے دنیا کے تمام ناجائز کام اور فائدے چھوڑ دیئے اور نقصان برداشت کئے۔ اُس کو اپنے سامنے برپا ہوتے دیکھ کر انہیں اطمینان حاصل ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں اپنے نفس پر قابو پاکر جو اطمینان حاصل کیا تھا وہ اس روز قیامت بھی برقرار رہے گا جبکہ نفس کے مارے شیطان کے بہکائے ہوئے تمام لوگوں کا حشر بھی ان کے سامنے ہوگا۔ ان کا بدترین انجام اور اپنا بہترین انجام دیکھیں گے تو انہیں مزید اطمینان حاصل ہوگا۔

عقل:۔ ان کے کہنے کے مطابق عقل اس قوت کا نام ہے جو انسان کی ہر خواہش، ہر ارادے اور ہر فیصلے کو بروئے کار لانے کے لئے اسباب وذرائع بہم پہنچاتی ہے اور تمام فیصلوں کو حق بجانب قرار دینے کے لئے دلائل تراشتی ہے اس لئے عقل اپنی ذات میں نہ خیر ہے نہ ہی شر ہے۔

(۲)۔ جذبات:۔ انسانی جذبات اس قوت محرکہ کا نام ہے جو انسان میں خواہشات پیدا کرتی ہے اور اس قوت کو بھی ابھارتی ہے جو کسی بھی فیصلے کو بروئے کار لائے۔ اس لئے جذبات بھی نہ خیر ہوتے ہیں نہ شر۔

(۳) انسانی ذات یا خودی:۔ عقل اور جذبات کو کنٹرول کرنے والی قوت انسانی ذات کہلاتی ہے۔ اگر انسانی ذات کمزور ہو تو اس کے جذبات اس کی حیوانی خواہشات کو نہ صرف ابھارتی ہے بلکہ انہیں پورا کرنے کا سبب بھی بنتی ہے اور عقل جذبات کی غلام بن جاتی ہے لیکن اگر انسانی ذات مستحکم ہو تو پھر عقل اور جذبات دونوں ہی اس کے تابع رہتے ہیں۔

قرآنی آیات سے انحراف کرنے والے جدید ذہنوں کے دانشوروں کے مطابق ابلیس خود انسان کے اندر کی کیفیت کا نام ہے انسان کے سرکش جذبات اور بے باک عقل کو شیطان یا ابلیس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس لئے ابلیس خود انسان کے اندر ہوتا ہے باہر کہیں نہیں ہوتا۔ جبکہ قرآن کریم صراحت سے واضح کررہا ہے شیطان فرشتہ نہیں بلکہ جنوں میں سے تھا اور جنوں کو اللہ نے آگ سے پیدا کیا۔ ابلیس کے بارے میں قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا' یہ جنوں میں سے تھا۔ (الکھف ۔۵۰)

قرآن کریم کی ایک دو نہیں بیشتر آیات سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ ابلیس یا شیطان اللہ کی مخلوقات میں سے ایک ایسی مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آگ کے شعلے سے پیدا فرمایا جو انسان کو نظر نہیں آتے لیکن موجود ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات کے خلاف شیطان یا ابلیس کو صرف انسان کی داخلی کیفیت کا نام نہیں دیا جاسکتا ان محققین کا یہ کہنا کہ جب عقلِ انسانی اس کے جذبات کے تابع ہوجاتی ہے تو اسے عقل سرکش یا علم بے باک کہا جاتا ہے۔ ان کے خیال میں اسی کا نام ابلیس ہے جو قطعی غلط ہے۔

جب ہمارے مغرب زدہ مفکر اپنی سوچ وفکر پر مغربی فکر کی چادر اوڑھ لیتے ہیں تو انہیں قرآن کی حقیقت نظر نہیں آتی جبکہ مغرب زدہ ذہن قرآنی شارحین ومفسرین جنہوں نے اپنے علم وفضل کے بے پناہ خزانے قرآنی تفاسیر کے ذریعے اہل علم کے لئے جمع کردیئے ہیں۔ ان کی نفی کرنے اور ان کے علم وفضل کو غلط ثابت کرنے کی اور اپنی قابلیت کا اظہار کرنے کی مذموم کوشش کے سوا کچھ نہیں کرتے ہاں مغربی مفکرین جو اپنی اسلام دشمنی میں کوئی موقع جانے نہیں دیتے اور دین اسلام کے بارے میں قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نت نئی اختراعات کرتے رہتے ہیں اور مختلف اندازوں اور طریقوں سے شیطان کے آلہ کار بن کر مسلمانوں کو بہکانے میں سرگرم عمل رہتے ہیں ہمارے کچھ لوگ ان کے کام کو سند مان کر ان کی اسلام کے خلاف مہم کا حصہ بن جاتے ہیں اور شیطان کے آلہ کار بن کر شیطان کا ہاتھ بٹاتے ہیں جبکہ قرآن حکیم بہت وضاحت سے ہر بات کھول کھول کر جگہ جگہ دہرا کر مسلمانوں کو جتا جتا کر یاد دلاتا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ گو کہ یہ بحث خود اتنی طویل ہے کہ اس کے لئے یہ صفحات ناکافی ہیں اس لئے اسے یہیں روک کر ہم قرآن حکیم کی طرف لوٹتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ابلیس کے بارے میں کیا ارشاد فرمارہا ہے۔ قرآن کریم میں کل گیارہ مقامات پر ابلیس کا ذکر آیا ہے وہ سب کے سب مقامات تقریباً ابلیس کا حکم الٰہی ماننے سے انکار کے ہیں یعنی جب اس پر انتہائی مایوسی طاری ہوگئی اور اسے یہ یقین کامل ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے بنائے گئے انسان کو مجھ پر جسے خود اس نے آگ کے شعلے سے پیدا کیا ہے اور انسان سے پہلے پیدا کیا گیا ہوں اسی سبب میرا حق بنتا تھا کہ مجھے یہ شرف وامتیاز عطا کیا جاتا جب شرف وامتیاز انسان کو دینے کا اعلان کردیا گیا تو شیطان پر شدید مایوسی طاری ہوگئی اور اس نے اپنے اختیار سے اللہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا جیسا کہ البقرۃ کی آیت میں ارشاد ہورہا ہے۔

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اس نے انکار کیا' اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں شامل ہوگیا۔ (البقرہ ۔۳۴)

(جاری ہے)

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کومل ناز

ملیحہ احمد

کومل کی طرف سے سب کو پیار بھرا اسلام! آپی جی! اس محفل میں تھوڑی سے جگہ ہمیں بھی دیں نا! زیادہ تنگ نہیں کروں گی۔ جی میرا نام کومل ناز ہے اور مجھے خود پر بھی بڑا ناز ہے۔ مذاق کر رہی تھی جناب۔ میری تاریخ پیدائش 25 اگست ہے۔ میرا سٹار سنبلہ ہے لیکن اسٹار پر یقین بالکل بھی نہیں ہے۔ ہم دو بہنیں اور ماشاء اللہ چار بھائی ہیں۔ دو بڑے بھائی پھر ہم دو بہنیں پھر دو چھوٹے بھائی۔ ویسے میری بڑی خواہش ہے کہ میری کوئی بڑی بہن ہوتی۔ بھائی ہم دونوں بہنوں سے بہت پیار کرتے ہیں لیکن بہن کا اپنا مزا ہوتا ہے نا جناب! ایف آئی سی ایس کی طالبہ ہوں۔ خامیاں پہلے بتاتی ہوں۔ سب سے پہلے تو بہت ضدی ہوں اور غصہ بہت کرتی ہوں اور ناراض بھی بہت ہوتی ہوں لیکن جلدی راضی ہو جاتی ہوں اور خوبیوں میں یہی کہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرتی ہوں کہ سب کو خوش رکھوں چاہے وہ میری دوستیں ہوں، گھر والے ہوں یا کزنز۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی کو شکایت نہ ہو۔ چلیں چھوڑیں، خوبیاں اور خامیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہیں کوئی بھی انسان اس دنیا میں مکمل نہیں ہے۔ میں کافی سنجیدہ مزاج ہوں ہاں جب کبھی کبھار مذاق کروں تو سب ہنسنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ویسے یہ انقلاب کم کم ہی آتا ہے۔ پسندیدہ رنگوں میں سفید، نارنجی اور گلابی ہیں۔ باقی سب بھی اچھے ہی ہوتے ہیں۔ اسلامی کتابیں شوق سے پڑھتی ہوں۔ آنچل کچھ مہینے پہلے پڑھنا شروع کیا تو میں نے سوچا کہ آنچل میں کومل کی جگہ بھی ہونی چاہیے۔ ٹھیک کیا نا میں نے؟ اور بتاتی چلوں مجھے آرمی فورس بہت زیادہ پسند ہے، حد سے زیادہ اور میرے ابو جانی بھی فوجی تھے۔ اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ نماز کی پابندی کرنے کی پوری کوشش کرتی ہوں لیکن یہ جو شیطان ہے نا وہ ورغلانے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ کبھی کبھی اس کی بھی مان لیتے ہیں لیکن زیادہ اسے ناراض ہی کرتے ہیں۔ اچھا ہے پکا پکا ناراض ہو جائے تو..... گھر کے کاموں میں سچ بتاؤں کوکنگ کے علاوہ سب کچھ ہی کر لیتی ہوں۔ بیڈمنٹن بہت شوق سے کھیلتی ہوں اور بھائی کے ساتھ کھیلنے میں بہت مزہ آتا ہے۔ ویسے مجھے کرکٹ بھی بہت پسند ہے۔ گلاب کے پھول بہت پسند ہیں۔ کھانے پینے کی زیادہ شوقین نہیں ہوں مگر کبھی کبھی بہت نخرے کرتی ہوں۔ میری دوستی کا دائرہ خاصا محدود ہے۔ بہترین دوستوں میں فقیہ، عظمٰی اور ثنا شامل ہیں۔ باقی دوستوں سے بھی گپ شپ ہے۔ بس دوست بہت کم بناتی ہوں اور اپنی دوستوں سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں اور یہی چاہتی ہوں کہ مجھے اچھی اچھی دوستیں ملیں۔ جب بہت زیادہ اداس ہوتی ہوں تو ڈائری لکھتی ہوں۔ میک اپ وغیرہ کا بالکل بھی شوق نہیں ہے۔ شاعری سے خاص لگاؤ نہیں ہے۔ کبھی کوئی غزل یا اشعار وغیرہ پسند آ جائیں تو اپنی ڈائری میں لکھ لیتی ہوں۔ چلیں جناب آپ بدذوق ہی سمجھ لیں اور کیا بتاؤں، ہاں مجھے مغرور لوگ بالکل پسند نہیں۔ شدید نفرت ہے مجھے ایسے لوگوں سے، پتا نہیں لوگوں کو غرور کس بات کا ہوتا ہے۔ سب کچھ تو وہ پاک

ذات عطا کرتی ہے پھر اس کا شکر کرنے کے بجائے غرور کیا جاتا ہے حالانکہ جب وہ سب کچھ دیتا ہے تو چھین بھی تو سکتا ہے۔ ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں۔ جناب ڈرپوک بھی بہت ہوں، خوفناک کہانیاں پڑھتی ہوں اور پھر رات کو ڈرتی بھی بہت ہوں تب ہی تو بھائی صاحب مجھے اتنا ڈراتے ہیں۔ ارے آپ لوگ تنگ آ گئے؟ چلیں اب جانے لگی ہوں۔ ویسے میں نے سب کو بور بھی تو بہت کیا ہے نا! کوئی بات نہیں، مجھے برداشت کرنے کا شکریہ۔ میری دعائیں آپ سب لوگوں اور آنچل کے ساتھ ہیں اور اگر ہو سکے تو مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اور پلیز پلیز اپنے دلوں سے نفرتوں، حسد اور غرور کو نکال دیں اور ان کی جگہ پیار، محبت اور خلوص کو دے دیں۔ یقین کریں نا صرف آپ خود پرسکون رہیں گے آپ سے جڑے لوگ بھی خوش اور پرسکون رہیں گے۔

مجھ سے ممکن ہی نہیں تجھ کو سمجھ پانا یا رب
جس کا بندہ ہو محمد جیسا وہ رب خود کیسا ہوگا

مہرالنساء عباس

آنچل اسٹاف اور آنچل قارئین کو میری طرف سے السلام علیکم! میرا نام مہرالنساء ہے اور میں فرسٹ ایئر کی طالبہ ہوں۔ آنچل میں سب کا تعارف پڑھا اور بہت ہی اچھا لگا اور میں نے اپنا تعارف آپ سب سے کروانے کا فیصلہ کیا کیوں کہ میں ہمت کر کے لکھ ہی سکتی ہوں آمنے سامنے بات نہیں کر سکتی (بس جی شرم ہی بہت زیادہ آتی ہے) لیکن کبھی کبھی وہ بھی شرما کے بھاگ جاتی ہے (ہاہاہا)......بس بس مذاق بہت کرلیا اب میں آپ کو اور بھی کچھ بتاتی ہوں۔ میں سرگودھا میں پیدا ہوئی۔ مزاجاً خوش بھی رہتی ہوں، اداس بھی رہتی ہوں۔ غصہ بھی آتا ہے۔ نرم دل بھی ہوں۔ رونا بہت جلد آ جاتا ہے۔ بہت جلدی رونا شروع کر دیتی ہوں۔ مجھے تیز موسیقی بہت پسند ہے۔ تھوڑی بہت جذباتی ہوں۔ بارش بہت بہت پسند ہے۔ بارش میں نہانا اس سے بھی زیادہ پسند ہے اور مجھے شاعری بالکل بھی پسند نہیں ہے اور شاعر لوگ بھی اچھے نہیں لگتے۔ منہ میں پان دبائے شاعری کرتے ہوئے۔ کبھی کبھی بات منہ پر کر دیتی ہوں اور کبھی کبھی دل میں رکھتی ہوں۔ رنگوں میں مجھے فیروزی، سرخ اور سیاہ حد سے زیادہ پسند ہیں۔ میں بہت زیادہ شرارتی ہوں صرف کالج تک۔ میں گھر میں خاموش رہتی ہوں۔ خاموش رہنے کی وجہ سے مجھے لوگ مغرور سمجھتے ہیں لیکن میں مغرور نہیں ہوں۔ میں زیادہ دوست نہیں بناتی ہوں۔ بس میری ایک ہی دوست ہے رابعہ...... بہت پیاری، سویٹ سی۔ کزنز لڑکوں سے بالکل نہیں بولتی بس دعا سلام رکھتی ہوں۔ لڑکیوں کے ساتھ ہی ٹھیک ہوں۔ مجھے اپنے سارے بہن بھائی اچھے لگتے ہیں۔ صائمہ، عظمٰی، سعدیہ، قاسم، ثناء، مریم، حمزہ سے بھی بہت پیار کرتی ہوں۔ حنا سے بھی پیار ہے لیکن اس کے ساتھ میری ان بن ہی رہتی ہے، ہم دونوں لڑتی ہی رہتی ہیں۔ بچپن میں مجھے بہت مارا کرتی تھی۔ لیکن سب بہن بھائیوں میں سے مجھے قاسم بھائی، ثناء اور مریم ہی زیادہ اچھے لگتے ہیں۔ دوسرے بھی لگتے ہیں۔ قاسم بھائی نے میرے بہت سے نام رکھے ہیں مثلاً وہ میری خاموشی کو میسنی خاموشی کہتے ہیں (ہاہا

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

ہا) واقعی صحیح کہتے ہیں۔ حنا، حمزہ سے میری ہر وقت لڑائی رہتی ہے اور مجھے کہانیاں پڑھنے کا بھی بہت شوق ہے۔ تمام ڈائجسٹ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ اپنی پڑھائی میں بہت سست ہوں۔ کم ہی توجہ دیتی ہوں۔ مجھے رائٹرز میں درِ ثمن، ام مریم اور نمرہ احمد بہت پسند ہیں۔ میں دکھی کہانیاں پڑھ کے بہت روتی ہوں۔ بتایا جو ہے بہت جلد رونا آتا ہے۔ اب آپ لوگ بھی کب سے مجھے برداشت کر رہے ہیں اور میں ہوں کہ لکھے جا رہی ہوں۔ لیکن آخری دو تین باتیں تو لکھنے دیں کہ مجھے نعتیں پڑھنے کا بھی بہت شوق ہے لیکن میں کسی محفل میں نہیں پڑھتی۔ مجھ میں اعتماد کی کمی بہت زیادہ ہے۔ بس خود میں مگن رہ کر پڑھتی رہتی ہوں۔ اچھا جی اب مجھے سب بہنیں اجازت دیں۔ اب جا رہی ہوں۔ برداشت کرنے کا بہت شکریہ اور ہاں یاد آیا ایک بات تو آپ کو بتائی ہی نہیں وہ یہ کہ مجھے کھانے میں سب کچھ پسند ہے سوائے آلو گوبھی کے۔ میں آلو گوبھی نہیں کھاتی...... اگر مجھے شاعری پسند ہوتی تو میں آپ کو کوئی شعر کوئی غزل ضرور بھیجتی لیکن...... اس لیے اب میں آپ سے اجازت چاہتی ہوں۔ اپنی دعاؤں میں مجھے اور دوسروں کو بھی یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

عائشہ چوہدری

ڈیئر قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا خلوص بھرا اسلام قبول ہو۔ مجھے عائشہ چوہدری کہتے ہیں۔ میرا تعلق ڈسٹرکٹ گجرات تحصیل کھاریاں شہر سے ہے جو کہ بہت ہی پیارا شہر ہے۔ جس نے بہت کم عرصہ میں اپنے آپ کو منوالیا ہے کہ میں بھی ہوں۔ مجھے اپنے شہر سے بہت پیار ہے۔ اللہ اس کو شاد و آباد رکھے آمین۔ اب اپنا تعارف ہو جائے ذرا تو جناب

میرا حوصلہ صرف محبت ہے
میرا تعارف ہے شعر میرا

تو جی ڈیئر آنچل قارئین! کیسے ہیں آپ؟ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ میری تاریخ پیدائش 25 مئی ہے اس لیے میرا برج جوزا ہے۔ گرمی کے موسم میں پیدا ہوئی ہوں اس لیے گرمی بہت پسند ہے۔ ہم ماشاء اللہ آٹھ بہن بھائی ہیں۔ چھ بھائی دو بہنیں میرا نمبر ساتواں ہے۔ کرتی کیا ہوں؟ کچھ بھی نہیں اور بہت کچھ کرنے کی کوشش (یہ اور بات ہے کہ آتا کچھ بھی نہیں) تعلیم کے بارے میں کیا بتائیں کہ یاد کر کے زخم ہرے ہو گئے ہیں کہ کس طرح میٹرک کیا اور اس کے بعد گھر کے کاموں کو سنبھالا اور ابھی تک سنبھال رہے ہیں۔ بس وہی معمول کی زندگی اور ہیرو کی آمد کا انتظار (ہاہاہا)۔ خامیوں کا کیا بتائیں۔ کوئی ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ تو ہو نہیں سکتا تو جناب! بہت بولتی ہوں۔ بہت ہنستی ہوں۔ حساس بہت ہوں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی اہمیت دیتی ہوں۔ خوبیاں کافی ساری ہیں۔ سب سے محبت کرتی ہوں۔ کسی کے لیے بھی دل میں نفرت، حسد، بغض و عناد نہیں رکھتی۔ کوئی کچھ کہہ بھی دے تو نظر انداز کر دیتی ہوں۔ یہ بات ہے کہ سوچتی بہت ہوں۔ ٹینشن بہت لیتی ہوں۔ کھلی آنکھوں سے خواب دیکھتی ہوں۔ ساجدہ بھابھی کہتی ہے کہ تم خوابوں میں رہتی ہو۔ حقیقت میں رہنا سیکھو۔ دوستوں سے مل کر اچھا لگتا ہے۔ خاص کر مہوش اور مریم سے اور صائمہ سے فون پر بات

کر لیتی ہوں۔ یہ اور بات ہے کہ زیادہ کالز وہی کرتی ہے۔ کزنز میں مجھے اپنی دو خالہ زاد بہنوں سے بہت پیار ہے ایک شہلا آپی اور دوسری امرینہ جو کہ مارچ میں میری بھابی بننے والی ہے۔ ویلکم (امرینہ بھرجائی) اس کے علاوہ رسالے کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے جس کی وجہ سے دانی بھائی کہتا ہے کہ تمہاری شادی کسی لائبریری کے چپراسی سے کر دیتے ہیں تاکہ تمہیں کتابیں تو پڑھنے کو ملیں۔ تو ما بدولت ہمیشہ ہی جواب دیتے ہیں کہ اس سے نہیں لائبریری کے مالک سے کہو تو ہم مانیں گے ایسے نہیں۔ رات کے وقت صحن میں بیٹھ کر چائے پینا اور آسمان کو دیکھنا خاص کر اس روشن ستارے کو جو کہ چاند کے پاس ہوتا ہے (وہ اپنا دوست ہے جی)۔ بات اگر رائٹرز کی کی جائے تو مجھے فرحت اشتیاق، عمیرہ احمد، نمرہ احمد، فائزہ افتخار، ثمر یلا ریاض اور جیمیں سسٹرز کی اسٹوریز پسند ہیں۔ ڈریسز میں مجھے شلوار قمیص کے علاوہ ساڑھی بہت پسند ہے جو کہ ابھی تک نہیں پہنی اور چوڑی پاجامہ اور لانگ شرٹ بہت پسند ہے۔ ان شاء اللہ بھائی کی شادی پر پہنوں گی۔ جیولری میں بریسلیٹ اور انگوٹھی پسند ہیں۔ میں اپنے رسالے وغیرہ سنبھال کر رکھ رہی ہو جو کہ میری بھتیجی نے بڑے ہو کر پڑھنے ہیں جو کہ بالکل میری کاپی ہے۔ (جی جناب گھٹی کا اثر ہے) عادتوں اور مزاج میں اس کو دیکھ کر اکثر یہ شعر میرے لبوں پہ آ جاتا ہے کہ

دائم آباد رہے گی دنیا
ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہو گا

فلم اور ڈراما میں کوئی دلچسپی نہیں نا ہی ہم ٹی وی دیکھتے ہیں لا رکھا ہے گھر میں۔ کرکٹ پسند ہے اور ایک شعر ہو لڈ کی ہے۔

زندگی میں بہت ہی کم ملی ہے فراز
وہی چیز جسے شدت سے چاہا بہت ہے

فرزانہ کشش

ہیلو...... ہیلو...... ہیلو جی! السلام علیکم کیسی ہیں فرینڈز اور پیاری قارئین اور اچھی سی رائٹرز! کیا سوچ رہی ہیں کہ یہ کون ہے جو آپ کا حال پوچھ رہی ہے۔ حیران نہ ہوں، میں ہوں آپ کی پیاری سی کیوٹ سی دوست! فرزانہ نام ہے میرا اور ویسے تو بہت نام ہیں ابو جان پیار سے جانہ اور دوسرے گڑیا کہتے ہیں اور S پھلجھڑی کہتا ہے۔ میرے گھر میں میرے پیارے ابو جان امی جان اور ماشاء اللہ پانچ بھائی اور ہم چار بہنیں ہیں۔ ہم سب بہن بھائیوں میں بہت پیار ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے پیار کو یوں ہی سلامت رکھے آمین۔

اب بات ہو جائے اپنے بارے میں 18 جولائی کو اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔ ہم گاؤں میں رہتے ہیں ہر ماہ آنچل اور شعاع ضرور پڑھتی ہوں۔ جو پیارے بھائی عمران لا کر دیتے ہیں۔ شکریہ یار بھائی۔ میں چھوٹی سی تھی جب آپی ساجدہ آنچل پڑھتی اور اب ہم پڑھتے ہیں۔ میں بہت جلد ہر کسی پر اعتبار کر لیتی ہوں اور مجھے دوستیں بنانا بہت اچھا لگتا ہے اور میرا خیال ہے انسان اگر دوستی کرے تو پورے خلوص کے ساتھ نبھائے بھی۔ مجھے جیولری میں نازک سا لاکٹ اور انگوٹھی بریسلیٹ پسند ہے۔ جو میں ہمیشہ گھر میں بھی پہنے رکھتی ہوں اور اپنے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پیار ہے۔ میری سب سے اچھی فرینڈز جو کہ میری کزنز بھی ہیں۔ نازیہ' شبانہ' شمائلہ یہ میری بیسٹ فرینڈز ہیں۔ نازیہ سے ہر بات شیئر کرتی ہوں۔ جب تک اسے کوئی بات نہ بتا لوں تو چین نہیں ملتا اور ہاں یہ بھی بتا دوں کہ S کے ساتھ میری منگنی ہوئی ہے۔ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میری پسندیدہ شاعرہ اور مصنفہ نازیہ کنول نازی ہیں جن کی ہر شاعری میں اپنی ڈائری میں اتار لیتی ہوں۔ آئی لو یو نازیہ آپی! ٹی وی دیکھنے کا بہت شوق ہے اور گانے بھی سنتی ہوں۔ F.M بہت شوق سے سنتی ہوں۔ 101 F.M اور 105 اور 98,92 بہت شوق سے سنتی ہوں۔ 101 کی سحر کی آواز بہت پیاری لگتی ہے اور 105 کے عامر آسیل بھائی کی آواز تو بہت ہی پیاری ہے۔ سچی! کھانے میں جو پکا ہو اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیتی ہوں۔ بارش میں نہانا بہت اچھا لگتا ہے اور پسندیدہ رنگ نارنجی' سیاہ' نیلا' جامنی اور گلابی بہت پسند ہے اور گھر کے کام سب کر لیتی ہوں۔ جو بھی کوئی کہے لگ جاتی ہوں۔ بی بی بچی ہوں نا! رائٹرز میں راحت وفا' سمیرا شریف طور' عشنا کوثر سردار' نازیہ کنول نازی اچھے لگتے ہیں۔ آپ سب کی مہربانی ہے کہ آپ کی وجہ سے ہمیں اتنے پیارے ناول ملے اللہ آپ کو اور کامیابی عطا کرے آمین۔ آپ کی بہن کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ آنچل کو سلامت رکھے اور سب لکھنے والوں کو ترقی دے آمین اور دعا ہے کہ اللہ پاکستان کو سلامت رکھے اور میرے سب گھر والوں کو اپنی امان میں رکھے آمین۔

بہت لمبا تعارف ہو گیا۔ اب لگتا ہے آپ بھی بور ہو گئی ہیں تو پلیز تھوڑا سا اور برداشت کر لیں۔ یہ غزل جو مجھے بہت پسند ہے یقیناً آپ کو بھی پسند آئے گی اور آپ اپنی ڈائری میں بھی اتار یں گی۔

تاروں کو محبت امبر سے
پھولوں کو محبت شبنم سے
جیسے دل کو محبت دل بر سے
ہمیں ایسی محبت ہے تم سے
ساون کو محبت بادل سے
آنکھوں کو محبت کاجل سے
پاؤں کو محبت پائل سے
ہمیں ایسی محبت ہے تم سے
سپنوں کو محبت آنکھوں سے
آنکھوں کو محبت کاجل سے
راتوں کو محبت یادوں سے
ہمیں ایسی محبت ہے تم سے
ہاتھوں کو محبت کنگن سے
مہندی کو محبت دلہن سے
سانسوں کو محبت دھڑکن سے
ہمیں ایسی محبت ہے تم سے

او کے جناب! مجھ سے مل کر کیسا لگا؟ ضرور بتائیں اور اگر دوستی کرنا چاہیں تو سارہ مریم سے میرا نمبر لے لینا۔ اللہ حافظ۔

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

شبانہ امین راجپوت.....کوٹ رادھا کشن

1- چونسٹھ برس پہلے اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آزادی کی صورت میں پاکستان جیسا عظیم ملک عطا کیا۔ پاکستان کی تعمیر میں ہمارے بزرگوں کا خون گارے کی جگہ اور ان کی ہڈیاں اینٹوں کی جگہ استعمال ہوئی ہیں۔ ہندو رہنما کہتے تھے کہ ''پاکستان چار دن نہیں چلے گا۔'' لیکن پھر بھی محدود وسائل اور سہولیات کے فقدان کے باوجود ہم آگے بڑھتے گئے لیکن پھر ایسا وقت آیا ہم نے اپنے اسلاف کی قربانیوں کی پروا کیے بغیر ملک کا ایک حصہ کھو دیا۔ یعنی مشرقی پاکستان کی جدائی کا ناسور تو ہمیشہ رستا رہے گا۔ مگر اب ضرورت اس امر کی ہے کہ جو کچھ بچا ہے ہم کیسے اسے ناقابلِ تسخیر بنا سکتے ہیں اور کیسے اسے عالمی سطح پر منوا سکتے ہیں؟ اس کا جواب بہت ہی سادہ ہے۔ ہمیں اقبال کے فلسفہ خودی کو خود میں سمونا ہوگا، ہمیں یعنی نوجوان نسل کو معمارِ وطن بن کر خود کو اقبال کا شاہین ثابت کرنا ہوگا۔ ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ ہم کتنی بڑی نعمت سے نوازے گئے ہیں۔ آزادی کی قدر و قیمت صرف محکوم اقوام ہی جان سکتی ہیں۔

2- ہم نے پاکستان جس مقصد کے لیے حاصل کیا اس تک نہیں پہنچ پا رہے ہیں اور ہزاروں مسائل کا شکار ہیں۔ اکثر یہ تبصرے سننے میں آتے ہیں، حکومت اور فوج کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں۔ کیا صرف حکومت ہی قصوروار ہے ہر خرابی کی.....؟ یہ ہمارا غلط خیال ہے، ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے۔ ہم سب سوچیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا ہم نے اپنے ملک کے لیے کچھ کیا؟ جس منصب پر ہم قائم ہیں اس منصب پر ہم نے ایمان داری اور انصاف سے کام کیا؟ اگر ہم نے اس ملک کو اسلام اور امن کا گہوارہ بنانا ہے تو ہم سب کو اس کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی۔ چاہے ہم فوج میں افسر ہوں یا عام سپاہی، محنت مزدوری کرتے ہوں یا تجارت۔ ہم سب کو یک جہتی سے کام کرنا ہوگا کیونکہ قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے۔ مانا کہ درپیش مسائل کی وجہ سے اچھے سربراہان کا فقدان بھی ہے لیکن اگر ہم یہی لکیر پیٹتے رہے تو ہماری اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے اور ہم دوبارہ سے غلام بننے کے لیے تیار ہو جائیں کیونکہ جو قومیں اپنے ملک کی بقاء اور ترقی کے لیے جدوجہد اور آزادی کی حفاظت نہیں کر سکتیں وہ ناقابل بیان نقصان اٹھاتی ہیں۔

3- میری رائے کے مطابق اس سوال کا جواب بالکل ہی آسان ہے۔ ہمارے معاشرے میں انصاف قائم ہو جائے تو امن پیدا ہوگا۔ امن ہو گیا تو ترقی اور خوشحالی کی راہیں خود بخود کھلتی چلی جائیں گی۔ آیئے ہم سب ایک ہو کر 1947ء کا جذبہ لے کر اٹھیں اور جذبہ حب الوطنی کو بروئے کار لاتے ہوئے وطن کو سجا دیں، سنوار دیں اور مہکا دیں۔

4- اگر مجھے کچھ کرنے کا موقع ملے تو میں ملک سے خود ساختہ مہنگائی، بے روزگاری اور دہشت گردی کو اپنی تمام تر قوتیں بروئے کار لا کر ختم

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کرنے کی کوشش کروں گی۔ ہمارے ملک کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے۔ بھوک و افلاس کے مارے نوجوان پیٹ کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے ہی گلشن کو دوسروں کے ساتھ مل کر اجاڑ رہے ہیں یا پھر غیر ملک جا کر تیسرے درجے کے شہری بننے پر مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے ہمارے نوجوانوں کی سوچ مثبت کر دے اور انہیں نیک راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ (امین)

5- دلی جذبات کا اظہار میں وطن کے لیے اس دعا سے کروں گی۔

خدا کرے کہ میری ارضِ پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے صدیوں
یہاں خزاں کو بھی گزرنے کی مجال نہ ہو
میری طرف سے سب کو جشنِ آزادی اور رمضان المبارک مبارک ہو۔ پاکستان زندہ باد۔

زنیرہ طاہر زوئی..... بہاول نگر

1- گزشتہ 64 برسوں میں ہم نے آزادی سے بہت کچھ پایا۔ لیکن ان دس سالوں میں ہم نے بہت کچھ کھویا بھی ہے۔ ہم کبھی بھی اس کا خسارہ ادا نہیں کر سکیں گے۔

2- ہم بہت بے حس اور خود غرض ہو چکے ہیں۔ صرف اپنے مفاد کا سوچتے ہیں حالانکہ یہ ہمارا پاکستان ہے۔ اس کی آن کی حفاظت ہم پر فرض ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کسی کے دکھ کو اپنا دکھ نہیں سمجھتے۔ اس لیے میری نظر میں آج پاکستان کو جو بھی مسائل درپیش ہیں اس کے سب سے بڑے ذمہ دار ہم خود ہیں۔

3- میری رائے میں امن، اتحاد اور علم ہی وہ واحد ذریعہ ہیں جس سے ہماری ملکی ترقی اور خوش حالی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

4- اگر مجھے زندگی میں کبھی بھی اپنے پیارے وطن پاکستان کے لیے کچھ کرنے کا موقع ملے تو میں اسلام، صفائی، امن، اتحاد، انصاف اور تعلیم کو عام کرنا چاہوں گی۔

5- یہ میرے عظیم قائد کی عظیم کاوش ہے۔ یہ علامہ اقبال کے خواب کی خوب صورت تعبیر ہے۔ یہ میرے بزرگوں کی قربانیوں کا ثمر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اسی کے دم سے میری پہچان ہے۔ یا اللہ تو اسے ہر زوال سے محفوظ کر دے۔ میں ان ہی لفظوں سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کروں گی۔

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

1- میں سمجھتی ہوں کہ ہم نے آزادی سے بہت کچھ پایا ہے۔ اپنا تشخص، خودداری اور عزتِ نفس لیکن ساتھ ہی ساتھ ہم بہت کچھ کھو رہے ہیں۔ اپنی اقدار، روایات اور اسلاف کی عزت۔ قائداعظم نے اس قسم کی آزادی تو نہیں دی تھی ہمیں۔ اس آزادی میں تو انسان کے پاس سب کچھ تھا۔ انہوں نے ایک رہنما بن کر مسلمانوں کی قدم قدم پر رہنمائی کی لیکن اب دیکھ لیں ہم آزاد تو ہوئے لیکن ہم نے اپنا تشخص، خودداری حتیٰ کہ انا تک کھو دی ہے اور نفسانی خواہشات کے غلام بن چکے ہیں۔ اپنی آزادی پر فخر و غرور میں مبتلا ہو کر اس ملک کو ترقی دینے کا مقصد بھول گئے ہیں۔ ہم اب بھی اپنے ہاتھوں غلام ہیں۔

2- میری نظر میں پاکستان کو جو مسائل درپیش ہیں ان کے ذمہ دار کسی حد تک حکمران اور مکمل

طور پر عوام ہیں کیونکہ سر سید احمد خان نے کہا ہے جیسی عوام ہوگی ویسا ہی حکمران ہوگا۔ اگر عوام ہی عیش پرست اور مادیت پسند ہوگی تو حکمران سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ ملک کے مسائل حل کرنا صرف حکمران پر ہی نہیں بلکہ عوام پر بھی منحصر ہے کہ وہ لاگو ہوئے قوانین کی پابندی کریں۔

3- میری نظر میں ملکی ترقی اور خوشحالی میں عوام کا بڑا کردار ہے۔ اگر آپ صرف اپنے بارے میں سوچیں تو ملک ترقی نہیں کرے گا۔ اس کے لیے شخصی عزت، شخصی خودداری، شخصی محنت اور شخصی ایمانداری کی ضرورت ہے۔ جب تک ہر شخص کسی بھی چھوٹے کام کو کرنے میں عار محسوس نہ کرے تو ترقی ممکن ہے۔ کیونکہ قطرہ قطرہ ہی دریا بناتا ہے۔ اگر ہم سب مل کر ملک کی ترقی میں حصہ ڈالیں تو ملک ضرور ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔

4- اگر مجھے پاکستان کے لیے کچھ کرنے کا موقع ملے تو سب سے پہلے ملک سے غربت کا خاتمہ کروں گی پھر ملک میں حفاظتی اقدامات کرواؤں گی کیونکہ کسی بھی انسان کی جان اتنی ارزاں نہیں ہے کہ ایک بم دھماکا ہوا اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر جائیں۔ اس کے علاوہ میں اپنے ملک کی آن، بان، شان کے لیے سب کچھ قربان کر دوں گی لیکن وطن کی شان کم نہ ہونے دوں گی۔

5- پاکستان ایک ایسا وطن ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کیا ہے لیکن اس کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی سرحدوں کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ کوئی بھی غیر ملکی یہاں گھسنے نہ پائے اور کوئی اور عافیہ صدیقی بنا کسی قصور کے سزا نہ پائے، کوئی بھی ریمنڈ جیسا کافر اس ملک کی ترقی کی طرف گندی نگاہ سے نہ دیکھ پائے اور پاکستان تو ایسا ملک ہے اگر موقع ملے تو اس کے لیے اپنی جان قربان کی جا سکتی ہے کیونکہ یہ جنت ہے اور ہم سب کے لیے یہ دھرتی ماں ہے۔

کوئی دن جاتا ہے پیدا ہوگی اک دنیا نئی
خون مسلم صرفِ تعمیرِ جہاں ہو جائے گا

صنم ناز..... گوجرانوالہ

1- ہم نے 64 برسوں میں کھویا تو بہت کچھ ہے لیکن اب ہم سب سے قیمتی چیز اپنی اقدار اور روایات کھو رہے ہیں۔

2- صرف اور صرف حکمران اور کچھ حد تک ہم خود یعنی ہمارے عوام جو جانتے بوجھتے اپنے ملک کی باگ ڈور ایسے ظالم حکمرانوں کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں جو ملک کو تباہی تک لے آتے ہیں۔

3- میری رائے میں اگر سیاست کو ملک سے ختم کر دیا جائے تو ہمارا ملک یقیناً ترقی اور خوش حالی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

4- اگر موقع ملے تو دینِ اسلام کو میں عام کر دوں اور تمام غریبوں کو امیر کر دوں۔

5- اپنے پیارے ملک کی تعریف الفاظ میں کرنا مشکل ہے۔ بس اتنا کہوں گی۔ یہ وطن مسلمانوں کے لیے خداوند کریم کا بہترین تحفہ ہے۔ اس کی طرف گندی آنکھ رکھنے والے اور انگلی اٹھانے والے کم از کم دس بار سوچیں کہ وہ ایک زندہ قوم کو للکار رہے ہیں۔

شاہین گل خٹک..... میانوالی

مسلم کالونی

1- آزادی بہت بڑی نعمت ہے، 64 برسوں کا قرض لفظوں سے نہیں چکا سکتی۔ دریا کو کوزے میں بند کرتے ہوئے کہوں گی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

آزادی کا اک لمحہ بہتر ہے
غلامی کی حیاتِ جاوداں سے

لفظ ''کھویا'' خود ہی ظاہر کرتا ہے کہ ہم آزاد مملکت میں رہتے ہوئے بھی انگریزوں کی غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

2- پاکستان کو جو مسائل درپیش ہیں، اس کے ذمہ دار ہم سب ہیں کیوں کہ پاکستان سب کا ہے۔ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

3- ''ہم نے پاکستان اس لیے حاصل کیا تھا کہ اسے اسلام کی تجربہ گاہ بنا سکیں۔'' قائد ملت کا پیغام ''ایمان، اتحاد، تنظیم'' ہی سے ملکی ترقی اور خوشحالی کو فروغ مل سکتا ہے۔

4- اسلام نافذ کروں گی کیونکہ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا۔ ''ہمارا آئین بنا بنایا 14 سو سال سے موجود ہے۔ یعنی ''قرآن مجید۔'' ہم نے پاکستان اس لیے حاصل کیا تھا کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسلام کو نافذ کرسکیں۔

5- مجھے اپنے وطن سے جنون کی حد تک عشق ہے۔ جتنا مجھ سے ہوسکتا ہے وہ میں ضرور کرتی ہوں۔
وطن پر فدا ہے جو انسان ہے
کہ حُبِ وطن جزو ایمان ہے

تعبیر جہاں..... جلال پور پیروالہ

1- گزشتہ 64 برسوں میں عوام نے اپنے ہاتھوں خود اپنا وقار کھویا۔ حکمران کا انتخاب غلط انداز سے کیا گیا۔ جمہوریت کا صرف نام رکھا گیا اور ہمیشہ آمریت کی پشت پناہی کی گئی۔ مختصر یہ کہ صرف 64 برسوں میں زیادہ تر کھویا ہی ہے۔ اگر پانے کی بات ہے تو بہت کچھ پایا بھی ہے۔ مثلاً مہنگائی، بم دھماکے، روزانہ کے حادثات، واردات، ناکردہ جرائم کی سزائیں، قتل و غارت اور تمام اقسام کے مظالم جو غریب اور معصوم پاکستانی کا حق نہیں تھا لیکن پھر بھی انہوں نے پاکستانی ہونے کی سزا پائی۔ قصہ مختصر عزت، وقار سکون نصف صدی سے زیادہ سیکڑوں کی تعداد میں سیاستدان پائے جن کو اپنا منشور بھی یاد نہیں رہتا صرف وہ پائے اور بس۔

2- آج پاکستان کو درپیش مسائل کا ذمہ دار صرف اور صرف فرد واحد ہے۔ نہ تو اس کا انتخاب اچھا ہے نہ اس کے اندر عزت نفس ہے۔ نہ سچ جھوٹ کی تمیز ہے اور نہ ہی وہ اپنی سیاسی ساکھ کو بہتر بنانے کے لیے اپنے ملک و قوم کی بھلائی کے لیے ممبران اور حکمران کا انتخاب صحیح کرتا ہے۔ اگر فرد واحد اچھا ہو جائے تو عام معاشرہ خود بخود بہترین بنیاد پر استوار ہوگا اور پاکستانی مسائل بتدریج کم ہوتے چلے جائیں گے۔

3- پاکستان میں ملکی ترقی اور خوش حالی صرف حکومتی اہلکار کی اہلیت اور بہترین قیادت کی وجہ سے ممکن ہے۔ سچے اور کھرے لوگ ہی حکومت کا نظام چلانے کے لیے آنے چاہئیں۔ میری رائے ہے کہ جدی پشتی اور خاندانی رئیسوں کو اپنی جھوٹی نمود و نمائش کو ظاہر کرنے کے لیے اب سیاست کا دامن چھوڑ دینا چاہیے اور سیاست کو آزاد کر دیا جائے تاکہ ملکی ترقی و خوش حالی کے لیے سیاست میں ہر فرد آزاد حیثیت سے اپنا کردار ادا کرے اور آمرانہ نظام کے تحت اپنے آپ کو مجرم کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا ہوا نظر نہ آئے۔ سچا اور کھرا شہری حکمرانوں

کی لسٹ میں شامل ہو جو کہ فائدہ مند اور مفید ثابت ہو۔ ملکی ترقی و خوش حالی کا باعث ہے۔

4- پیارے پاکستان کی بقاء کے لیے دعا ہی کریں گے۔

5- پیارے پاکستان! کاش ہم تمہیں دہشت گردی اور ناسمجھ حکمرانوں کی حکمرانی سے بچا سکتے۔

یاسمین کنول..... پسرور

1- ہم نے 64 برسوں میں آزادی سے بہت کچھ پایا لیکن کھویا بھی ہے۔ 1971ء سقوط ڈھاکا اور آج کل جو کچھ ہو رہا ہے وہ آزادی کی توہین کے مترادف ہے۔ خود ہمیں اور دوسروں کو ہماری آزادی کا احترام کرنا چاہیے۔

2- آج پاکستان کو جو مسائل درپیش ہیں ان کا ذمہ دار بظاہر تو حکمران نظر آتے ہیں مگر درحقیقت ہم سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ ہم نے اپنے حکمرانوں کا احتساب کیوں نہ کیا؟

3- ملکی ترقی اور خوش حالی کے لیے اتحاد کی بے حد ضرورت ہے۔ تمام صوبوں میں باہمی اتحاد و اتفاق ہی ملک کو ترقی کی طرف گامزن کرسکتا ہے۔ اس سلسلے میں صوبوں کو ان کا مناسب حق ملنا بے حد ضروری ہے۔

4- پاکستان کے لیے کچھ کرنے کے لیے فرض کی ضرورت نہیں، ہم جو بھی کام کریں پاکر رہے ہیں اگر ایمان داری، خلوص نیت سے کرتے ہیں تو ہم بحیثیت فرد اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اگر کوئی عورت اپنے بچوں کی پرورش اچھے طریقے سے کر رہی ہے تو وہ بھی اچھے پاکستانی بچے جو قوم کا مستقبل ہیں کے کردار بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

5- پاکستان ہمارا ملک ہے۔ ہماری پناہ گاہ ہے۔ اس کے بغیر ہم غیر محفوظ ہیں۔ اس سے محبت تو ہمارے خون میں شامل ہے۔ اللہ پاکستان کی حفاظت کرے اور اسے دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ رکھے اور اس کے سبز ہلالی پرچم کو سربلند رکھے اور ہم سب کو توفیق بخشے کہ اس کی حفاظت کرسکیں۔ اس کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کریں کہ وطن کی حفاظت ہمارا فرض بھی ہے اور قرض بھی۔

سلمیٰ ملک..... قادر پور راں

1- آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اللہ کے کرم اور لاکھوں قربانیوں سے ہم نے آزادی حاصل تو کر لی لیکن اپنی اقدار کھو دیں۔ جس مذہب کو بنیاد اور واحد وجہ بنا کر ہم نے آزادی حاصل کی تھی۔ آج وہ صرف ہمارے ناموں میں رہ گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آزاد ہونے کے بعد ہم لوگ اپنی ایک اسلامی پہچان بناتے لیکن افسوس ہم تو آزاد ہونے کے بعد بھی مغرب کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسلامی نقطہ نظر سے ہم نے اپنی آزادی کا صحیح استعمال نہیں کیا۔ فی الحال تو ہم نے کھویا ہی کھویا ہے آگے اللہ ہم پر اور ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

2- آج پاکستان جس حال میں کھڑا ہے اس کی ذمہ دار میں ہوں۔ آپ ہیں اور ہر پاکستانی ہے۔ یہ ہم سب کی کوتاہیاں ہیں۔ ہم کسی ایک پر الزام دھر کے خود کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔ حکومتی سطح پر تو جو ہو رہا ہے، سو ہو رہا ہے لیکن خود ہم کیا کر رہے ہیں۔ بجلی چوری کرنا، ضائع کرنا، ریٹ کم ہونے پر کھانے پینے کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

اشیاء ذخائر کر کے چھپالینا۔ پیٹرول بند کر دینا۔ چوری، لوٹ مار، اغواء، بے ایمانی، فراڈ، دھوکہ دہی، دین سے دوری، خالی مسجدیں، فرقہ بازی، بے جا نمود ونمائش اور اسراف، بے حیائی اور بے پردگی۔ کیا یہ سب بھی حکومت کر رہی ہے؟ یہی چھوٹے چھوٹے زخم ہی ناسور بن جاتے ہیں، میری نظر میں پاکستان کو اس حال تک پہنچانے میں سب سے بڑا ہاتھ ہم عوام کا ہی ہے!!

3- اسلامی اصولوں پر سچائی سے عمل پیرا ہونا! آج بھی ہمارا ملک خوشحالی کی طرف لوٹ سکتا ہے اگر ہم سب اپنے ''اصل'' کی طرف لوٹ آئیں۔ آج ہمارا ملک جہاں پر کھڑا ہے وہاں کسی انقلاب کی توقع عبث ہے! صرف اور صرف اپنے عمل سے ہم اپنے اصل کو پاسکتے ہیں اور یہ عمل انفرادی نہیں اجتماعی ہونا چاہیے۔

5- مجھے پاکستان سے بہت محبت ہے اور میں اپنے ملک کو ترقی یافتہ اور ناقابل تسخیر اسلامی مملکت کے طور پر دیکھنا چاہتی ہوں۔ محبت تو تھی ہی لیکن پاکستان کی قدر و قیمت کا احساس تب ہوا جب میں ملک سے باہر گئی۔ وہاں جا کے ہم ان کے ہر طرح کے رُول فالو کرتے ہیں۔ قانون اور تہذیب کے دائرے میں رہتے ہوئے بھی وہاں ایک دن بھی بناء ویزے کے نہیں رہ سکتے۔ وہاں کی ترقی، صفائی اور قانونیت پر اَش اَش کرتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ ہم وہی قانون اور رُول اپنے ملک میں فالو نہیں کرتے جبکہ ہمیں یہاں ہر قسم کی آزادی بھی حاصل ہے، نہ وقت کی کمی نہ ویزے پاسپورٹ کا خوف۔ آج پاکستان کی سالگرہ کے موقع پر میں دل کی گہرائیوں سے ہر پاکستانی کو پکارتی ہوں کہ آئیں آگے بڑھیں، ہم سب مل کے پاکستان کو خوب صورت بنا دیں، ہر برائی سے پاک کر دیں۔ اپنے چھوٹے سے چھوٹے قدم کو معمولی مت سمجھیں، قطرے قطرے سے ہی دریا بنتا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب ہم پاکستان کو اس گرداب سے نکال لیں گے۔ خدا پر بھروسہ رکھیں، مایوسی کفر ہے، برے سے برے حالات میں بھی امید کا دیا جلائے رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا انشاء اللہ۔ خدا ہمیں اور ہمارے ملک پاکستان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے (آمین) پاکستان پائندہ باد۔

سیدہ فرحت کاظمی

1- کتنے افسوس کی بات ہے کہ 64 سال گزر جانے کے بعد بھی لگتا ہے ہم آزاد نہیں ہیں۔ جن خوابوں کی تکمیل کے لیے ہم نے پاکستان حاصل کیا اور جس منزل پر پہنچنے کے لیے ہماری تگ و دو تھی اب پاکستان کے حصول کے بعد بھی ہمیں ان خوابوں کی تعبیر نہ مل سکی اور اس منزل پر پہنچنے کے بعد بھی ہم ابھی حالت سفر میں ہیں تو اس سے آپ دیکھیں کہ کیا آزاد ہوتے ہوئے بھی ہم آزاد ہیں اور جہاں تک کھونے کی بات ہے تو اس پاک دھرتی کے حصول کے لیے ہمارے آباؤ واجداد نے جو قربانیاں دی تھیں اور جن مقاصد کے حصول کے لیے انہوں نے تگ و دو کی تھی۔ ان مقاصد اور خوابوں کو ابھی تک ہم نے شرمندہ تعبیر نہ کر کے ہم نے ان سے کیے گئے وعدوں کا بھرم کھو دیا ہے۔

2- سسٹم ان مسائل کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے کیوں کہ آج اگر ہم سسٹم کو ٹھیک کر لیں تو ملک

میں رشوت، غفلت، بدعنوانی ختم ہو جائے گی اور ملک امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

3- پھر وہی سسٹم کی بات ہوگی۔ اگر سسٹم اچھا ہو جائے اور لوگ ایک سچے محب وطن ہو کر اپنے کام کو ایمان داری سے کریں تو ملک میں ترقی اور خوش حالی کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

4- میں ایک محب وطن کی حیثیت سے اپنے ملک کے سسٹم کو درست کروں گی اور اس کے بعد دہشت گردی کو اپنی پاک زمین سے ختم کروں گی جس نے یہاں کے ہر شہری کو پریشان کیا ہوا ہے۔

5- اے میرے پاکستان! تو ہمیشہ قائم و دائم ہے اور اللہ ہمیشہ پاکستان کو دشمن کی میلی آنکھ سے بچائے۔ (آمین) پاکستان زندہ باد۔

سیمل جنجوعہ ..... قلعہ دیدار سنگھ

1- گزشتہ 64 برس ..... ؟ ارے گزشتہ 64 برسوں سے ہم آزاد ہی کب ہوئے ہیں؟ آزادی تو ہمیں ملی ہی نہیں۔ ہاں جسمانی آزادی کو مانا جا سکتا ہے۔ لیکن اصل آزادی تو ذہنی آزادی ہوتی ہے جو ہم نے حاصل ہی نہیں کی۔ ایک آزاد ملک رکھنے کے باوجود ہم غیر مسلموں کے غلام ہیں۔ ہم مغربی ممالک کی تقلید کر کے ان کے نقش قدم پر چل کر بہت فخر محسوس کرتے ہیں۔ آزادی تو تب ملے گی جب ہم اپنے آپ کو پہچانیں گے۔ پاکستان کو درپیش مسائل کا سبب ہم خود ہیں۔ میں ہوں، آپ ہیں، ہم سب ہیں، ہم لوگ اس وطن پر اس وقت تک بوجھ بنے رہیں گے جب تک ہم لوگ ایمان داری سے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے نہیں۔ صرف ایمان داری کو اپنا کر ہم ان تمام مسائل سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

3- ہاں ہم اپنے ملک کو ترقی یافتہ اور خوش حال بنا سکتے ہیں اور اس کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم ایک ہو جائیں اور ایک ہم صرف اس وقت ہی ہو سکتے ہیں جب دوسروں پر انگلی اٹھانے سے پہلے صرف ایک نظر اپنے کردار پر بھی ڈال لیں اور ایمان داری سے اپنی ذات کا احتساب کریں۔

4- اگر مجھے موقع ملے تو میں کوشش کروں گی کہ ہر چیز میں ملاوٹ ختم کر کے خالص پن لاؤں، دلوں میں بھی اور چیزوں میں بھی۔

5- میں اپنی دھرتی ماں سے یہی کہوں گی کہ ماں تو ہماری جنت ہے، ہمارے لیے رحمت بھری چھاؤں ہے لیکن نہیں ہمیں کوئی احساس، ہم نے تیرے لیے کبھی کچھ اچھا نہیں کیا۔ ہمیشہ تجھ سے لیا ہے۔ دیا کبھی کچھ نہیں، ہم لفظوں میں تجھ سے بہت پیار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کرتے۔ پر تو تو ماں ہے، ہمیں معاف کر دے اور ہمارے سدھرنے کی دعا کر۔

سدرہ سحاب ..... فیصل آباد

1- پاکستان کے اصل مقصد سے یعنی مذہب سے بہت دور ہو چکے ہیں اور نام نہاد ترقی کے لیے غیر قوموں کی غلامی کرنے میں اعلیٰ سرٹیفکیٹ حاصل کر رہے ہیں۔

2- عوام، خودغرض سیاستدانوں کی ملکی و غیر ملکی سرمایہ پر چھینا جھپٹی اور اقتدار کے شہہ سواروں کی دیگر ممالک کے سامنے بزدلی سے گھٹنے ٹیک دینے کی عادت۔

3- دیانت داری (ہر شعبے میں) سچ کڑوا ہوتا ہے لیکن میں کہوں گی کہ ''سچ'' چاہے زہر ہی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کیوں نہ ہو۔

4- سیاست دانوں کی طرح دعوے نہیں کروں گی۔ جب بھی موقع ملا، وطن عزیز کے لیے سچائی اور دیانت داری سے کام کروں گی۔ اس یقین کے ساتھ کہ بہترین صلہ اللہ تعالیٰ ضرور دیں گے۔

5- اس وقت جو ملکی حالات ہیں، میں یہی کہوں گی کہ معرض وجود میں آنے کے بعد سے اب تک بہت سے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ جانی و مالی تحفظ دیا ہے۔ سلام پاکستان۔ اس دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی۔

''خدا کرے کہ جب یہ وطن آزمائے تو میں اس کی توقعات پر پورا اتروں۔ (آمین)

زائمہ خٹک..... میانوالی، مسلم کالونی

1- گزشتہ 64 برسوں میں بحیثیت مسلمان ہم نے جو پایا وہ یہ کہ آگے بڑھنے کی جستجو اور ہر وہ چیز جو ہم غلامی یا تسلط میں رہ کر نہیں کر سکتے تھے وہ آزادی میں کرنا ہمارے لیے آسان ہو گیا ہے اور اگر کھونے کی بات آجائے تو دل خون کے آنسو روتا ہے۔ ابھی پچھلے چند سالوں سے جو ملک کو حالات درپیش ہیں اس سے کچھ بعید نہیں کہ ہم آزادی کو دوبارہ سے کھو دیں۔

2- پاکستان کو جو موجودہ مسائل سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اس کا ذمہ دار ہر انسان خود ہے بشرطیکہ ہم تسلیم کریں۔

3- قانون! جو ایک بار ملک میں قائم ہو جائے اس پر سب عمل پیرا ہو جائیں تو خوش حالی، ملکی ترقی ہر شے کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے۔

4- پاکستان کے لیے اگر مجھے کچھ کرنے کا موقع ملے تو میں ''قانون اور انصاف'' کو قائم کرنا چاہوں گی۔

5- دلی جذبات کا اظہار اس شعر سے کرنا چاہوں گی۔

میری ارض پاک پر اترے وہ فصلِ گل
جسے کبھی اندیشہ زوال نہ ہو

عفت مسعود..... خوشاب

1- میرے خیال میں ہم نے پاکستان کی صورت میں آزاد فضاؤں پر مشتمل ایک خوب صورت محبتوں بھرا اسلامی ملک اور جنت کا ٹکڑا پایا، جہاں سکون تھا محبت تھی، عزت تھی، امن تھا، اسلامی اقدار کی فضا قائم تھی مگر افسوس! آج 64 برسوں کے بعد یہ تمام چیزیں ناپید ہو گئی ہیں، ہر طرف خون کی ہولی، بے امنی، بے حسی، مذہب سے دوری، مغرب کی تقلید کے سبب معاشرتی بگاڑ اور دیگر مسائل کا سامنا ہے۔ آج کا پاکستان ہمارے لیے سوالیہ نشان ہے۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہم اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے کیسا پاکستان تیار کر رہے ہیں؟

2- پاکستان کو موجودہ درپیش مسائل کا سب سے بڑے ذمے دار عوام خود ہیں۔ عوام میں شعور کی کمی ہے، عوام سوچتے سمجھتے نہیں اور سیاستدانوں کی تقلید میں چل پڑتے ہیں، ان کی باتوں پر فوراً یقین کر لیتے ہیں، دوسری وجہ اسلامی روایات سے دوری اور ایمان کی کمی ہے۔ ہر بندہ صرف اپنی ذات کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ اس کو کسی سے کوئی غرض نہیں۔ قرآن پاک اور مذہب سے دوری سے لوگوں میں جھوٹ، رشوت، چغل خوری، غیبت، بے ایمانی، مادیت پرستی، لالچ پیدا ہو گیا اور ان سب برائیوں کی وجہ سے آج پاکستان کا

یہ حال ہے کوئی کام چاہے وہ اسکول کا ہو، دفتر کا ہو، گھر کا ہو، رشوت دیئے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ عوام اپنی مدد آپ کے تحت اگر اپنے مسائل ایمان داری سے حل کریں تو پاکستان کو ترقی سے کوئی روک نہیں سکتا۔

3- میرے خیال میں آج کے دور میں ملکی ترقی اور خوش حالی کے فروغ کے لیے امیر اور غریب کے لیے برابری کا تعلیمی نظام ہو اور تمام گورنمنٹ اداروں کو پرائیویٹ اداروں کی طرز پر بنایا جائے اور ہنرمندی کی تعلیم ہو جس سے طلباء سرگرمیوں اور عملی زندگی میں کچھ کر دکھانے کے لیے تیار ہوں۔ ملاوٹ کو ختم کر دیا جائے، ملکی سطح پر موجود چھپی ہوئی معدنیات کو تلاش کر کے اپنے ملک کے لیے استعمال کیا جائے۔ پاکستان میں تیار ہونے والی تمام اچھی چیزیں پاکستان میں بھی استعمال کریں۔ جب ہر بندہ خود کو ٹھیک کرے گا تو ملکی ترقی اور خوش حالی میں بہتری آئے گی۔

4- میری سب سے بڑی خواہش ہے کہ میں پاکستان کے معذور بچوں کے لیے ایک خوب صورت اور سہولیات سے بھرپور ایک ادارہ بناؤں جہاں معذور بچوں کو مکمل تعلیم ہنرمندی کی تعلیم دے کر معاشرے میں زندگی گزارنے کے قابل بنایا جائے گا۔

یہ خواہش اس لیے ہے کہ میں خود معذور بچوں کی ٹیچر ہوں۔

5- خدا کرے میری ارض پاک پہ اُترے
وہ فضل گل جسے اندیشہ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کھلا رہے صدیوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو

آنچل کے ہمراہ

۱) آپ کے خیال میں ملکی حالات/ مہنگائی کے سبب میں عید جیسا رتہوار کس طرح متاثر ہو رہا ہے؟

۲) عید اور آنچل ساتھ ساتھ آجائے تو آپ کیسا محسوس کرتی ہیں؟

۳) آپ عید کا دن کیسے اور کس کے ساتھ گزارنا پسند کرتی ہیں؟

۴) گزشتہ عیدوں میں کوئی ایسی عید جو کسی خاص حوالہ یا واقعہ سے یادگار بن گئی ہو۔ اس کا مختصراً حوال لکھئے۔

۵) عید کے دن کوئی خصوصی اہتمام/ ڈش جو آپ کی روایت بن گئی ہو؟

آپ ان سوالات کے جوابات 12 اگست تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کر سکتی ہیں۔

ادارہ

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

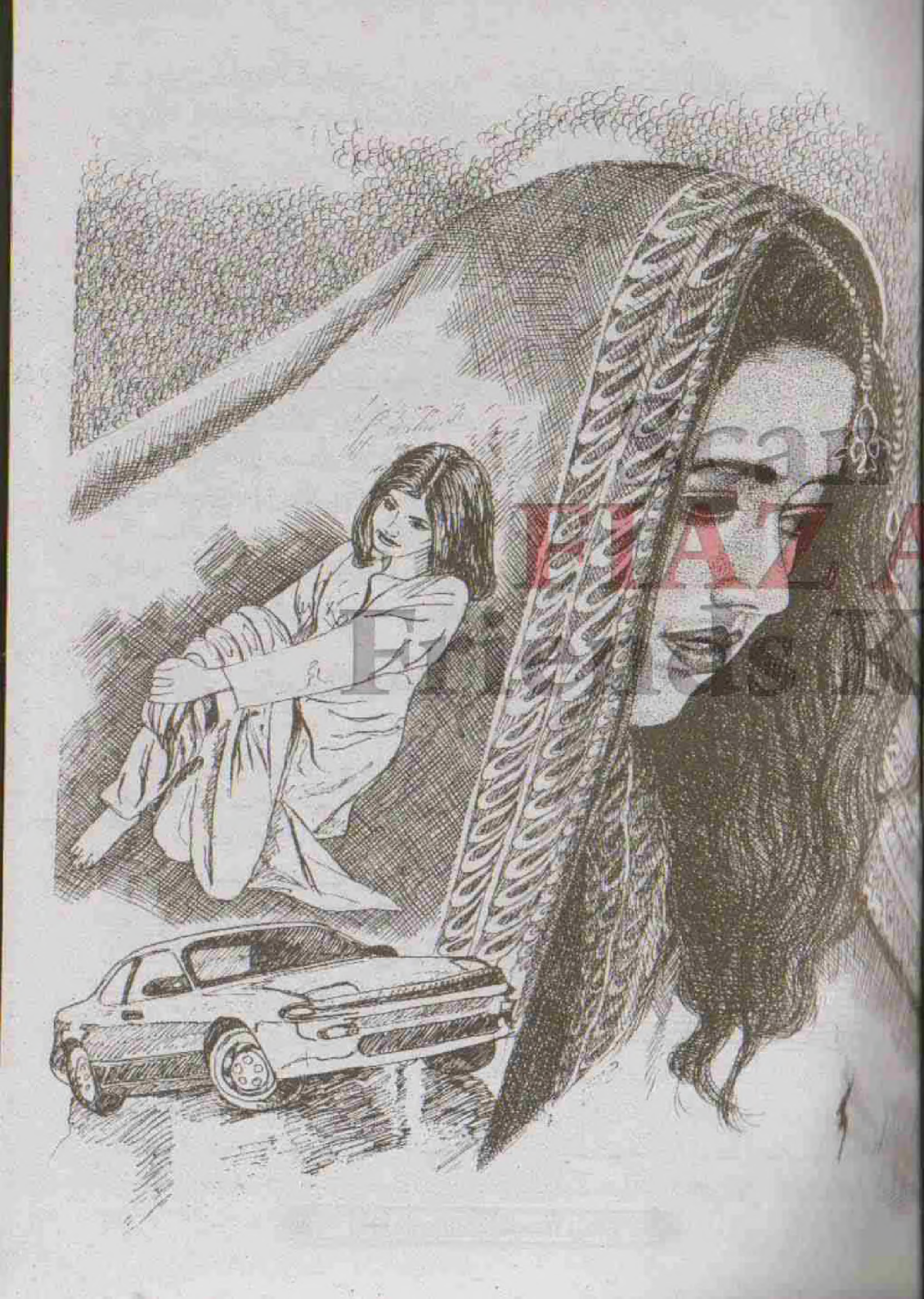

خوشبو کا سفر

عائشہ نور محمد

جس نے رکھا ہے مجھے اپنی نگہبانی میں
اب سنبھالے گا وہی بے سروسامانی میں
ایسا لگتا ہے کہ تو دیکھتا رہتا ہے مجھے
ایسا لگتا ہے کہ میں ہوں تری نگرانی میں

آگ لگ جاتی ہے تمہیں۔ بہرحال یہ سب میں نے نہیں ایک مسلمان نے کیا جسے ہمارے عظیم برطانیہ نے تحفظ فراہم کردیا ہے کیوں کہ تمہارے علماء نے اسے واجب القتل قرار دے دیا ہے۔ پتا نہیں کیوں تم لوگ اتنے تنگ نظر ہو۔ اپنے خلاف بولنے والے کا سر کچل ڈالتے ہو۔'' اس نے لبوں کو بھینچ کر اس ''اذیت ناک سچ'' کو برداشت کیا تھا کہ اس کے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کوئی اور نہیں ایک مسلمان تھا۔ ''تم جانتے ہو ان کے دین کے بارے میں.....؟'' وہ لاتعلق سے کھڑے تیسرے شخص سے مخاطب ہوا تھا۔

''بس کرو یار! ہمیں حق نہیں ہے کسی بھی مذہب کی اس طرح توہین کرنے کا.....'' وہ خود اس سارے معاملے کو اچھا محسوس نہیں کررہا تھا مگر خاموش تھا۔

''سوائے مذہب اسلام کے کیوں کہ ان کے متعلق ہمیں ہر حق ہے۔'' اس کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی کہ وہ کس قدر عداوت دل میں رکھتا تھا، کتنی نفرت ہے اسے مذہب اسلام سے۔

''ان کا دین.....'' اس نے کچھ اور کہنا چاہا تھا۔ وہ اس کی طرف گھوما اور پھر تیزی سے پیچھے ہٹا تھا مگر اس کے باوجود وہ اس کی ہتھیلی کے وار سے خود کو بچا نہ سکا۔ پیٹ پر پڑنے والے اس ہاتھ نے اس کا یقیناً اندرونی حصہ ہلا کر رکھ دیا ہوگا۔ وہ پیٹ کے بل دہرا ہوا تھا۔ وہ کوئی عام ہاتھ نہیں تھا۔ مارشل آرٹ کے چیف نے اس کے لیے کہا تھا کہ دس افراد مل کر بھی اس ایک کو قابو نہیں کرسکتے۔

''میرے دین اور میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے اب تم قابل رہو گے ہی نہیں۔'' اگلے ہی پل اس کے سینے پر ایک لات مارتے ہوئے اس نے اسے پشت کے بل زمین چاٹنے پر مجبور کیا اور اس کی چیخ سے اردگرد کا حصہ گونج گیا۔ اس نے اپنے

پاؤں سے اس کی گردن کو مسل ڈالا تھا۔

"پلیز چھوڑو اسے، یہ مرجائے گا۔" وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا۔

"جینے کا کوئی حق بھی نہیں ہے میرے نبی ﷺ کے گستاخ کو....." اس نے اسے پیچھے دھکیلا تھا۔ اسے پتا تھا اگر یہ شخص مرگیا تو کیا ہوگا۔ ایک امریکی کو ذاتی دشمنی کے باعث قتل کرنا اتنا بڑا جرم نہ تھا لیکن وجہ اگر "اسلام" ہو تو اس جرم کی سزا صرف سزائے موت تھی۔ اسے پتا تھا اس شخص کے قتل کے بعد امریکا جیسا نام ونہاد منصف اسے کسی بھی مسلمان ملک سے وابستہ کرکے اس پر چڑھائی کردے گا۔ عراق وافغانستان پر اس نے یہی تو کیا تھا۔ ممکن تھا اسے بھی کسی دہشت گرد تنظیم سے وابستہ کردیا جاتا لیکن اسے یہ بھی پتا تھا کہ مسلمان گستاخِ رسول ﷺ کے معاملے میں کتنے حساس ہیں اور یہ شخص کھل کر دین اسلام سے اپنے تعصب کا اظہار کررہا تھا۔

"اوہ نو!" تیسرے آدمی نے آگے بڑھ کر پوری طاقت سے اسے دھکیلا تھا اور اسے زمین بوس ہونا پڑا۔ چرچ سے نکلنے والے دوڑتے ہوئے ان تک آئے تھے اور تحیر سے ان سب کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ سب نے دیکھا تھا زمین پر پڑے نیم مردہ شخص کو مارنے والے ہاتھ اس کے نہیں ہیں۔

❀❀❀❀❀

"شارک! رزلٹ معلوم کرلیا؟" بار میں بیٹھے ہوئے ایش نے یکلخت پوچھا تھا۔

"معلوم کرنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے پتا ہے میری دوسری پوزیشن ہے۔" اس نے گلاس اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ تو ہمیشہ سے ہوتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم رزلٹ معلوم کرنے کے لیے کالج ہی نہ جائیں۔" ایش نے بھی اپنا گلاس اٹھالیا تھا۔

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب میں اتنی محنت کرتا ہوں اور لوگ کہتے ہیں کہ میرا دماغ کمپیوٹر سے بھی زیادہ تیز ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ میں سیکنڈ آتا ہوں؟"

"کیونکہ فرسٹ آنے کے لیے میں ہوں نا!" کیرن نے فرضی کالر جھاڑے اور اپنا گلاس اٹھالیا۔ ایش کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی لیکن اس کے فخریہ لہجے نے شارک کے گویا آگ لگادی تھی۔

"ٹھیک کہا تم..... نے جب تک تم میری زندگی سے دفع نہیں ہوجاتی ہو ممکن ہے کہ میں پہلی پوزیشن لے سکوں۔" ایش نے چونک کر شارک کے غصے کو دیکھا تھا جبکہ اس نے مزے سے مسکراتے ہوئے گھونٹ لینے شروع کردیے تھے۔

"فکر مت کرو اشارک! تمہاری روح تمہارے بدن سے جاسکتی ہے مگر میں تمہاری زندگی سے نہیں۔" کیرن کے اطمینان میں کوئی فرق نہ آیا۔

"تم دونوں اس قدر لڑنے کے باوجود ساتھ کیوں رہتے ہو؟" ایش اس بات پر ہمیشہ حیران ہوتی تھی۔

"مس ایش! ہم لڑتے نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب.....؟ تمہاری لڑائی نہیں ہوتی تو یہ ابھی کیا ہورہا تھا؟" کیرن کی بات پر ایش پریشان ہی ہوگئی تھی۔

"شارک غصہ کررہا تھا اور میں دوستوں کے غصے کو خاطر میں نہیں لاتی۔" وہ مسکرائی۔

"یعنی اشارک ناراض ہوجائے تو تم اسے مناتی ہو؟" وہ چونکی۔ شارک کو اس کی بات پر ایسا زبردست پھندا لگا کہ آنکھوں میں پانی آگیا۔

"معاف کیجیے گا مس! تم نے کب دیکھا مجھے مناتے ہوئے..... آخر کو دو سال سے تم ہمارے ساتھ

ہو؟" اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

"یہی تو..... میں نے ہمیشہ شارک کو منتیں کرتے دیکھا ہے اور تم کہہ رہی ہو تم غصہ کو خاطر میں نہیں لاتی ہو؟" اسے ابھی بھی اس بابت جان لینے کا تجسس ہوا تھا۔

"بھئی کیا کریں۔ شارک کو غصہ بہت آتا ہے اور اگر یہ مجھ سے سوری نہ کرے تو ہمیشہ نقصان اٹھاتا ہے۔ اسی لیے میرے ساتھ رہنا اس کی مجبوری ہے۔" اس کی وضاحت پر شارک پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔

"مجھے سمجھاؤ نا پلیز! کیا نقصان ہوتا ہے شارک کا تمہیں ناراض کرنے سے.....؟" وہ منتی انداز میں بولی تھی۔

"بھئی بات یہ ہے مس ایش کہ شارک پر رات گیارہ بجے کے بعد باہر نکلنے پر پابندی ہے۔ شارک کے بہن بھائی خاصے شریف ہیں جبکہ ان صاحب کو نائٹ کلب جانا ہوتا ہے اور اس کے لیے انہیں میری خدمات درکار ہوتی ہیں۔ اب مجھے ناراض کرنے کا مطلب ہے کلب آنے سے محروم ہونا۔" اس نے وضاحت کی تو ایش کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"شارک! تم لوگ امریکا میں رہتے ہو نا!"

"کیوں.....! کیا یہ برازیل ہے؟" وہ جل کر بولا تھا۔

"میرا مطلب ہے امریکا میں، میں نے کبھی یہ نہیں سنا کہ کوئی کسی کا پابند ہو پھر اس طرح کی فضول پابندی تمہارے گھر میں کیوں ہے؟ ایسا تو میرے گھر میں بھی نہیں ہوتا۔"

"اصل میں میرے نانا فارن سروس میں تھے۔ میری مام کی آدھی سے زیادہ عمر ہندوستان میں گزری ہے۔ انہیں وہاں کے ماحول اور روایات بہت پسند آئیں پورے امریکا میں تو نہیں لیکن ہمارے گھر میں انہوں نے اسے ضرور لاگو کررکھا ہے۔ میری بہن کے کپڑے ماما بہت دیکھ بھال کر بناتی ہیں۔ جسم کی بے جا نمائش میری مام کو پسند نہیں ہے۔ وہ بہت مذہبی ہیں۔ میرا بھائی تئیس سال کا ہے مگر اس کی کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔ یہ میری مام کی بہترین پرورش کا نتیجہ ہے اور مجھے اپنے گھر کا ماحول بہت پسند ہے۔" شارک نے کہا تو ایش حیرانی سے اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں تھا کہ شارک کی فیملی اس طرح کی ہے۔

"اور ہاں! یہ اشارک جو تمہارے سامنے بیٹھا ہے نا! یہاں آنے کے بارے میں اس کی مام کو پتا چل جائے تو اس کا گلا دبادیں گی۔" اس کی بات پر شارک نے اسے گھورا تھا۔

"واقعی شارک؟" وہ اچھل پڑی تھی۔ "پھر گرل فرینڈ بھی انہیں ناپسند ہوگی تمہاری؟" اس کی بات پر وہ دونوں چونکے۔

"میری گرل فرینڈ؟" اس نے حیرت سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

"ابھی میں نے تمہیں بتایا ایش کہ میرے تئیس سالہ بھائی کی گرل فرینڈ نہیں ہے تو پھر مجھ انیس سال کے لڑکے کی گرل فرینڈ.....؟"

"میں تو کیرن کی بات کررہی ہوں۔" ایش کے جملے نے اس کی پیشانی پر ان گنت بل ڈالے تھے۔ "کیا یہ تمہاری گرل فرینڈ نہیں ہے؟" شارک کے غصے سے وہ خائف ہوئی تھی۔

"یہ میری فرینڈ بھی نہیں ہے۔ صرف میرے گھر کے برابر میں بچپن سے رہتی ہے۔ میرے ساتھ اسکول وکالج میں پڑھتی رہی ہے اور میری جیت کے بیچ میں رکاوٹ ہے۔ میں ایک سپر مائنڈ لڑکا ہوں۔ اگر دوسری پوزیشن لیتا ہوں تو اس کی وجہ ہے یہ لڑکی۔"

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

"تمہیں اپنے دماغ پر کتنا فخر ہے شارک! حالانکہ تم سے زیادہ سپر مائنڈ تو میں ہوں جبھی تو فرسٹ پوزیشن لیتی ہوں۔"

"تم سپر مائنڈ نہیں ہو۔ تمہاری صرف قسمت اچھی ہے۔" شارک کی بات پر اس نے اپنے کالر کھڑے کیے تھے۔

"آؤ شارک! رقص کرتے ہیں۔" ان کے جھگڑے کے بڑھنے کے ڈر سے ایش نے یکدم اسے پیش کش کی اور انہیں یہیں بار میں ملی تھی۔ وہ ان دونوں کی کالج فیلو تھی۔

"چلو!" وہ یہاں یقیناً اپنا موڈ خراب کرنے نہیں آیا تھا اسی لیے رقص کے لیے اٹھ گیا۔ آج وہ پہلی بار کسی لڑکی کے ساتھ رقص کر رہا تھا مگر اسے ایش کا بے باکانہ رویہ کچھ عجیب محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا میں بھی مام کی طرح ہو گیا ہوں؟" اس نے جھلاتے ہوئے سوچا۔ وہ جس کے ساتھ ہمیشہ آتا تھا۔ وہ دونوں ہی فاصلے سے رقص کیا کرتے تھے۔

"چلو کیرن!" وہ یکلخت اس کی طرف پلٹا جو چند قدم کے فاصلے پر رقص میں مصروف تھی۔

"ابھی تو صرف ساڑھے بارہ ہی بجے ہیں۔" اس نے وقت دیکھا۔ وہ دونوں ہر ہفتہ کی رات کسی نہ کسی "بار" آجاتے تھے اور ساڑھے بارہ ایک بجے تک واپسی ہوتی تھی۔ چونکہ شارک پر پابندی تھی اس لیے وہ کھڑکی کے راستے سے گھر میں داخل ہوتا لیکن کیرن پر کوئی پابندی نہ تھی۔ اس لیے وہ اطمینان سے دروازے کے راستے ایک ڈیڑھ بجے گھر میں موجود ہوتے تھے اور صبح اتوار کو دیر تک سوتے تھے۔

"بس چلو گھر!" وہ ڈانسنگ فلور سے اتر گیا تھا۔

"ایش! تم نہیں جاؤ گی گھر....." اس نے ایش کو دیکھا جو حیرت سے شارک کو دیکھ رہی تھی۔

"میں تو ساری رات یہیں گزاروں گی صبح....."

"اوکے، بائے۔" اس نے ایش کی بات کاٹی اور ڈانسنگ فلور سے اتر گئی۔

"کیا ہوا ایش کے ساتھ رقص کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا کیا؟" کیرن نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں۔" اس نے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کیا۔ فضا میں پھیلی دھند اندھیرے میں بھی محسوس ہو رہی تھی۔

"تم پر بھی اپنے دونوں بہن بھائیوں کی طرح اپنی مام کا اثر ہو گیا ہے۔" اس کا اور اس کی مام کا کافی اختلاف تھا۔ اسے اپنے گھر کی سب پابندیوں میں سب سے بری جلدی گھر آنے والی پابندی لگتی تھی۔

"تمہارا مطلب ہے میں بھی مذہبی ہو گیا ہوں؟"

"اوہ شٹ اپ یار! میں ابھی بہت انجوائے کر کے آ رہا ہوں، میرا موڈ آف مت کرو۔" اس نے منہ بنا کر کہا تھا۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"پھر تم نے ایش کے ساتھ رقص کیوں نہیں کیا.....؟"

"اگر اس کا یہی مطلب ہے کہ میں مذہبی ہو گیا ہوں تو تم مجھ سے زیادہ مذہبی ہو۔ پچھلے ہفتے تمہیں ڈیوڈ نے پیش کش کی تھی رقص کرنے کی۔ تم نے انکار کر دیا میں نے چند لمحے سہی لیکن ایش کے ساتھ رقص تو کیا نا!"

"میں نے ڈیوڈ کے ساتھ رقص کرنے سے کب منع کیا تھا؟ میں نے تو کہا تھا کہ وہ میرے ساتھ جوا کھیلے، اگر اس نے مجھے ہرا دیا تو میں ضرور اس کے ساتھ رقص کروں گی لیکن اس نے مجھے نہیں ہرایا تھا تو پھر میں اس کے ساتھ کیسے رقص کر لیتی۔ کیسے اسے اپنا پارٹنر بناتی؟ میرا پارٹنر بننے والے شخص کو مجھ سے ایک

قدم آگے ہونا چاہیے جو مجھے ہرا سکے۔ میرا دماغ اس کی برتری تسلیم کرے گا تبھی تو میرا دل اسے پارٹنر قبول کرے گا۔"

"یعنی تم کسی ایک ہی شخص کے ساتھ جُڑی رہنا چاہتی ہو؟"

"ہاں، لیکن اس میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔" اس نے فوراً کہا۔

"تو سمجھو کہ میں بھی کسی ایک سے جُڑا رہنا چاہتا ہوں اور اس میں مذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔" اس نے بھی جلدی سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

❀❀❀❀❀❀

"صبح ہی صبح تمہاری شکل دیکھ لوں تو وہ میرے لیے منحوس دن ہوتا ہے۔" کیرن بری طرح جھلائی تھی۔

"تمہاری شکل دیکھنا میرے لیے بھی منحوس ہی ہے مگر آج تم میرے گھر آئی تھیں، میں تمہارے گھر نہ گیا تھا۔ اس لیے تم مجھے کچھ نہیں کہہ سکتیں۔" وہ اپنی بائیک پر جھکا ہوا تھا۔

"بس ہر وقت لڑتے رہنا، اب کچھ انتظام تو کرو چلنے کا۔ یہیں کھڑے رہو گے کیا.....؟" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ گھر سے ابھی دس منٹ کے فاصلے پر تھے۔ کل سے اس کی کار ورکشاپ پر گئی ہوئی تھی۔ صبح کالج وہ شارک کی بائیک پر ہی گئی، واپسی پر اس کی بائیک خراب ہو گئی۔

"تم کم کھایا کرو، اتنی موٹی ہو رہی ہو۔ ٹائر بھی تمہارا وزن برداشت نہیں کر سکا۔"

"اپنے باپ کا پیسہ کھاتی ہوں۔ تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

"باپ کے پیسے کا مطلب.....! اوہ.....اوہ نو۔" کہتے ہوئے وہ جو کچھ سیدھا ہوا آگے کے لفظ بھول گیا۔ اس کے چہرے پر شدید پریشانی آ گئی۔

"کیا.....! کیا ہوا؟" اس نے اسے دیکھا اور پھر چونک کر پیٹی، جس طرف وہ دیکھ رہا تھا وہ منظر دیکھ کر اس کی بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔

"چھپنے کے لیے تو یہاں کوئی درخت تک نہیں ہے۔" شارک رونے والا ہو رہا تھا اور وہ بمشکل ہنسی روک پائی تھی کیوں کہ وہ قریب آ چکے تھے۔

"کیا ہوا؟ خیریت تو ہے نا بیٹا!" انہوں نے گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے تو خیریت ہی تھی لیکن اب.....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔

"ہیلو فادر! کیسے ہیں آپ، سنا تھا آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟" اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"اب تو ٹھیک ہوں۔"

"حیرت ہے، حالانکہ شارک نے تو بہت دعائیں کی تھیں۔" اس کی بات پر انہوں نے شارک کو دیکھا۔

"کمینی!" وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا تھا۔

"فادر! اس کا مطلب ہے کہ میں نے چرچ جا کر آپ کی صحت کے لیے بہت دعائیں کی تھیں۔"

"بہت خوب! تم میری صحت کی دعاؤں کے لیے چرچ گئے حالانکہ تم کبھی اتوار کو بھی چرچ نہیں آتے ہو۔" انہوں نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ شرمندہ ہو گیا۔ "ویسے یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

"فادر! بائیک خراب ہو گئی ہے۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"آؤ، میں چھوڑ دوں۔" انہوں نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا۔

"نہیں ہم چلے جائیں گے۔" وہ بدکا کیونکہ اسے خطرہ تھا کہ فادر کے ساتھ رہنے سے وہ مذہبی ہو جائے گا اور وہ مذہبی وہ ہونا نہیں چاہتا تھا۔

"اوہ، شکریہ فادر! آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ فوراً

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

اگلی نشست پر بیٹھ گئی تھی۔

"تم بھی آجاؤ، اب کیا یہاں سے پیدل گھر جاؤ گے؟" فادر کی بات پر وہ مرے مرے قدموں سے پیچھے کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔

"پیپر ہو گئے تم لوگوں کے.....؟"

"جی فادر! رزلٹ بھی آ گیا۔"

"تمہاری کیا پوزیشن آئی؟" انہوں نے شارک پر ایک نظر ڈالی تھی۔

"دوسری!" اس کی آواز نیم مردہ تھی۔ انہوں نے اسے دیکھا جو یقیناً فرسٹ پوزیشن لائی تھی۔

"شارک! تم چرچ کیوں نہیں آتے؟ تمہاری مام نے تمہاری شکایت کی ہے، وہ تمہارے لیے مجھ سے دعا کرواتی ہے، تم کیوں اپنی ماں کو تنگ کرتے ہو؟"

"پتا ہے فادر! سوائے میری مام کے امریکا میں کوئی ہی ایسی ماں ہو گی جسے اپنے بچوں کی اتنی فکر ہو، دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ہمیں قید کر کے رکھا ہوا ہے۔" وہ بھڑک سا گیا تھا۔ فادر نے ایک افسوس بھری نظر اس پر ڈالی تھی۔

"تمہیں پتا ہے تم کون ہو؟"

"جانتا ہوں میں عیسائی ہوں۔"

"عیسیٰ مسیح کو ماننے والے۔ جانتے ہوں انہوں نے کیا کہا تھا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ بھلائی کرنے والا ہوں۔" وہ ان کی بات پر چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"یقیناً وہ ماں کے ساتھ بھلائی کرنے والوں کو پسند بھی کرتے ہیں۔" اس کے کچھ کہنے کے لیے انہوں نے کچھ چھوڑا ہی نہ تھا وہ اپنے "نجات دہندہ" سے اتنی ہی محبت کرتا تھا کہ جب ان کا ذکر آ جائے تو وہ کچھ نہ بولے۔ ان کا گھر آ گیا تو دونوں اتر گئے۔

"آئیں فادر! اندر مام آپ سے مل کر خوش ہوں گی۔" شارک نے آداب میزبانی نبھائے۔

"پھر کبھی سہی۔" وہ آگے بڑھ گئے تھے۔

"اے کیرن! کیا سوچ رہی ہو یہاں کھڑی کھڑی؟" شارک اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔ وہ وہیں کھڑی تھی جہاں ان کی گاڑی سے اتری تھی۔

"سوچ رہی ہوں کہ اگر ہم دو ایک بار اور فادر کے ساتھ آنا جانا کریں گے تو یقیناً تم مذہبی ہو جاؤ گے۔"

"بکواس نہیں۔ سمجھیں!" وہ حقیقتاً مذہبی ہونے سے چڑتا تھا۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آنے والے کچھ دنوں میں شارک کی بہن کی شادی ہو گئی اور وہ واشنگٹن چلی گئی تھی۔ اس کا بھائی ایم بی اے کے لیے نیویارک چلا گیا اور اب شارک آزاد تھا۔ پہلے تو کمرے سے غائب ہونے پر وہ اکثر باہر آ کر خوفزدہ رہتا تھا کہ کہیں بھائی یا بہن کسی کام کے لیے اس کا دروازہ نہ بجا دیں۔ اب اسے پتا تھا اکیلی مام ہیں جو جلدی سو جاتی ہیں اور اب اس کی واپسی کا وقت دو تین بجے تھا۔ وہ اس زندگی سے بہت خوش تھا۔ بہت خوشگوار زندگی تھی۔

❀❀❀❀❀❀❀

"شارک! واپس چلیں؟" وہ ہفتے کی رات تھی اور وہ دونوں حسب عادت کلب آئے ہوئے تھے۔ آج وہ بھی اس کے ساتھ تھی بلکہ ہر ہفتہ وہ اس کے ساتھ آتی تھی۔ البتہ روز وہ ایش کے ساتھ آتا تھا۔

"کیا مطلب.....؟ ابھی تو صرف ایک ہی بجا ہے۔" وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔

"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" وہ کھڑی ہو گئی۔

"تم چلی جاؤ۔ میں شارک کو ڈراپ کر دوں گی۔" ایش نے کہا تو وہ باہر آ گئی تھی اور باہر آتے ہی اس نے اپنا سیل آن کر لیا تھا۔ تبھی اس کے پاپا کی کال آئی۔

"شارک کہاں ہے؟ میں کب سے کوشش کر رہا ہوں۔ تم نے اپنا سیل کیوں بند کر رکھا تھا؟" وہ بہت غصے میں تھے۔

"خیریت تو ہے نا!" وہ کبھی اتنے غصے میں فون نہ کرتے تھے۔ وہ پریشان ہوئی۔

"شارک کی مام کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔"

"اوہو! کون سے اسپتال میں ہیں وہ.....؟" فوراً ہی کلب کی طرف پلٹتے ہوئے اس نے ان سے پوچھا تھا۔ انہوں نے اسپتال کا نام بتایا تھا۔ وہ تیزی سے شارک کی میز پر آئی تھی۔ وہاں شارک کا موبائل پڑا تھا۔ اس نے اٹھا کر دیکھا تو پتا چلا کہ کئی کالز اشارک کے گھر کے نمبر سے اس پر موجود تھیں اور یقیناً شور وغل کی وجہ سے شارک تک موبائل کی گھنٹی نہیں پہنچ سکی ہو گی۔ شارک اس وقت ایش کے ساتھ رقص میں مصروف تھا۔

"شارک! تمہاری مام کو ہارٹ اٹیک ہو گیا ہے۔ جلدی چلو!" اس نے اسے گھسیٹ کر نیچے اتارا تھا۔

"کیا!" وہ چونک گیا تھا۔ پھر وہ دونوں دوڑتے قدموں سے کار تک آئے تھے۔ جس وقت وہ لوگ وہاں پہنچے تھے اس کی مام کی حالت بہت نازک تھی۔ ان کی ملازمہ اور اس کے پاپا بھی تھے۔

"شارک! ہم نے تمہیں اتنی کالز کی ہیں۔ اس قدر تمہارا دروازہ بجایا مگر تم کہاں چلے گئے تھے۔ ڈاکٹر کہہ رہے ہیں اگر ہم انہیں پہلے لے آتے تو ان کی حالت اتنی خراب نہیں ہوتی۔" اس کی ملازمہ انہیں بتانے لگی تھی اور شارک جیسے کہیں کا نہ رہا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل وہیں بیٹھتا چلا گیا۔ رات بھر اسی پریشانی کے عالم میں گزر گئی۔ ڈاکٹر کوئی جواب ہی نہ دے رہے تھے۔ اسے خود کس قدر تکلیف ہو رہی تھی۔ اس کا اندازہ کسی کو نہ تھا۔

"ڈاکٹر پلیز! میری مام کیسی ہیں۔ مجھے بتایا جائے؟" سورج طلوع ہوئے بہت دیر گزر چکی تھی مگر اس کی مام کے بارے میں کچھ نہ بتایا جا رہا تھا۔

"ان کی حالت بہتر نہیں ہے۔ اس وقت ہم کوئی تسلی نہیں دے سکتے۔" ڈاکٹر کہہ کر آگے بڑھ گئے۔

"شارک! پلیز حوصلہ رکھو۔ آنٹی کو کچھ نہیں ہو گا۔" وہ اس کے قریب آئی تھی۔

"میں ان کی اس حالت کا ذمہ دار ہوں۔ اگر میں گھر پر ہوتا اور انہیں جلدی ہی یہاں لے آتا تو یقیناً یہ سب نہ ہوتا۔ خداوند! میری مام کو بچا لیں۔" دونوں ہاتھ جوڑ کر کہتا وہ خود ہی چونک گیا۔ "خداوند!" جیسے کوئی بجلی اس نام سے چمکی تھی۔ اس کے اندر باہر سب روشن ہوا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور بھاگتا ہوا باہر نکل آیا۔

"خداوند! پلیز میری مام کو کچھ نہ ہو۔" وہ الٹے قدموں اسپتال سے نکل کر بھاگا تھا۔ اب وہ اندھا دھند بھاگ رہا تھا۔ حالانکہ اسے علم تھا کہ اسپتال سے چرچ کا فاصلہ بہت طویل ہے مگر اسے خود اپنی ماں سے اپنی محبت کا اندازہ نہ تھا۔ یہ ان سے محبت ہی تو تھی جو اسے یوں سڑک پر بھگا رہی تھی۔ وہ مسلسل روتے ہوئے دعائیں کر رہا تھا۔ چرچ کی سیڑھیوں پر بالآخر اس کی ہمت تمام ہو گئی تھی اور وہ گھٹنوں کے بل گرا تھا۔

"خداوند! پلیز میری مام ٹھیک ہو جائیں۔" وہ گرتا پڑتا چرچ کی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ وہ جو مام کی ڈانٹ ڈپٹ سے بھی کبھی چرچ آیا کرتا تھا تو سب سے آخری بینچ پر بیٹھا کرتا تھا۔ وہ آنے والا آخری اور جانے والا پہلا شخص ہوتا تھا۔ آج وہ پہلی بینچ بھی پار کر چکا تھا۔ اب وہ فادر کے منبر پر کھڑا یسوع کے پتسمہ کے پاؤں پر اپنا سر مارتے ہوئے اپنی ماں کی زندگی طلب کر رہا تھا۔ کچھ لوگ آگے بڑھے تھے اسے روکنے کے لیے لیکن فادر نے انہیں روک دیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com

"آپ ماں کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے۔ آپ مجھے کیسے قبول کریں گے۔ میں تو اپنی ماں کا قتل کر چکا ہوں۔ پلیز یسوع! صرف ایک بار مجھے موقع دیں۔ میری مام ٹھیک ہو جائیں۔ میں ہر وہ کام کروں گا جس کا آپ نے ہمیں حکم کیا ہے۔ بس مجھے اپنے آگے شرمندہ ہونے سے بچالیں۔" اس کی پیشانی سے خون نکلا تھا۔ فادر نے آگے بڑھ کر اسے اٹھایا تھا۔

"فادر! آپ نے کہا تھا نا ایک بار مجھ سے کہ میں اپنی خوشی سے چرچ آیا کروں ورنہ ایک روز مجھے اپنی مرضی سے آنا ہوگا۔ آج میں اپنی خوشی سے نہیں اپنی مرضی سے آیا ہوں اور اب میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں آئندہ میں اپنی خوشی سے آیا کروں گا۔ بس آپ دعا کریں کہ میری مام ٹھیک ہو جائیں۔" وہ ان کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر رو رہا تھا۔

"تم ان کی خوشی کا سامان کرو۔ وہ تمہاری خوشی کا سامان کریں گے۔" فادر نے یسوع کے مجسمہ کی طرف اشارہ کیا تھا، اسی لمحے اس کا موبائل بجنے لگا۔

"سٹارک! کہاں ہو؟ تمہاری مام کو ہوش آ گیا ہے۔"

"فادر...... فادر! میری مام کو ہوش آ گیا ہے۔" وہ جیسے دوبارہ جی اٹھا تھا۔

"آؤ میں تمہیں اسپتال چھوڑ دوں۔"

"میں چلا جاؤں گا فادر!"

"میرا خیال ہے، اب تو تمہیں مجھے ایسا کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم نے خود مذہبی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" انہوں نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔ وہ جھینپ گیا پھر فادر اسے اسپتال چھوڑ گئے تھے۔ انہوں نے اس سے مام کے لیے دعا کا وعدہ بھی کیا تھا۔ وہ آ کر مام سے لپٹ گیا۔

"یہ تمہارے سر پر کیا ہوا سٹارک!" وہ سب چونک گئے تو اس نے پوری تفصیل بتائی۔

"یار سٹارک! تم تو اپنی مام کی اس مشرقی محبت سے چڑتے تھے پھر خود بھی ویسی ہی مشرقی محبت کرنے لگے؟" کیرن نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ وہ اسے گھور

آپ دُنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ آنچل

ماہنامہ نئے اُفق

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے

مڈل ایسٹ ایشیاء افریقہ یورپ کے لیے 6000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر، منی گرام، ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کر کے کر سکتے ہیں۔

رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔

فون نمبرز: 2/922-35620771+ فیکس: 922-5620773+ Email:circulationngp@gmail.com

کے رہ گیا۔ اس کی مام اس سے بے حد خوش تھیں۔ وہ ان کی بہت خدمت کرتا تھا اور ساتھ ہی نئے سرے سے اپنے مذہب کو جاننے لگا تھا۔ مام ٹھیک ہو کر گھر آ گئی تھیں، وہ اپنے وعدے کو نہیں بھولا تھا۔ وہ باقاعدگی سے چرچ جاتا تھا اپنی خوشی کے ساتھ، جوں جوں وہ اپنے مذہب کو جان رہا تھا اسے احساس ہو رہا تھا کہ اپنی زندگی کے بیس سال اس نے گمراہی میں بسر کیے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀

"سٹارک! تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے کہیں......؟" کیرن نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"میرا دماغ اب ٹھیک ہوا ہے۔" وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ مذہب کے بغیر بھی زندگی آرام سے گزاری جا سکتی ہے؟" آج سر پیٹر نہیں آئے تھے اور سٹارک نے کلاس میں مسیحی تبلیغ شروع کر دی۔ کچھ اسٹوڈنٹ بیٹھے رہے اور کچھ اٹھ کر چلے گئے۔ سٹارک اب اکثر و بیشتر یہی کرنے لگا تھا۔ کبھی کینٹین میں، کبھی کالج پارک میں اور کبھی لائبریری میں...... جہاں موقع ملتا وہ اپنی تبلیغ شروع کر دیتا تھا۔

"پہلے مجھے بھی یہی لگتا تھا کہ مذہب کے بغیر زندگی آرام سے گزر سکتی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ زندگی میں اگر مذہب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔" کالج آف ہونے کے بعد وہ دونوں ایش کے گھر جا رہے تھے جو دو دن سے کالج نہیں آ رہی تھی۔

"ہم اس وقت ایش کے گھر جا رہے ہیں۔ وہ دو دن سے کالج نہیں آئی اور تم اس لیے جا رہے ہو کیوں کہ اب یہ تمہارے لیے ایک مذہبی کام ہے۔" اس نے کار ایش کے گھر کے آگے روکی تھی۔

"بالکل!" اس نے بلا تامل جواب دیا تھا۔ وہ دونوں اتر کر اندر آ گئے۔ ایش کا ملازم چونکہ انہیں جانتا تھا اسی لیے اس نے انہیں نہ روکا۔ وہ دونوں جیسے ہی لاؤنج میں داخل ہوئے، ٹھٹک کر رک گئے۔ ایش کے مام ڈیڈ جھگڑ رہے تھے اور وہ خود ایک صوفہ پر بیٹھی خاموش تماشائی بنی تھی۔ ان پر نظر پڑی تو وہ چونک کر اٹھی تھی اور تیزی سے ان کے نزدیک آئی۔

"سوری ایش! ہمیں شاید تمہیں اطلاع کر کے آنا چاہیے تھا؟" سٹارک نے کہا تھا کیرن اس کے مام ڈیڈ کو لب بھینچے دیکھ رہی تھی۔ اس کی مام حد سے زیادہ بدزبانی کا مظاہرہ کر رہی تھیں اور اس کے ڈیڈ نشے میں تھے۔

"تم کیا سمجھ رہے ہو سٹارک! اگر تم اطلاع کر کے آتے تو یہ منظر دیکھنے کو نہیں ملتا؟" وہ طنزیہ ہنسی ہنس دی تھی۔

"یہ دونوں تمہیں جب ملیں گے، ایسے ہی ملیں گے۔" وہ ان دونوں کو اپنے کمرا میں لے آئی تھی۔ 'بچپن سے لے کر آج تک میں نے انہیں لڑتے ہی دیکھا ہے۔ تم لوگ سوچتے ہوں گے ایش کیسی بری لڑکی ہے، رات رات بھر گھر سے باہر رہتی ہے۔ میں چاہتی ہوں جب یہ دونوں گھر پر نہ ہوں، میں اس وقت آؤں کیوں کہ ایک ڈیڑھ بجے اگر میں آ کر سو جاؤں تو تین چار بجے یہ لوگ جنگلیوں کی طرح لڑتے ہوئے آ جاتے ہیں۔" اس کے لہجے میں ماں باپ کے لیے شدید نفرت تھی۔ سٹارک لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ کتنی بے سکونی اور پریشانی تھی اس کے چہرے پر۔ اس کے ماں باپ خود تو تباہی کے راستے پر چل رہے تھے لیکن دلدل اس کے لیے بھی بنا چکے تھے۔

"تمہارے والدین ایک دوسرے کو طلاق کیوں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سے میری بیٹی ہو۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ وہاں کچھ طلباء وطالبات ایسے بھی تھے جو مارگریٹ کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں پہلے نمبر پر جوزفین ٹامور تھی۔ وہاں کچھ ایسے طلباء بھی تھے جو مارگریٹ کو سراہ رہے تھے۔ کچھ ایسے تھے جو مذہب کو اہمیت نہ دیتے تھے اور ان پر اس بات کا کچھ اچھا برا کوئی اثر نہ ہوا تھا ان میں نمبر دو وہ تھی جو کہتی تھی کہ میں مذہبی نہیں ہوں۔

"تم نے اپنا مذہب چھوڑ دیا؟" سر کے باہر جاتے ہی جوزفین اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی۔ "تم ایسا کیسے کرسکتی ہو؟"

"میں جب سے اس مذہب سے وابستہ ہوئی ہوں، سکون میں ہوں اور دیکھو تو مجھے کتنی ساری خوشیاں مل رہی ہیں۔" ایش کے لہجے میں عقیدت تھی۔

"تم اپنے مذہب سے وابستہ ہی کب تھیں، تمہیں پتا ہے تم نے اپنا کتنا نقصان کرلیا ہے؟" جوزفین کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ کیا کر ڈالے۔

"اف یہ مذہبی جھگڑے.....!" وہ کندھے اچکاتی فائل اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔ جوزفین نے ایک تاسف بھری نظر اس پر ڈالی تھی جو اب دروازے تک پہنچ چکی تھی۔

"کیرن! ایک منٹ یار!" ان کی کلاس فیلو لیزا نے اسے روکا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہوگئی۔ وہ اس سے کچھ دن پہلے کے نوٹس مانگ رہی تھی۔

"کس خوشی کی بات کر رہی ہو تم.....؟ مذہب اسلام کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟" شارک کی آواز میں اس کی آواز دب گئی یا وہ لفظ ہی بھول گئی کہ اسے لیزا کو کیا کہنا ہے۔ لیزا نے بھی چونک کر شارک کو دیکھا تھا جو جوزفین کی باتوں پر حسب عادت غصہ میں آچکا تھا۔

"میں اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ اور مذہب کو بھی پڑھ رہا ہوں۔ اچھی طرح جانتا ہوں ہر مذہب کے متعلق اور اگر کوئی مذہب سب سے سخت ہے تو وہ ہے اسلام۔ کوئی ایک خوشخبری تمہیں اس میں نہیں ملے گی۔ قرآن کی خبر بہت سخت گیر ہے۔ قرآن کی ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے۔

"البتہ جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے وہ ہی یہ توقع کرسکتا ہے کہ وہاں فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔"

"یعنی اگر ایک شخص ایمان نہیں لاتا وہ تو قطعی طور پر جہنمی ہے لیکن اگر وہ ایمان لے بھی آتا ہے تو بھی یقین نہ رکھے بلکہ محض توقع رکھ سکتا ہے کہ شاید فلاح پالے یعنی روز محشر وہ یک وتنہا خدا کے سامنے کھڑا ہوگا نہ کوئی دوست نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ محض توقع کہ شاید اس کی بخشش ہو جائے اور یہ مسلم لوگ ایسے شر پسند کہ آج انہیں علم ہو جائے کہ ایک مسلمان لڑکی عیسائی ہوگئی ہے تو اسے واجب القتل قرار دے دیں۔" شارک چیخ رہا تھا۔ کون کیا محسوس کر رہا تھا۔ اسے احساس نہیں تھا حتیٰ کہ اسے اپنا بھی احساس نہ رہا تھا۔ کیرن کے کانوں میں شارک کا ہر لفظ پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اتر رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے شارک نے اس کی پشت پر خاردار کوڑوں کی برسات کردی ہو۔ وہ ساکت رہ گئی تھی۔ اگر اس کی تمام باتوں کو عام الفاظ میں کہا جائے تو وہ مذہب اسلام کو برا کہہ رہا تھا۔ اسے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ ہر ہر مسام سے پسینہ پھوٹتا محسوس ہوا۔ شارک ایش کو لے کر وہاں سے جا چکا تھا۔ وہ میکانکی انداز میں باہر آئی تھی اور صرف کلاس سے نہیں بلکہ کالج سے بھی نکل گئی۔ اپنی کار کی بجائے پیدل ہی وہ گھر کے راستے پر چل دی تھی۔ اس کا ذہن

مکمل طور پر ماؤف ہو چکا تھا۔ وہ چل رہی تھی لیکن اس کی منزل کہاں تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا۔ یہ امریکا تھا، یہاں کے موسم کا کچھ علم نہ تھا۔ اس کا اوور کوٹ گاڑی میں تھا اور اب برف باری شروع ہو چکی تھی۔ کئی لوگوں نے حیرت سے اس برف باری میں کسی بھی گرم کپڑے سے بے نیاز اس لڑکی کو دیکھا۔ وہ اب گلی کے ایریا میں داخل ہو چکی تھی۔ وہ کب سے چل رہی تھی۔ اسے خود اندازہ نہ تھا۔ اسے برف باری میں بھیگتے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔ وہ اتنے ماؤف ذہن میں تھی کہ گھر کی گلی کے آگے سے گزر کر دوسرے گلی میں داخل ہو چکی تھی۔ گلی کے کافی اندر جا کر وہ ایک بینچ پر بیٹھ گئی۔

"میں مذہبی نہیں ہوں۔" ان تین گھنٹوں میں اس کے ماؤف ذہن نے کچھ بھی نہ سوچا تھا اور اب بینچ پر بیٹھتے ہوئے اس نے واپس اپنے خول میں سمٹنا چاہا تھا لیکن وہ خول شارک کے لفظوں نے کرچی کرچی کر دیا تھا۔

"اگر آج مجھے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ علم ہوتا تو شارک کی مجال نہ ہوتی یہ سب کہنے کی۔ کیا رب میری اس لاعلمی کو معاف کردے گا؟ اس نے میرے دین کی شان میں گستاخی کی اور میں نے سنا.....! میں نے کیسے سن لیا؟ اس کا منہ کیوں نہ توڑ دیا۔" وہ سوچتے ہوئے یکلخت ٹھٹک کر رکی۔ ایک آواز جیسے کہیں دور سے آئی تھی۔

"اپنے نبی ﷺ کے نام کے ساتھ درود پاک پڑھتے ہیں۔" وہ ساکت بیٹھی رہ گئی۔ وہ تین چار سال کی تھی جب اس کی دادی امی نے اس سے یہ بات کہی تھی، ساتھ ہی اسے ایک درود پاک یاد کروایا تھا لیکن اس وقت اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔ اس کے ماما پاپا دونوں نوکری کرتے تھے۔ اس کا زیادہ وقت اپنی دادی امی کے ساتھ گزرا تھا۔ اسے پوری نماز انہوں نے سات سال کی عمر میں یاد کروادی تھی۔ وہ اکثر اس کی ذہانت پر حیران ہوتی تھیں۔

"یقین کرو حیدر! آج تک ایک بار بتا کر کبھی میں نے اسے دوسری بار نہیں بتایا۔ یہ فوراً یاد کرلیتی ہے۔" وہ دس سال کی تھی جب دادی امی کی وفات ہوگئی تھی۔ وہ اس ہدایت بھری گود سے محروم ہوگئی تھی۔ اس وقت اس کا بیسواں سیپارہ تھا۔ وہی اس کے لیے آخری بھی ثابت ہوا تھا کیونکہ اس کے ماما پاپا مذہبی نہیں تھے اور اس نے کلمہ نماز قرآن سب بھلا کر ایک جملہ سیکھ لیا۔

"میں مذہبی نہیں ہوں۔" اسے رونا آنے لگا تھا۔ اگر وہ مرگئی تو کیا منہ لے کر جائے گی رب کے حضور.....! اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ جب اسے دوبارہ ہوش آیا تو وہ چونک گئی۔ وہ اسپتال میں تھی۔

"آپ برف باری میں بھٹکنے کے باعث ایک گھر کے آگے بے ہوش ہوگئیں۔ وہ فیملی آپ کو یہاں لے کر آئی ہے۔ وہ لوگ آپ کے والدین کو بھی جانتے تھے۔ آج آپ کو تین دن بعد ہوش آیا ہے۔"

"تین..... تین دن بعد.....؟" نرس اس کا حیرت سے کھلا منہ دیکھنے کے لیے رکی نہیں تھی۔ وہ باہر نکل گئی۔ اگلے لمحہ پاپا ماما اندر آگئے تھے۔

"بیٹا! یہ کیا تھا، آپ نے اپنی گاڑی کالج کے باہر ہی چھوڑ دی اور خود پیدل گھر تک آئیں؟" ماما بے حد پریشانی کے عالم میں اس کے قریب آئی تھیں۔ "اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو....."

"تو میں اپنے رب کو کیا منہ دکھاتی.....؟" اس کا لہجہ ہر احساس سے عاری تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ماما پاپا حیران ہوئے۔

"پاپا! مجھے یہاں کون لایا.....؟" اچانک اسے وہ گھر یاد آیا جہاں وہ بے ہوش ہوئی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"پیش امام صاحب!" ان کے جواب پر وہ چونک گئی۔ "ابھی کچھ دن پہلے ہی آئے ہیں وہ۔ اپنے گھر میں ہی چھوٹی سے مسجد بنالی۔ اوپر رہائش ہے۔" پاپا نے تفصیل بتائی تھی۔

"ماما! آپ ان سے کہیں مجھے اسپتال سے چھٹی چاہیے۔"

"آپ کا یہاں رہنا بہتر ہے۔ آج آپ تین دن بعد ہوش میں آئی ہیں اور....."

"پاپا! میں خوش قسمت ہوں جو مجھے ہوش آ گیا ہے۔ اگر بے ہوشی میں مرجاتی تو کیا ہوتا؟ پلیز پاپا! پہلے ہی اتنی دیر ہوگئی ہے۔ اب مجھے مزید دیر نہیں کرنی ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ..... کیا مطلب ہے؟" وہ دونوں اس کی وجہ سے کتنے پریشان تھے۔ اسے شاید احساس بھی نہیں تھا۔

"مجھے میرے دین کے متعلق دادی نے بتایا تھا مگر میں بھول گئی۔ اب مجھے پھر سے یہ تعلیمات حاصل کرنی ہیں۔" وہ انہیں نہیں کہہ رہی تھی۔ اپنے آپ کو بتا رہی تھی مگر وہ چونک گئے۔ اب ہر بات واضح ہو چکی تھی۔ جس روز میڈیا پر اس کے کالج کی ایک لڑکی کی مذہب تبدیل کرنے کی خبر آئی تھی' وہ اسی دن بے ہوش ملی تھی۔

"اوہ! تو آپ نے اپنی دوست ایش کی اتنی شدید ٹینشن لے لی؟"

"ایش کو کیا ہوا؟" اس نے پاپا کو چونک کر دیکھا۔

"اسے کیا ہونا ہے، اس نے میڈیا پر اعلان کیا ہے کہ اس نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ہے اور اسلام کے خلاف اس نے کافی باتیں بھی کی ہیں۔" ماما تلخ ہوگئی تھیں۔ وہ بہت مذہبی نہ تھیں لیکن انہیں ایک مسلمان لڑکی کے اس عمل سے تنفر محسوس ہوا تھا اور پھر اس کا اپنی بیٹی کے ساتھ ہونا انہیں ایک خدشہ میں مبتلا کر گیا تھا۔ انسان مذہب کے لیے لڑتا ہے، مرتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ یہ قول ان پر صادق آتا تھا۔

"اور اس کے مام ڈیڈ.....! انہوں نے کیا کہا؟" اسے اسٹارک کی بات یاد آئی جسے ایش کے والدین کی طرف سے خطرہ تھا۔

"امریکی حکومت نے ایش کے اس فعل کو سراہتے ہوئے اسے ایک خوب صورت گھر کے ساتھ ساتھ کافی بڑی رقم بھی دی ہے اور ان سب نے اس کے ماں باپ کی زبان بند کردی ہے۔" پاپا نے بتایا اور اس کے لب بھنچ گئے۔

"پاپا! پلیز ان سے کہیں مجھے یہاں سے جانے دیں۔" اس نے کہا تو پاپا سر ہلاتے ہوئے باہر نکل گئے تھے اور اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں پھر اسٹارک کی آواز پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔

"کیسی طبیعت ہے کیرن اب؟" اسٹارک سیدھا اس کی طرف آگیا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"تم دونوں باتیں کرو۔ میں ذرا تمہارے انکل کو دیکھ لوں۔" ماما کہہ کر باہر چلی گئی تھیں۔

"اے کیرن! یار کیا کر کے بیٹھ گئیں؟ اتنا پریشان ہو گئے تھے ہم لوگ۔" وہ بے حد اپنائیت سے اس سے کہہ رہا تھا، وہ بس اسے دیکھتی رہی۔

"یہود و نصاریٰ کو ہرگز اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔" یہ اس کے قرآن پاک میں رب کا فرمان تھا۔

"میرا نام کرن ہے۔" اس نے دانت پر دانت جما کر کہا تھا۔

"مجھے پتا ہے کہ تمہارا نام کیرن ہے۔" وہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ یقیناً اس وقت وہ اس کی دماغی حالت پر شبہ کر رہا ہوگا۔

"تمہارے منہ سے میرے نام کا صحیح تلفظ ادا نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ عیسائی نام بن جاتا ہے۔ تم میرے نام کو ٹھیک طرح سے پکارو۔ کرن۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ نام تو وہی ہے نا!"

"تم خداوند کو خدا کیوں نہیں کہتے۔ صرف اس لیے کہ مسلمان بھی خدا کہتے ہیں۔ تم ہم جیسا کام نہیں کرنا چاہتے اور ہم تم جیسے کام کریں.....! کیوں؟"

"تم اور مذہب کی باتیں کر رہی ہو؟ حیرت ہے۔" اس کی حیرانی مزید بڑھی تھی۔

"تمہارے اندر کے گھٹیا پن نے میرے اندر مذہب کو جگا دیا ہے۔"

"کیا حماقت ہے کیرن! کس طرح بات کر رہی ہو تم میرے متعلق.....؟" وہ حسب عادت بھڑکا تھا۔

"بکواس بند کرو۔ اگر دوبارہ مجھے کیرن کہا تو منہ توڑ دوں گی۔ کرن کہو کرن۔" وہ اس سے زیادہ زور سے چیخی تھی۔

"تم اور مجھ پر غصہ کر رہی ہو کیرن!" اسے یقین نہ آیا تھا۔

"میں صرف اپنے دوست پر غصہ نہیں کرتی اور تم میرے دوست نہیں ہو۔ میرے دین کے خلاف ایک لفظ بھی بولنے والا میرا دوست ہو بھی نہیں سکتا۔"

"جانتی ہی کیا ہو تم اپنے مذہب کے بارے میں.....؟ مارگریٹ کو دیکھ لو، سمجھ دار لڑکی ہے۔ اپنی مرضی سے اس نے عیسائیت کو قبول کیا ہے۔ اسے اس مذہب میں سچائی نظر آتی ہے جبھی تو اس نے قبول کر لیا ہے۔" وہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک اس لڑکی کو کیا ہو گیا۔

"نہیں جانتی ہوں اپنے مذہب کے بارے میں تو جان لوں گی لیکن تم ایک بات کان کھول کر سن لو۔ آج کے بعد میرے مذہب یا میرے نبی ﷺ کے بارے میں کچھ کہنا چاہو تو سوچ سمجھ کر کہنا۔ سمجھے!" اس کے انداز میں تنبیہ تھی۔ وہ اپنے اندر اٹھتے اشتعال پر قابو پاتا تیزی سے پلٹ گیا تھا۔ پاپا اس کی چھٹی کے بعد بل ادا کر کے آ گئے تھے۔ وہ اسپتال سے باہر نکل آئی تھی۔ صرف اسپتال سے نہیں، اپنی پچھلی زندگی سے بھی.....! اب ایک نئی زندگی کی شروعات تھیں۔

"مذہب کے بغیر بھی زندگی گزاری جا سکتی ہے۔" وہ اکثر کہتی تھی لیکن اب سب کچھ بدل گیا تھا۔ "زندگی رہے نہ رہے لیکن ایمان ساتھ رہے۔" اسپتال سے گھر تک کا راستہ میں اس نے صرف یہی ایک بات سوچی تھی۔ وہ خوش قسمت تھی جبھی بنا کسی نقصان کے ایمان کی طرف لوٹ آئی تھی۔

"خدا مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے اپنی خوش قسمتی پر کوئی شک نہیں ہے۔" ٹی وی پر ایش کا انٹرویو آ رہا تھا۔ اس نے اسے دیکھ کر رب کے حضور شکرانے کے نفل ادا کیے۔ اسے نماز اور وضو کچھ بھی یاد نہ تھا۔ اس نے یہ سب دادی امی کی کتابوں سے سیکھا تھا اور اسی نماز کی کتاب کو وہ پاپا کے پاس لے آئی تھی۔

"یہ دیکھیں پاپا قرآن پاک میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

"اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔"

میرا یہ فرض ہے پاپا کہ نا صرف خود ہی نماز پڑھوں بلکہ آپ سے بھی کہوں؟" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"یہ تمہارا نہیں، میرا فرض تھا بیٹے!" انہوں نے افسردگی سے کہتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ وہ اس معاملے میں بھی خوش قسمت ٹھہرائی گئی تھی، اسے اپنے ماں باپ سے اختلاف نہیں کرنا پڑا تھا۔ ماما نے بھی نماز شروع کر دی تھی۔

❀❀❀❀❀❀

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

کیونکر نہ میرے دل میں ہو الفت رسول ﷺ کی
جنت میں لے کے جائے گی چاہت رسول ﷺ کی

وہ چلتے چلتے ٹھٹک کر رکی تھی۔ فجر کے بعد وہ یوں ہی چہل قدمی کرنے نکلی تھی۔ وہ سڑک تک آ گئی اور واپسی پر اس نے سڑک پار کرلی۔ اب وہ چرچ کے سامنے تھی۔ وہ پارک چرچ سے ملحق تھا لیکن عام پارک کے طور پر استعمال ہوتا تھا اور اس کی بینچ پر دو ہم شکل لڑکے بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے ایک آنکھیں بند کیے جذب سے نعت پڑھ رہا تھا۔ وہ چند لمحے ساکت کھڑی اسے سنتی رہی۔ اسی اثناء میں دوسرے لڑکے کی نظر اس پر پڑ گئی تھی۔

"سعد! وہی....." دوسرے لڑکے نے اس کا کندھا ہلایا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

"آپ کرن ہیں نا!" اس نے مسکرا کر پوچھا۔ وہ چونک گئی۔

"تمہیں کیسے پتا؟"

"آپ ہمارے گھر کے باہر بے ہوش ہوگئی تھیں، ہم ہی آپ کو اسپتال لے کر گئے تھے۔"

"لیکن مجھے تو اس مسجد کے پیش امام صاحب....." وہ الجھی۔

"ہم ان کے بیٹے ہیں۔ میرا نام سعد ہے اور یہ اسد۔" اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ دونوں جڑواں ہیں؟"

"جی اور آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟"

"ٹھیک ہوں۔" وہ کئی دن سے کالج بھی نہ گئی تھی۔

"آپ نے اپنے پاپا سے کہلوایا تھا نا کہ پیش امام صاحب آپ کو قرآن پاک پڑھا دیں؟" سعد نے تصدیق چاہی تھی۔ اس نے سر ہلا دیا۔ اس سے قرآن پاک باوجود کوشش کے نہیں پڑھا جا رہا تھا لیکن پیش امام صاحب نے جواب دیا تھا کہ ان کے پاس فی الحال لڑکیوں کے مدرسے کا انتظام نہیں ہے۔ وہ پوری کوشش کر رہے ہیں جوں ہی یہ مدرسہ قائم ہوا آپ کو اطلاع کر دیں گے۔ پیش امام صاحب کا یہ جواب سن کر آج اس کا ارادہ اسلامک سینٹر جانے کا تھا۔

"آپ ہم سے قرآن پاک پڑھیں گی؟" اس پیش کش پر اس نے انہیں غور سے دیکھا۔ وہ بمشکل پندرہ سال کے رہے ہوں گے۔ یعنی اس سے پانچ سال چھوٹے۔

"کیا تم لوگ قرآن پڑھ چکے ہو؟"

"جی! بالکل ہم حافظ قرآن بھی ہیں اور عالم قرآن بھی۔"

"اتنی سی عمر میں.....؟" وہ چلائی۔

"ہم سولہ سال کے ہیں۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور چار سال سے عالم کا کورس کر رہے ہیں۔ یہ سال ہمارا پانچواں سال ہے۔" اس نے بتایا تھا۔

"تم لوگ مجھے قرآن پاک پڑھاؤ گے؟"

"لیکن ہماری ایک شرط ہے!" سعد نے کہا۔

"وہ کیا.....؟"

"آپ صبح فجر کے بعد یہاں آ جایا کریں۔ ہم یہیں آپ کو قرآن پاک پڑھائیں گے۔" سعد بولا تھا۔

"لیکن سامنے چرچ کی عمارت اور....."

"ظالم کے سامنے کلمۂ حق کہنا جہاد ہوتا ہے۔ یہ تو کافر بھی ہیں۔ یہاں تو دُگنا جہاد ہو جائے گا۔" سعد کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

"سعد! بالکل بکواس نہیں چلے گی۔ ہم اپنے گھر میں ہی پڑھنا پڑھانا کریں گے۔ اپنی مسجد کو دیکھنا ثواب کا کام ہے۔" اسد نے فوراً اسے ڈپٹا تھا۔

"خاموش رہو اسد! سوچ سمجھ کر بولو۔ یہ کوئی بکواس نہیں ہے۔ اپنی مسجد کو دیکھنا ایک ثواب لیکن چرچ کو دیکھتے ہوئے توحید کی گواہی دینا دوثواب ہیں۔"

"سعد! تم ان لوگوں سے پٹو گے۔ پرسوں بھی وہ بوڑھی مدر تم پر کتنا غصہ کر رہی تھی۔" اسد کو اس کی فکر ہوئی تھی۔ وہ دھیمے سے مسکرایا۔

"پھر آپی! طے ہوا کہ آپ یہاں آئیں گی؟"

"یہ "آپی" کس خوشی میں طے ہوا؟" وہ مسکرا دی۔

"اصل میں آپ ہم سے بڑی ہیں۔ اگر آپ کو برا لگا تو معذرت۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"برا تو مجھے واقعی لگا کہ مجھ سے چھوٹے بچے میرے استاد ہیں۔ میں کس قدر نااہل ہوں۔" وہ افسردہ ہوگئی تھی۔

"آپی! پھر آپ کل سے گھر آ جائیں۔" اسد نے فوراً کہا تھا۔

"نہیں، ہم یہیں آئیں گے پڑھنے کے لیے....." سعد نے بھی فوراً کہا تھا۔

"اسد! وہ لوگ ہمیں جتنا نقصان دے رہے ہیں، ہم تو ایسا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ ایک دل کی خوشی ہے۔ اسے تو پورا کرنے دو۔" اس نے اسد کی بات کاٹ دی۔

"دل کی خوشی.....!" اسد چونکا۔ اس نے بھی حیرت سے سعد کو دیکھا۔

"حضور ﷺ کی حدیث پر عمل کرنے سے دل کو خوشی ملتی ہے اور میرے آقا ﷺ کی حدیث ہے کہ ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا جہاد ہے۔" وہ مسکرایا۔

"سعد تم بھی نا کسی کو بولنے کے قابل نہیں چھوڑتے ہو۔" اسد نے کہا تھا وہ بھی مسکرا دی۔

"پھر آپی! کل صبح یہیں ملیں گے۔ ٹھیک ہے۔"

سعد کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ بھی اثبات میں سر ہلا کر ان کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

❀❀❀❀❀❀

"یہ کیا ہے بھئی؟" جس نے دیکھا تھا، اس نے ایک بار ضرور یہ کہا تھا۔

"میرے مذہب کی صحیح تعلیم۔" وہ سر پر اسکارف باندھے اس وقت کلاس روم میں موجود تھی۔ سٹارک نے اسے دیکھتے ہی لب بھینچے تھے۔

"کیرن! آپ بھی مذہبی ہوگئی ہو؟" سر ولیم نے کہا تھا۔ وہ مسکرا دی اور اپنے نام کی تصحیح کی جس پر وہ مسکرا دیے۔

"چلو اچھی بات ہے۔ آج کل بچوں میں بالکل مذہبی رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے۔" انہوں نے کہا اور پھر اپنا مضمون پڑھانا شروع کر دیا تھا۔ ان کے نکلنے کے بعد وہ جوزفین کے قریب آ گئی جو آج کلاس میں دیر سے آئی تھی۔ جوزفین اسے دیکھ کر حیرت مسکرائی تھی۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا، ہم اپنے مذہب کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ دنیا اور آخرت کی ہر خوشی اسی میں ہے لیکن ہم مسلم ہو کر نہیں جانتے تھے، تو تم کیسے جانتی تھیں؟" جوزفین نے کوئی جواب نہیں دیا بس اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"طلبا و طالبات کیسے ہیں آپ!" اسی لمحے سر پیٹرک اندر داخل ہوئے۔ وہ جوزفین کی کرسی پر جھکی ہوئی تھی۔ سیدھی ہوگئی اور تیزی سے اپنی نشست کی طرف آئی۔ سر پیٹرک یوں ہی اچانک آتے تھے اور کلاس میں کھلبلی مچ جاتی تھی کیوں کہ اکثر طلباء اپنی کرسیاں چھوڑ کر دوسروں سے باتوں میں مگن ہوتے تھے۔

"ٹھیک سر!" سب نے جواب دیا تھا لیکن سر پیٹرک کی نگاہیں اس پر جم گئی تھیں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner .com

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

"یہ کیا کیرن!"

"سر میرا نام کیرن نہیں کرن ہے۔ اس نام کا تلفظ آپ سے صحیح نہیں ادا ہوتا تو کوشش کریں۔"

"آپ یاد رکھیں کہ آپ یہاں پڑھنے آرہی ہیں۔" ان کے لہجے میں تناؤ تھا۔

"مجھے یاد ہے سر کہ میں یہاں پڑھنے آرہی ہوں۔" اس کا لہجہ مؤدبانہ تھا۔

"پھر یہ اسکارف لپیٹ کر کیا کر رہی ہیں آپ یہاں.....؟"

"کالج کی کس دیوار پر لکھا ہے کہ یہاں اسکارف پہن کر آنا منع ہے۔"

"میں ہرگز آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ آپ یہاں مذہب کی تبلیغ کریں۔"

"شارک کر سکتا ہے تبلیغ کیوں کہ وہ عیسائی ہے اور آپ اس کے حامی.....! جبکہ میں اپنے مذہب کی تعلیم پر عمل بھی نہیں کر سکتی، اس لیے کہ میں مسلم ہوں؟"

"خاموش رہیں اور اتاریں یہ اسکارف..... ورنہ میں آپ کو اپنی کلاس سے باہر کر دوں گا۔" انہیں غصہ آ گیا تھا۔ وہ لب بھینچے انہیں دیکھتی رہی۔

"یہ اس ملک کا نعرہ ہے کہ جو جیسے چاہے کرے، کوئی دوسرا اس کے معاملات میں دخل اندازی کرنے کا حق نہیں رکھتا پھر آپ میرے معاملات بلکہ مذہبی معاملات میں کیسے دخل اندازی کر سکتے ہیں؟"

"خاموش رہیں، فوراً میری کلاس سے باہر نکل جائیں۔" وہ آپے سے باہر ہو گئے تھے۔

"کیوں نکل جاؤں میں اس کلاس سے باہر.....؟ اس لیے کہ میں نے اسکارف پہنا ہوا ہے۔ یہی لباس آپ کے چرچ میں "نن" بھی پہنتی ہے۔ ان پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہے؟" سب طلباء لب بھینچے ان دونوں کی تکرار دیکھ رہے تھے۔

"نکل جاؤ!" وہ چیخ اٹھے۔ وہ پکے عیسائی تھے۔ وہ اسلامی تبلیغ برداشت کر ہی نہیں سکتے تھے۔ ان کا بس چلتا تو ایک ایک مسلم کو اپنے ملک سے باہر کر دیتے لیکن اس وقت وہ بس ایک مسلم کو اپنی کلاس سے نکال سکتے تھے۔

"آپ مجھے کلاس سے نہیں نکال سکتے ہیں سر! بحیثیت طالبہ میں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی ہے جو مجھے کلاس سے نکال دینے کی وجہ بن سکے۔ میں ہنگامہ کر دوں گی سر!"

"ٹھیک ہے۔ جو کرنا ہے وہ یہاں سے باہر جا کر کریں۔ اس کلاس سے اسی وقت نکل جائیں۔" اب صرف یہ باقی رہ گیا تھا کہ وہ اس کا ہاتھ تھام کر کلاس سے باہر کر دیتے۔

"میں آپ کو بتاتی ہوں کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ باہر نکل گئی تھی۔ شارک نے انہیں پانی دیا تھا۔ ان کے خون میں ابال آ رہا تھا۔ پانی پی کر انہوں نے خود کو نارمل کیا تھا پھر انہوں نے پڑھانا شروع کیا تھا۔ وہ محسوس کر رہے تھے کہ بہت سے طلباء کے چہروں پر ناگواری ہے یقیناً اس کا کلاس سے نکالا جانا انہوں نے پسند نہیں کیا ہوگا۔

"سر آپ کو پرنسپل صاحب بلا رہے ہیں۔" ایک پیون نے انہیں اطلاع دی۔

"انہیں کہو میں کلاس میں ہوں۔ فارغ ہو جاؤں، پھر آتا ہوں۔" وہ سمجھ گئے تھے یہ بلاوا کس لیے ہے۔

"وہ کہہ رہے ہیں آپ فوراً آ جائیں۔" انہوں نے لب بھینچ لیے تھے۔ وہ کلاس سے نکلے اور آفس کی طرف آ گئے۔ وہ یہی سمجھے تھے کہ وہ اکیلی ہوگی لیکن پرنسپل آفس کے باہر طلباء کا مجمع دیکھ کر وہ چونک گئے۔ وہ سب مسلم طلباء تھے۔

"سر پیٹرک! کس وجہ سے آپ نے کیرن کو باہر

نکالا ہے؟"

"یہ سب کیا ہے؟" وہ عام پروفیسر نہ تھے۔ اس کالج کی انتظامیہ میں شامل تھے۔

"سر! یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ ہمارے مذہب سے پھرنے والی لڑکی کو آپ حکومت سے تحفظات دلوا رہے تھے۔ اسے اپنی بیٹی بنالیا۔ ہمارے مذہب کی تعلیم پر عمل کرنے والی لڑکی کو آپ نے اپنی کلاس سے نکال دیا۔ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔"

"تم لوگ اس کالج میں، میرے اختیارات سے واقف ہو۔ میں چاہوں تو تم سب کو اس کالج سے باہر کر دوں اور میرے حکومتی اختیارات سے بھی تم لوگ ناواقف نہیں ہو۔ میں چاہوں تو تم لوگ کسی دوسرے کالج میں بھی داخلہ نہ لے سکو گے۔" سارے طلباء کو سانپ سونگھ گیا کیونکہ ان کے بڑے بھائی اس شہر کے میئر تھے اور ان کے تعلقات گورنر اور صدر تک تھے۔

"اب تم سب اپنی اپنی کلاس میں جاؤ۔ پہلی اور آخری غلطی کے طور پر سب کو معافی مل رہی ہے۔" سبھی کے لب بھنچ گئے تھے۔ وہ یہاں کی اقلیت میں سے تھے۔ اکثریت میں ہوتے تو یقیناً ڈٹے رہتے۔ ایک ایک کر کے مجمع چھٹ گیا تھا لیکن جاتے ہوئے سب کی نظریں جھکی ہوئی تھیں یقیناً وہ ایک مسلم کا ساتھ نہ دینے پر ضمیر کے آگے شرمندہ تھے مگر اپنا مستقبل ان سب کو عزیز تھا۔

"سر! ان محترمہ کے اس کالج سے نکال دیے جانے کے آرڈر تیار کر دیں گے آپ۔ انہیں آج ہی مل جانے چاہئیں۔" انہوں نے پرنسپل صاحب سے کہا تھا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے انہیں دیکھتی رہی۔ اس کا کیریئر ختم ہو گیا تھا۔ ایک اسکارف کی وجہ سے اسے کالج سے نکال دیا گیا تھا۔ یہ تھا امریکا۔ ایک آزاد ملک یہاں "اپنے کام سے کام رکھو" کا نعرہ بلند تھا لیکن ہر جگہ وہ مسلم سکون میں تھا جو اپنا اسلامی تشخص کھو چکا تھا اور جس نے ذرا بھی اپنی تعلیم پر عمل کرنا چاہا اس کے ساتھ یہی ہوا۔ وہ گھر آ گئی۔ پاپا ماما نے سنا تو حیران رہ گئے۔ پاپا نے اسی وقت اپنے وکیل سے بات کی تھی۔

"حیدر! تمہاری بیٹی پہلے تو اسکارف نہیں لیتی تھی؟" وہ حیران ہوئے۔

"اب آپ بتائیں ہم کیا کریں؟" انہوں نے تفصیل بتائی تھی ایش کے حوالے سے۔

"مجھے نہیں لگتا کیس کرنے کا کوئی فائدہ ہوگا کیونکہ عدالتیں بھی عیسائی ہیں تو فیصلہ انہی کے حق میں ہوگا۔ اسلامک سینٹر کے تحت بھی کالجز ہیں۔ تم ان میں داخلہ دلوا دو اپنی بیٹی کو۔" ان کا مشورہ مخلصانہ تھا۔

"پھر بھی میں کیس فائل کرنا چاہتی ہوں تاکہ سب کو پتا چل سکے کہ ایک مسلم لڑکی کو اسکارف کی وجہ سے کالج سے نکال دیا گیا ہے۔"

"یہ مسئلہ یہاں کسی کو پتا لگنے دیا جائے گا ہی نہیں، جس طرح ایش کا کیس میڈیا پر چل رہا ہے۔ یہاں ہزاروں تمہارے جیسے مسائل ہیں مگر کسی کو خبر نہیں۔" انہوں نے سمجھانا چاہا مگر وہ بضد رہی۔ کیس فائل ہوا اور وہ ہار گئی۔ کسی کو علم نہ ہو سکا۔ یہ اکیلے اس کا مسئلہ نہ تھا۔ میڈیا پر مسلمانوں کی دہشت گردی دکھائی جاتی ہے ان کی مظلومیت نہیں.....!

❀❀❀❀❀❀

جنت میں لے کے جائے گی چاہت رسول ﷺ کی

سعد بلند آواز میں لہک لہک کر پڑھ رہا تھا اور وہ اس کو اپنا سبق سنا رہی تھی۔ سعد کی آواز میں بے پناہ سوز تھا۔ اس وقت پارک میں اکا دکا لوگ تھے۔ چرچ کا دروازہ بھی اس وقت بند تھا کیونکہ فجر کے بعد ہلکا ہلکا سا دھندلکا ہوتا تھا۔ وہ روز یہاں آتے تھے۔ اس نے اسلامک سینٹر کے تحت ایک کالج میں داخلہ لے لیا تھا اور اب گھر سے اس کا کالج بہت دور ہو چکا تھا۔ اسی لیے اسے گھر سے جلدی نکلنا پڑتا تھا تو یہاں وہ فجر کی نماز پڑھتے ہی آ جاتی تھی۔ آج اسے یہاں آتے تیسرا دن تھا۔

یارب دکھا دے آج کی شب جلوۂ حبیب ﷺ
ایک بار تو عطا ہو زیارت رسول ﷺ کی

"سعد! تمہیں یہ نعت بہت پسند ہے؟" وہ اپنا سبق سنا چکی تھی۔ سعد مسکرایا تھا۔

"مجھے حضور پر نور ﷺ کی ہر نعت پسند ہے مگر بس اس چرچ کو دیکھ کر یہی نعت پڑھنی اچھی لگتی ہے کہ یہ لوگ آقا ﷺ کی عداوت کے باعث جنت میں نہ جا سکیں گے اور میں اپنے نبی ﷺ سے محبت کے باعث جنت میں جاؤں گا۔"

"سعد! کیا صرف آقا ﷺ سے محبت ہی جنت میں لے جائے گی؟" اچانک اسے کچھ یاد آیا تو اس نے پوچھا۔

"بالکل!" اس نے فوراً جواب دیا تھا۔

"سعد! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ انہیں خدا سے بخشوا لیں گے لیکن اس کے لیے انہیں کچھ نیک عمل کرنے ہوں گے۔ تو کیا ہم صرف حضور ﷺ سے محبت کے باعث جنت میں جائیں گے۔ خواہ عمل کریں یا نہ کریں؟" اسے فادر کی بات یاد آئی جنہوں نے بھلائی کے کام کرنے کے لیے کہا تھا کیونکہ یہ جنت میں لے جائیں گے۔

"آپ نے کبھی کسی سے محبت کی ہے؟" اسد نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔ سعد بے اختیار ہنس پڑا تھا۔

"نہیں۔" وہ اس کے یوں ہنسنے پر جز بز ہوئی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ اس نے کچھ غلط کہہ دیا ہے۔

"پہلے آپ محبت کریں۔" سعد نے کہا۔

"کس سے.....؟" وہ چونک گئی۔

"اللہ عزوجل کے رسول ﷺ سے کیوں کہ میرے آقا ﷺ کا فرمان ہے۔

تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے ماں باپ اولاد اور مال سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

پھر جب آپ یہ محبت کرنے لگیں گی تو نیک عمل آپ کو کرنے ہی نہیں پڑیں گے وہ خود بخود آپ سے ہونے لگیں گے۔ آپ کبھی نماز نہیں چھوڑیں گی کیونکہ یہ اللہ عزوجل کا حکم اور نبی پاک ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ آپ کی وجہ سے کسی کا دل دکھ جائے گا تو آپ افسردہ رہیں گی کیونکہ ہمارے رسول ﷺ نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا اور جن سے ہمیں محبت ہو، انہیں خوش رکھنے کی ہم لاکھ تدبیریں کرتے ہیں۔ آپ بھی ہر وہ کام کریں گی جس کا حکم اللہ عزوجل نے دیا ہے اور محبوب ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے اور رہی نیک عمل سے جنت میں لے جانے کی بات تو غیر مسلم کس قدر بھی نیک عمل کر لیں ہرگز جنت میں نہیں جائیں گے پھر چاہے وہ کافر ہوں جو سرے سے نبیوں کو نہیں مانتے یا پھر یہودی ہوں جو صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں یا پھر عیسائی ہوں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں جب تک یہ لوگ میرے نبی ﷺ کی نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے ان کا ہر نیک عمل بے کار ہے کیونکہ کفر ایک زہر ہے اور زہر کسی کھانے میں پڑ جائے اور اس میں بے حد عمدہ مسالے بھی ڈالے گئے ہوں اور اس کھانے کو آپ یہ سمجھیں کہ یہ صحت بخش ہے تو وہ آپ کی کم عقلی ہوگی یا بد نصیبی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Komer.com Digitized by Google

کہ اس کھانے سے صرف موت ملے گی صحت نہیں اور پھر یہ سب مانیں یا نہ مانیں، ہیں تو سب ہمارے نبی ﷺ کے امتی!''

''وہ کیسے.....؟'' اس نے اپنی بات ختم نہ کی تھی صرف سانس لینے کو رکا تھا لیکن اس سے صبر نہیں ہوا۔

''سورہ آل عمران آیت 81 میں ارشاد ہوتا ہے۔

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو کتاب میں تم کو دوں اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا، تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لے لیا۔ سب نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔''

انبیا سے لیے گئے اس عہد میں حضور ﷺ کی وہ عظمت ثابت ہوتی ہے جس کا اندازہ ناممکن ہے، عہد کا قصہ تو یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی ساری اولادوں کی روحیں نکالی گئیں پھر ان سے تین طرح کے عہد لیے گئے۔ ایک تو تمام مخلوق سے کہ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔'' سب نے عرض کی ''ہاں''۔ دوسرے علماء سے کہ تم احکام الٰہیہ کی تبلیغ کرنا۔ تیسرے انبیائے کرام سے جس کا آیت میں ذکر ہے، اس عہد کا اس طرح ذکر کیا گیا کہ اس عزوجل نے گروہ انبیاء کرام سے اس روز ارشاد فرمایا تھا۔

اے گروہ انبیاء! جب میں تم کو اپنی کتاب دوں اور نبوت کا تاج تمہارے سر پر رکھ دوں اور اپنے بندوں کو تمہارا امتی اور تابعدار بنا دوں پھر عین اسی حالت میں ہمارا یہ نبی آخری الزماں ﷺ دنیا میں جلوہ گر ہو جائے تو تمہارا فرض ہوگا کہ تم مع اپنی اپنی امتوں کے اس محبوب آخرالزماں ﷺ کے امتی بن جانا۔ اس محبوب کے آتے ہی تمہارا دین منسوخ ہوگا۔ تمہاری کتاب منسوخ ہوگی۔ تم کو ان کا خدمت گار اور معاون بننا ہوگا۔ کہو کیا تمہیں منظور ہے؟ تمام انبیائے کرام نے بخوشی منظور کرلیا۔ اقرار کرنے پر بھی عہد ختم نہ ہوا فرمایا گیا۔ ''اچھا اس پر ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ۔'' آدم علیہ السلام دوسرے انبیاء کرام یعنی نوح علیہ السلام وغیرہ پر۔ اور وہ حضرات حضرت آدم علیہ السلام پر۔ پھر بھی بات ختم نہ ہوئی۔ فرمایا ''ہماری شاہی گواہی بھی اس میں شامل ہے۔ ہم بھی تمہارے اس اقرار پر گواہ ہیں۔

اللہ عزوجل جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے کہ اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تو گواہی وغیرہ کی پابندی نہ ہوئی۔ سب نے فقط ''ہاں'' کہہ دیا بات ختم ہوئی مگر یہاں اقرار بھی کرایا، گواہی بھی لی اور سارے واقعہ پر اپنی شاہی گواہی بھی دی۔ رب تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کوئی بھی نبی ﷺ کا زمانہ نہ پائیں گے پھر بھی اقرار لیا کہ اگر پیغمبر ﷺ آجاتے تو ہم ان کی امتی بن جاتے۔ کم از کم ہر نبی کے پاس اس پر ایمان رہے۔ نیز ان کی امتیں اس واقعے کو سن کر اگر حضور ﷺ کا زمانہ پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور شب معراج میں سارے انبیاء کرام نے اس اقرار نامہ کو ثابت کردیا۔ سب نے مقتدی بن کر بیت المقدس کی زمین پاک میں امام الانبیاء حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔''

''سبحان اللہ! وہ نماز بھی کس لطف کی نماز ہوگی جس میں انبیاء مقتدی سید الانبیاء امام۔'' اسد نے بے اختیار کہا تھا اور وہ سانس روکے سعد کو دیکھ رہی تھی۔

''اس آیت سے معلوم ہوا کہ سارے پیغمبر علیہ السلام حضور ﷺ کے امتی ہیں اور حضور ﷺ نبی الانبیاء۔ تو یہ سارے لوگ جو نبی پاک ﷺ سے عداوت رکھتے ہیں کون ہوئے؟ ان کے امتی ہی

ہوئے۔ چاہے مانیں یا نا مانیں۔'' سعد رکا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

''آپی.....! آپی کیا ہوا؟'' سعد اور اسد دونوں بوکھلائے تھے۔

''آپی! کیوں رو رہی ہیں بتائیں تو.....؟''

''سعد..... سعد میں کیسے اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کروں جس نے مجھے ایسی شان والے نبی ﷺ کا امتی بنا دیا ہے۔ مجھ گناہ گار پر ایسا کرم میرے مالک! ایسا کرم جس کے شکر کے لیے مجھے اپنی پوری زندگی کم لگ رہی ہے اور اپنی کتنی عمر میں گناہوں میں گزار چکی ہوں۔'' وہ روتی رہی۔ ''سعد! کیا رب مجھے، میرے سب گناہوں کے لیے معاف کرے گا؟'' اسے اپنا ہر گناہ یاد آیا تھا۔ اس لمحہ وہ بہت خوف محسوس کر رہی تھی۔

''معافی کے متعلق کیا کہوں کیونکہ کسی کو نہیں پتا کہ ہمارے بارے میں رب عزوجل کی خفیہ تدبیر کیا ہے لیکن ایمان پاس ہونا بخشش کی دلیل ہے، یہ نہیں کہ آپ نے کلمہ پڑھ لیا اور ہر طرح کے کام کی چھوٹ مل گئی بلکہ آپ کو جاننا ہوگا کہ ہمارے دین کی کیا تعلیمات ہیں پھر اس پر عمل کرنا ہوگا اور اس عزوجل کی رضی مضبوطی سے تھامنی ہوگی، سب سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت کرنی ہوگی اور یہ علم حاصل کرنا ہوگا کہ ہمیں اس عزوجل اور نبی پاک ﷺ کی اطاعت کس طرح کرنی ہے کیونکہ بعض لوگ کلمہ پڑھ کر خود کو مسلمان کہتے ہیں اور کافر سے بدتر ہوتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ

''میری امت پر ایک وقت ایسا آئے گا، ایک شخص صبح کو مسلمان ہوگا اور شام کو کافر۔''

یعنی کچھ ایسے کلمات اس کی زبان سے ادا ہو جائیں گے جن کے سبب اس کا ایمان سلب کرلیا جائے گا اور اس کو خبر تک نہ ہوگی۔ بعض کو دنیا میں ہی ذلیل کردیا جاتا ہے اور بعض کو آخرت میں۔ جیسا کہ آج کل میڈیا پر ایک لڑکی کی خبر آرہی ہے، امریکا کا ہر چینل اس کا انٹرویو کر رہا ہے کیونکہ اس مسلمان لڑکی نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ہے۔'' اسد کی ہر بات اس نے بے حد غور سے سنی تھی آخری بات پر چونک پڑی اور اس سے زیادہ حیرت اسے سعد کے ردعمل نے پہنچائی تھی۔

''خبردار! اگر اسے مسلمان کہا تو..... اس کے دل میں ایمان کبھی تھا ہی نہیں۔ باپ نشئی اور ماں بدچلن..... وہ راتوں کو گھر سے باہر رہنے والی لڑکی، شاید ہی اسے نماز آتی ہو بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ اسے کلمہ تک نہیں آتا ہوگا ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتی کہ بائیبل پڑھ کر اسے سکون ملتا ہے حالانکہ دلوں کا چین اس عزوجل کی یاد میں ہوتا ہے۔''

''سعد! ہمیں کسی کے بارے میں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔'' اسد نے اسے روکا تھا۔ وہ ایسا ہی جذباتی تھا۔

''میں ''کسی'' کے بارے میں بات نہیں کر رہا ہوں۔ میں مرتد کے بارے میں بات کر رہا ہوں جو واجب القتل ہے۔''

''یہ فیصلے حکام کرتے ہیں، عوام نہیں۔'' اسد اسے ٹھنڈا کرنا چاہ رہا تھا مگر اس کا ہر جملہ جلتی پر تیل کا کام کر رہا تھا۔

''حکام.....؟ بہت خوب! عیسائی حکام ہیں یہاں پر اور آج کل تو نام نہاد مسلمان ملکوں میں بھی مرتد کو قتل نہیں کیا جاتا۔ سلمان رشدی کو دیکھا، اس پلید کو تین دن کے اندر قتل کرنا تھا لیکن اس کے قتل کا فتویٰ بھی ایک سال بعد دیا گیا۔ اس کی کیا وجوہات رہی ہیں مجھے نہیں پتا، اسے برطانیہ میں حفاظت سے رکھا گیا ہے۔ سیکیورٹی فراہم کی گئی۔ عالیشان گھر دیا گیا ہے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

ہاں مگر مجھے یہ پتا ہے کہ ایسے ہی لوگوں کے مقابل عام مسلمانوں پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور اگر میری بھی کسی مرتد تک رسائی ہوجائے تو میں اسے قتل کردوں گا۔"

"انجام سے باخبر ہوں گے اپنے......؟" اسد مسکرایا، اس لمحے اسے اپنے بھائی پر فخر محسوس ہوا تھا۔ وہ صرف زبانی کلامی اسلامی تبلیغ نہیں کرتا تھا، وہ بہت باعمل تھا۔ سب اساتذہ کہتے تھے کہ "سعد کی روح بہت نیک ہے۔"

"انجام سے تو بالکل باخبر ہوں۔ شہیدوں کی روح کو پرندوں کے قالب میں ڈھال کر جنت میں بھیجا جاتا ہے قیامت تک کے لیے۔" وہ فوراً بولا تھا۔ اس بار وہ بھی مسکرادی یعنی وہ جانتا تھا کہ اسے فوراً ہی ماردیا جائے گا۔

"ایک مرتد تک تو میں بھی رسائی کرواسکتی ہوں۔"

"ایش کو جانتی ہیں آپ!" وہ دونوں چونکے۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا پھر یکدم بوکھلا کر کھڑی ہوگئی۔

"اوہ ہو، کالج کا وقت ہوگیا۔"

"آپی پلیز! مجھے اس سے ملوائیں۔" وہ اس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔

"کسی مسلمان کو اس سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔" اس نے قدم بڑھائے۔ وہ دونوں بھی ساتھ چلنے لگے۔

"آپی! آپ کچھ کریں، مجھے اس سے ملنا ہے۔" وہ بضد ہوا۔

"ملنا ہے یا قتل کرنا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"پہلے اسلام پیش کروں گا، نہیں مانی تو قتل کردوں گا۔" اس نے اطمینان سے اپنا منصوبہ بتایا۔

"اور ثواب کے حق دار بنو گے، تو یہ ثواب میں خود ہی نہ کمالوں؟" وہ مسکرائی۔

"لڑکیوں پر جہاد فرض نہیں ہے۔" اس نے جھٹ سے کہا تھا، وہ اسے گھورتی اپنی گلی میں مڑ گئی۔ جوں جوں اسلام کے متعلق اس کی معلومات بڑھ رہی تھیں وہ اپنی گزشتہ زندگی پر شرمندہ تھی۔ وہ کس مذہب سے وابستہ تھی اور وہ کیا کرتی رہی تھی۔ اسے دو ماہ ہوگئے تھے قرآن پاک پڑھتے ہوئے۔ سعد کو کئی بار چرچ سے دھمکیاں مل چکی تھیں کہ وہ اس پارک میں بیٹھ کر بلند آواز میں یہ سب نہ پڑھا کرے۔ چرچ کا صدر دروازہ تو سڑک پر تھا لیکن ایک چھوٹا دروازہ اس پارک کی بائیں طرف والی دیوار میں بھی تھا اور سعد چپے چپے کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کے لیے ایک جگہ بیٹھ کر کلمہ اور درود شریف کا ورد نہ کرتا تھا بلکہ گھومتا رہتا تھا اور دروازہ والی دیوار کے پاس تو خاص کر کلمہ شریف پڑھا کرتا۔ اسد کے ساتھ ساتھ وہ بھی اکثر اسے منع کرتی تھی مگر اس کے پاس ایک ہی جواب تھا۔

"ظالم کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا جہاد ہے۔"

اور وہ دونوں اسے گھورتے رہ جاتے تھے۔

❀❀❀❀❀❀

"اسد!" اس نے جوں ہی اپنی گلی کا موڑ مڑا تو چونک گئی۔ سامنے سے اسد بھاگتا ہوا آرہا تھا۔ اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ "اسد! کیا ہوا؟" وہ دوڑ کر اس کے قریب ہوئی۔

"آپی...... آپی وہ...... وہ لوگ پارک...... میں وہ لوگ...... سعد کو......" اس کا سانس پھول رہا تھا۔ اس سے بولا نہ جارہا تھا۔ وہ آگے سننے کے لیے رکی نہیں تھی۔ دوڑتے قدموں کے ساتھ وہ پارک پہنچی تھی اور وہاں کے منظر نے سُن کردیا تھا۔ چرچ کا سیکیورٹی گارڈ پیٹر جو بہت قوی و توانا تھا، سعد کو ماررہا تھا۔ وہ لاتوں سے سعد کے سر کو کچل رہا تھا۔ سعد کے پیٹ اور پیروں پر ماررہا تھا مگر اسے "سن" پیٹر نے نہیں

سعد نے کردیا تھا، وہ مارتے ہوئے سعد سے کہہ رہا تھا۔

"نام لے گا اب یہاں اپنے دین کا، نظر آئے گا اس پارک میں......؟ اب تو زندہ نہیں چھوڑوں گا تجھے، کون بچائے گا تجھے مجھ سے......؟" اور سعد وہ کیا کررہا تھا......؟ اس نے غور کیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"محشر میں ہوگی ساتھ حمایت رسول ﷺ کی"

اس کی لہک ٹوٹ چکی تھی۔ نیم مردہ سا اکھڑی اکھڑی سانسیں لیتے ہوئے بھی وہ توڑ توڑ کر ہر لفظ ادا کررہا تھا۔ وہ سن کی سن رہ گئی۔ وہ بھی سعد جیسی محبت نہیں کرسکتی تھی۔ سعد کا چہرہ لہولہان ہورہا تھا۔ اس کی سانسیں بے ربط تھیں، وہ جسمانی طور پر اسد سے بھی کمزور تھا تو بھلا پیٹر کی مار کے قابل وہ کہاں ٹھہر سکتا تھا لیکن اس کی محبت بہت شدید تھی۔ اس کی محبت کے آگے پیٹر جیسا توانا شخص ہار گیا تھا۔

"محشر...... حمایت...... حمایت رسول ﷺ" اس کی بند ہوتی آواز پر اسے ہوش آیا تھا۔ اس نے دوڑتے ہوئے پیٹر کی پشت پر لات ماری تھی۔ پیٹر یقیناً حملے کے لیے تیار نہ تھا۔ سعد کے سامنے سے اڑتا ہوا وہ سامنے جاگرا تھا۔ پیٹر کی بے پناہ مار بھی سعد کے لبوں سے آقا ﷺ کی نعت نہیں چھڑوا سکی تھی۔

"آؤ اب ہاتھ لگاؤ اسے۔" اس نے کہا لیکن پیٹر تیزی سے مڑا اور چرچ کے دروازہ کی طرف چلا گیا۔ پیچھے سے کچھ آوازوں پر اس نے مڑ کر دیکھا تھا۔ اسد کے ساتھ اس کے بابا اور پاپا تھے۔ وہ تینوں تیزی سے سعد کی طرف بڑھے تھے۔

"پاپا! میں گاڑی لے کر آتی ہوں۔"

"میں لے کر آیا ہوں۔ اسد نے مجھے بتایا تھا کہ تم یہاں پہنچ چکی ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ سر ہلاتی پارک کے دروازہ پر آگئی۔ پاپا اور اس کے بابا نے سعد کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا تھا۔ بے حد تیز گاڑی چلاتے ہوئے وہ سعد کو قریبی اسپتال لے آئی تھی۔

"یہ تو پولیس کیس ہے، کس نے اسے اتنی بری طرح مارا ہے؟" ڈاکٹرز نے سعد پر فوراً توجہ دی تھی۔

"ہم پولیس کو اطلاع کرتے ہیں۔" پاپا نے کہا تھا۔ سعد کے بابا نڈھال سے ایک طرف بیٹھے تھے۔ اس کی امی اور ماما بھی آچکی تھیں۔ ان تین مہینوں میں ان کے گھریلو تعلقات بن گئے تھے۔

"نہیں پاپا! ہم پولیس کو اطلاع نہیں کریں گے۔"

"لیکن بیٹا......!" انہوں نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے ان کی بات کاٹ دی۔

"ہم مسلمان ہونے کے ناتے پہلے بھی ایک کیس ہار چکے ہیں۔ ہم یہ کیس بھی ہار جائیں گے۔"

"اور ہمارا کیس مضبوط ہو بھی نہیں سکتا۔ غلطی سعد کی ہے۔ ان لوگوں نے سعد کو بہت بار منع کیا تھا مگر سعد نہیں مانا ان کے پارک میں وہ......" اسد بولا تھا لیکن اس نے اسد کی بات کاٹ دی۔

"وہ پارک چرچ کی ملکیت نہیں ہے۔ صرف اس کے ساتھ ہے اور وہاں ہر رنگ و نسل کے لوگ آتے ہیں، صرف پابندی ہے تو مسلمانوں پر......" اس نے غصہ سے دیوار پر مکا مارا تھا۔

"آپی! اس طرح غصہ مت کریں، پرسکون ہوکر سعد کے لیے دعا کریں۔ ڈاکٹر نے ہمیں اس کی طرف سے ابھی تک تسلی بخش جواب نہیں دیا ہے۔" اسد کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ ہر کسی کو پرسکون رکھے۔

"میں تمہیں اب اس جگہ اسی لیے نظر آرہی ہوں کہ سعد کی طرف سے خیریت کی اطلاع مل جائے۔ اس کے بعد مجھے پیٹر کو بھی اسی جگہ پہنچانا ہے۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

"کرن!" پاپا اٹھ کر اس کے قریب آ گئے تھے۔

"ریلیکس بیٹا!" انہوں نے اسے سینے سے لگایا تھا۔ دوپہر کے وقت ڈاکٹر نے اس کے خطرے سے باہر ہونے کی اطلاع دی تھی۔ اس کے بابا چلے گئے تھے۔ انہیں مسجد میں نماز ظہر ادا کرانی تھی۔

"پاپا! سعد کے آگے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ان کا حکم سب سے پہلے تھا۔ مجھ سے یہاں سے ہلا نہیں جا رہا اور اس کے بابا حکم الٰہی بجا لانے کے لیے اپنے بیٹے کی طرف سے خیریت کی اطلاع ملنے سے پہلے ہی چلے گئے تو اللہ عزوجل نے بھی انہیں مایوس نہیں کیا۔ آپ انہیں سعد کی خیریت کی اطلاع کر دیں اور ان سے کہیے گا کہ وہ ہمارے لیے بھی ایسی ہی شدید محبت کی دعا کریں کہ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب ہو جائے۔" اس کا دل بھر آیا تھا سعد کے بابا کے اس عمل کی وجہ سے۔ پاپا نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ وہاں سے سیدھی چرچ آئی تھی۔

"فادر! پیٹر کہاں ہے؟"

"خیریت.....؟" وہ اپنے آفس میں تھے۔

"اس نے چرچ کے برابر والے پارک میں موجود ایک مسلمان لڑکے کو مارا ہے۔ اس وقت اس کی جان خطرہ میں ہے۔ وہ اس وقت ہسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔"

"کیا مطلب.....! پیٹر ایسا کیسے کر سکتا ہے؟" وہ بے اختیار کھڑے ہوئے تھے۔

"آپ کو نہیں پتا؟ حالانکہ مدر کو بھی پتا ہے۔ چرچ میں رہنے والی "ننز" تک اس لڑکے کی دشمن ہیں۔"

"وہ مسلمان لڑکا جو نعتیں اور کلمے پڑھتا رہتا ہے؟" وہ چونک گئے۔

"جی ہاں! وہی لڑکا۔ اسے ہی پیٹر نے مارا ہے اور مجھے پیٹر مطلوب ہے۔ میں اس کا وہی حشر کرنا چاہتی ہوں۔"

"تم نے خود دیکھا۔ پیٹر نے اسے مارا ہے؟" انہوں نے لب بھینچے تھے۔

"ہاں، میں نے خود دیکھا تھا بلکہ پیٹر سے اسے چھڑوانے کے لیے میں نے پیٹر کو فلائنگ کک بھی ماری تھی۔ مجھے اس لڑکے کو فوراً اسپتال پہنچانا تھا اسی لیے میں اس وقت پیٹر کے پیچھے نہیں آئی۔"

"اوہ اب سمجھا!" فادر نے کچھ سوچتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"کہاں ہے پیٹر؟"

"اس لڑکے کی حالت کیسی ہے اب.....؟" انہوں نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ اسے بتانے کی انہیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ انہوں نے اسے بغور دیکھا۔ "ابھی میں نے پیٹر کو اپنے کسی کام سے بلایا تھا۔ مجھے بتایا گیا کہ وہ کچھ بیمار ہے۔" انہوں نے اپنے آفس کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے ہوئے کہا۔ وہ بھی ان کے پیچھے باہر آئی تھی۔ "مجھے امید ہے کہ پیٹر جیسے طویل و توانا شخص نے اس کمزور سے بچے کو اگر پانچ منٹ بھی مارا ہوگا تو اس وقت اس لڑکے کی حالت خطرے سے باہر ہوگی۔" انہوں نے رک کر اسے دیکھا، وہ چونک گئی۔ "پیٹر کو تم نے مارا تھا؟" انہوں نے کہا تو اس نے لب بھینچ لیے۔ وہ کیا جتانا چاہ رہے تھے۔

"ہاں!" اس نے انہیں دیکھا تھا۔

"میں اسے مزید مارنے کے لیے یہاں آئی ہوں۔" اس کے لہجے میں ہٹ دھرمی تھی۔

"حالانکہ وہ اب اس قابل نہیں ہوگا۔" وہ رک کر میدان میں نظر دوڑانے لگے تھے جبکہ وہ انہیں دیکھتی رہی۔

"آپ جو کہنا چاہتے ہیں نا فادر! کھل کر کہیں۔"

اس نے دانت پر دانت جماتے ہوئے خود پر ضبط کیا تھا۔

"سسٹر ماریشیا!" فادر نے اس کی بات کا جواب نہ دیا تھا۔

"جی فادر!" دور کھڑی ایک نن جلدی سے ان کے پاس آئی تھی۔

"پیٹر کو بلاؤ۔"

"فادر! اس کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"کیا ہوا اسے.....؟"

"پتا نہیں فادر! پچھلے دروازے کے پاس وہ جوزف کو ملا تھا۔ اس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور وہ اوندھے منہ پڑا تھا۔ مدر میری اور فادر ولیم کی بھرپور کوششوں کے باوجود اس کا خون نہیں رک رہا تھا۔ پھر مدر نے ایمبولینس منگوائی اور اسے اسپتال بھیج دیا ہے۔"

"اتنا سب کچھ ہو گیا اور تم لوگوں نے مجھے بتایا بھی نہیں.....؟"

"فادر! ہم نے آپ کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔" مدر میری بھی آ گئی تھیں۔ ان کی نگاہوں میں اسے دیکھ کر حیرت اُبھری تھی۔

"پیٹر سے آپ کو کیا کام پڑ گیا ہے؟ آپ جوزف سے کہہ دیں۔" مدر میری نے ماریشیا کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا۔

"پیٹر نے اس مسلمان لڑکے کو مارا ہے جو چرچ کے ساتھ والے پارک میں نعتیں وغیرہ پڑھتا تھا۔"

"اور پیٹر کو کس نے مارا؟" انہوں نے چونک کر اسے دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے میدان میں بچوں کو بائیبل پڑھتے دیکھ رہی تھی۔

"پیٹر کے بارے میں خبر آئے تو مجھے اطلاع کر دیجیے گا۔" انہوں نے مدر کو جانے کا اشارہ دیا تو وہ لب بھینچتی اسے دیکھتی آگے بڑھ گئی تھیں۔

"تم لوگوں کا ڈسا پانی بھی نہیں مانگتا۔" انہوں نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر اسے دیکھا تھا۔ اس کا خون کھول گیا۔

"آپ لوگ صاف نہیں ہیں نہ کسی اور کے ساتھ اور نہ ہی اپنے ساتھ۔ اس پیٹر جیسے دیو قامت شخص نے ایک چھوٹے بچے کو بری طرح مارا۔ میں نے صرف ایک مارا لیکن آپ یہ جتانا چاہ رہے ہیں کہ وہ لڑکا اب بالکل ٹھیک ہے جبکہ پیٹر کی حالت نازک ہے۔ یہ صرف اس لیے کہ اسے ایک مسلمان نے مارا ہے اور الزام لگانے کے لیے مسلمان سے اچھی قوم آپ کو کہاں ملے گی؟ اور صرف مسلمان ہی کیا، الزام لگانے کے لیے تو آپ نے خدا کو بھی نہیں چھوڑا ہے۔ ایسا الزام جسے سن کر زمین آسمان لرزتے ہیں۔ جسے سن کر کائنات ہل جاتی ہے۔ اگر آپ کے پاس آنکھیں ہوں نا فادر! تو اپنے الزام پر آپ کو اس چرچ کے در و دیوار بھی روتے نظر آئیں گے۔ قابل نفرت ہیں آپ لوگ جو عبداللہ کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ آپ اپنا فیصلہ حق کے ساتھ نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ سے حق کی امید کرنا بالکل فضول ہے۔ آپ سے آ کر مجھے درخواست نہیں کرنی چاہیے تھی۔ آپ کو اطلاع کرنی چاہیے تھی کہ آپ پیٹر کو چھپالیں، اگر وہ مجھے نظر آیا تو وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔" وہ چیخ اٹھی۔

"کیا کرو گی تم.....؟" پیچھے سے آتی آواز پر وہ جھٹکے سے مڑی تھی۔ ادھر ادھر ٹہلتی ننز اور بچے سب اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ سٹارک کو دیکھ کر اس نے لب بھینچ لیے۔

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

پل بھر کو فقط لمحہ بھر میں اس کی نگاہیں اس سے ٹکرائی تھیں۔ استعجاب...... حیرت اور بے یقینی سے اس کی آنکھیں اپنے حلقوں سے باہر تھیں۔ وہ ہونق بنا کھڑا تھا جب کہ پری نے اگلے لمحے میں ہی رخ پھیر لیا تھا۔ اپنی دانست میں اس نے اس سے پوشیدہ رہنے کی بہترین سعی کی تھی مگر بھول گئی تھی اس بندے کی فطرت لکھ کر اگر اس نے ٹھان لی پردہ گرانے کی تو پردہ گرا کر ہی رہے گا۔ وہ اب چالاکی سے اس کا سامنا کرچکا تھا لیکن اس پر نظر پڑتے ہی وہ جس حیرت واستعجاب کا شکار ہوا تھا وہ اس کے لیے بھی غصے کے ساتھ ساتھ حیرانگی کا باعث تھی۔

قسط نمبر 3

پھیکا پیا رنگ

اقرا صغیر احمد

اس کی حسرت ہے جسے دل سے مٹا بھی نہ سکوں
ڈھونڈنے اس کو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکوں
مہرباں ہو کے مجھے بلا لو چاہو جس وقت
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ بھی نہ سکوں

PDF IJAZ AHMED FreeUrduKorner.com

"آپ......تم......؟ آپ......! پری ہیں؟" اس کی آواز میں ہچکچاہٹ واضطراب تھا۔ وہ ایک عرصہ بعد اسے دیکھ رہا تھا تب میں اور اب میں اتنا فرق ہوگا' اسے یقین نہ تھا۔ اس کو پری کی صورت اچھی طرح یاد تھی بلکہ پرانی البم میں بھی اس کی بے شمار تصویریں تھیں جن میں اس کی صحت مندی کے آثار اس کے چہرے پر بھی نمایاں تھے۔ بوائے کٹ بال' جینز شرٹ وہ پہننے کی عادی تھی۔ دادی کی ڈانٹ پھٹکار پر کبھی کبھار فراک زیب تن کرلیا کرتی تھی۔ اب جو اس کے سامنے تھی وہ اسمارٹ لڑکی تھی۔ ہلکے گلابی اور سفید سوٹ پر ان ہی رنگوں کی ہلکی کڑھائی تھی' گلابی سفید دوپٹا اس نے بڑے سلیقے سے اوڑھا ہوا تھا اور موٹی سیاہ بالوں کی چوٹی پشت پر لہرا رہی تھی۔ وہ بالکل بدل گئی تھی۔

کوئی کیا اتنا بھی بدل سکتا ہے؟

وہ پری ہی ہے یا...... کوئی اور...... اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اس سے کس طرح مخاطب ہو؟ وہ اس کی طرف سے رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی تھی' اس کے استفسار کا جواب اس نے نہیں دیا تھا اس کے انداز سے برہمی و

Digitized by Google

غصہ ہویدا تھا۔

وہ ابھی اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ اس سے کس طرح دریافت کرے معاً دور سے آتی دادی کی آواز پر وہ پلٹی تھی، کاؤنٹر پر رکھا قہوہ کا مگ اٹھا کر اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتی وہ کچن سے نکل گئی تھی۔ اب کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہ رہی تھی لیکن وہ خاصی دیر تک اسی حالت میں وہاں کھڑا رہا تھا' یہ درست تھا کہ ہزار کوششوں کے باوجود پری کی کوئی تصویر ان تک نہ پہنچ سکی تھی لیکن وہ جب بھی کسی بے حد موٹی لڑکی کو دیکھتا تو اس کے تصور میں از خود ہی پری کی شبیہہ اُبھر آتی۔ یہاں تک کہ اسے ہر موٹی لڑکی کے چہرے پر پری کا گمان ہونے لگا تھا اور وہ دل ہی دل میں ہنس پڑتا تھا۔ آج اس کی ہنسی سکتہ زدہ تھی۔ پری اس کی سوچوں و خیالوں سے یکسر متضاد تھی۔

"ہوں...... محترمہ حور تو اسمارٹ ہوگئی ہیں مگر عقل تو ویسے ہی موٹی و بھنس بھری لگتی ہے۔ بد دماغی و بدتمیزی میں مزید اضافہ ہوا ہے جو کسی کے سوال کا جواب دینا بھی گوارا نہیں۔" اس کو فوراً ہی خیال آیا کہ اس کے پوچھنے کے باوجود اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ پری ہے اور اس کو بری طرح نظر انداز کرکے یہاں سے گئی تھی۔ یہ پری کے ہتک آمیز رویے کا اثر تھا کہ اس کے بدلتے خوش گوار احساسات پر وہ ہی پرانا کریہہ و بدرنگ خیالوں کا عکس چھانے لگا تھا۔

"ارے...... آپ یہاں کچن میں؟" عادلہ اسے ڈھونڈتی اس طرف چلی آئی۔ "کوئی کام تھا...... کچھ چاہیے تو مجھے بتائیں؟" خوش دلی سے گویا ہوئی۔

"کچھ نہیں!" اس نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ عادلہ کو اس کا لہجہ سرد و سپاٹ لگا۔ وہ کھڑی رہ گئی۔

❋ ❋ ❋

"رجاء! اتنی بدحواس کیوں ہو رہی ہو؟" اس کو تیزی سے کمرے کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر رضیہ اچنبھے سے بولیں۔

"وہ...... وہ امی! کال آ رہی ہے......"

"مگر فون تو لاؤنج میں ہے' تم اپنے کمرے میں کیوں بھاگی جا رہی تھیں؟"

"اوہ......!" وہ بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالے وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ موبائل دو بیپ کے بعد بند ہو چکا تھا مگر اس کے دل میں ہوتی بے ترتیب دھڑکنوں کی اتھل پتھل کم نہ ہوئی تھی۔ جب وہ سیل فون اس کے پاس آیا تھا تب سے وہ ایک اذیت بھرے خوف میں مبتلا ہوگئی تھی' ہر وقت اس کی سماعتوں میں بیلز گونجتی تھیں حالانکہ وردہ کے بارہا کہنے کے باوجود سیل استعمال نہیں کیا تھا۔ کہیں امی و ابو کو نہ معلوم ہو جائے' یہ خوف اس پر طاری رہتا تھا۔ ابھی بھی اسی خوف نے اس کو بدحواس کر ڈالا تھا۔

"کوئی پریشانی ہے؟ کیا بات ہے' بہت دنوں سے دیکھ رہی ہوں' کھوئی کھوئی رہنے لگی ہو۔ تنہائی پسند ہوگئی ہو' اپنا دکھ مجھے بتاؤ' ماں سے بڑھ کر کوئی ہمدرد نہیں ہوتا ہے۔" رضیہ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر محبت سے گویا ہوئی تھیں۔

"نہیں امی! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں پریشان نہیں ہوں۔" اپنی بات' اپنی آواز اسے خود کھوکھلی لگی۔

پھر ماں سے جھوٹ بولنے پر احساس گناہ سے ندامت بھی ہوئی۔ مگر سنی کی محبت سب پر غالب آ گئی اور وہ ماں سے کوئی بات نہ چھپانے والی اتنی اہم بات یوں چھپا گئی کہ وہ نہ وردہ سے ملنے دیتیں اور نہ ہی کالج جانے کی اس کو اجازت ملتی اور ایسی کوئی بھنک ملتے ہی وہ فوراً اس کو شادی کر کے رخصتی کے بعد نوافلِ شکرانہ ادا کرنے میں اپنی کامیابی سمجھتیں۔

"امتحان ہو رہے ہیں' اس وجہ سے میں مصروف رہتی ہوں۔"

"اس سے قبل بھی تو ڈھیروں امتحان ہوئے ہیں تمہاری پہلے کبھی ایسی حالت نہیں ہوئی ہے۔ اس امتحان نے تو تمہارا خون ہی خشک کر کے رکھ دیا ہے۔" رضیہ بیٹی کی اُتری صورت دیکھ کر فکر مندی سے گویا ہوئیں۔ رجاء ان کی اکلوتی بیٹی تھی۔ جو انہیں بے حد عزیز تھی۔

"امتحان......! ہاں یہ امتحان ہی تو ہے' محبت کا امتحان!"

"وردہ بھی تو تمہارے ساتھ ہی ہوتی ہے' اس کے بھی تو امتحان ہیں' وہ تو بہت خوش و خرم رہتی ہے' تم خوامخواہ امتحان کو خوف بنا بیٹھی ہو' پڑھائی میں پہلی کلاس سے بہت ذہین رہی ہو' ہمیشہ اول آتی رہی ہو' ان شاء اللہ اس بار بھی کامیاب ہوگی' اتنا مت سوچو' اللہ کے بعد اپنی محنت پر یقین رکھو۔" رضیہ نے اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔

❋ ❋ ❋

گرم لو کے تھپیڑے گرمی سے بے حال کیے ہوئے تھے۔ مستزاد اس پر طویل لوڈشیڈنگ نے رہی سہی کسر پوری کر دی تھی۔ جنریٹر جل جانے کے باعث ناکارہ پڑا تھا۔ سو اس وقتی سہولت سے بھی محروم ہونا پڑا تھا۔ بجلی غائب ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے تھے' وہ دستی پنکھے سے ہوا جھلتی دادی کی پریشان صورت دیکھ کر کڑھ رہی تھی اور بڑی مشکل سے اپنی بے چین ہوتی زبان کو قابو کیے بیٹھی تھی۔ اگر ایک لفظ بھی زبان سے پھسل گیا تو خیر نہیں ہوگی یہ وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

"میرا بچہ اس جگہ سے آیا ہے جہاں یہ سب عذاب نہیں ہیں۔ وہ ٹھنڈے علاقے کا رہنے والا کہاں اس گرمی کو برداشت کر پائے گا؟" دادی نے ان چند گھنٹوں میں نا معلوم کتنی بار اپنی یہ "تشویش" دہرائی تھی۔ اس گرمی و لو کی ان کو اتنی فکر نہ تھی' فکر تھی تو صرف یہ کہ ان کے لاڈلے پوتے کا اس گرمی میں کیا حال ہوگا۔ "ارے کیسے بے حس لوگ ہو گئے ہیں ہمارے' گھنٹوں گھنٹوں بجلی بند کر کے بیٹھنے والوں کو یہ خیال نہیں کہ کسی کے کوئی مہمان بھی آئے ہوں گے۔"

"جی......! وہ بھی ٹھنڈے علاقے سے......" پری نے ٹکڑا لگایا۔

"خیر مہمانوں پر ہی کیا موقوف! ان لوگوں کو کسی بیمار کی بھی پروا نہیں ہے' نہ اپنی عزت کی پروا ہے' نہ ملک کے وقار کا احساس ہے۔" وہ کچھ زیادہ ہی گہری سوچوں میں ڈوبی کہہ رہی تھیں' جو پری کی ایسی بات پر بھی اس کیفیت سے باہر نہ نکل سکی تھیں۔ "اس موئے جلنیٹر (جنریٹر) کو بھی ابھی ہی جلنا تھا۔ تمہارا باپ آفس سے آئے تو کہتی ہوں' چاہے چوری کرے یا ڈاکے ڈالے' پہلے جلنیٹر کو درست کروائے۔"

"دادی جان! ایسا تو نہ کہیں' پاپا یہ سب کیے بنا بھی جنریٹر ٹھیک کروا دیں گے۔" پری کو ان کا یوں باپ کے لیے یہ کہنا پسند نہ آیا تو وہ کہہ اٹھی۔

Scan & DE FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

''ہونہہ! پانی کی طرح روپیہ بہانے والے ہیں' جہاں سو سے کام بن جائے وہاں مارے شوبازی کے ہزار اٹھائے جاتے ہیں۔ پوچھنے والا کون ہے؟ بیٹے سے کہو تو وہ کہتا ہے۔ اماں! یہ آپ کی پسند تھی' میرا کوئی قصور نہیں ہے۔'' صباحت رات کو ہی شہر کے مہنگے بوتیک سے اپنے اور بچیوں کے ملبوسات لائی تھیں۔ ان میں سے ایک بیش قیمت لباس بمعہ جیولری کے زیب تن کیے گھر میں تھیں اور اماں کو ان کی اس فضول خرچی سے ہی سخت چڑ تھی۔

''دادی جان! میرے اکاؤنٹ میں جو اتنی رقم موجود ہے وہ کس دن کام آئے گی؟ پاپا بے حد پریشان ہیں اور وہ کسی پر ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ مگر میں جانتی ہوں' بے شک پاپا کے لیے میرا ہونا نہ ہونا ایک ہی ہے مگر میرے لیے ان کا ہونا زندگی کے معنی رکھتا ہے۔ میں ان کو پریشان نہیں دیکھ سکتی ہوں۔ میرے اکاؤنٹ سے رقم.....''

''نہیں.....! اس رقم پر ہمارا حق نہیں ہے۔ وہ تمہاری رقم ہے۔'' اس کی بات قطع کر کے وہ آہستگی سے گویا ہوئی تھیں۔

''جب میں خود کہہ رہی ہوں تو کیوں گریز کر رہی ہیں آپ؟''

''تمہارا باپ یہ کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ تمہاری ماں کا پیسہ اس گھر میں لگایا جائے۔''

''کیوں دادی جان! آخر ایسا کیوں ہے؟ میری مما اس گھر کے لیے' یہاں کے لوگوں کے لیے ناقابل برداشت کیوں ہیں؟ کیوں ان کا نام لینا یہاں پسند نہیں کیا جاتا؟ اتنی نفرت کہ ان کا ذکر بھی ممنوع ہے یہاں.....اور تو اور ان کی دی ہوئی رقم بھی خرچ کرنے سے کراہیت محسوس کی جا رہی ہے۔'' بولتے بولتے شدت جذبات سے اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

''احمق لڑکی! ہر بات کا بتنگڑ بنا کر بیٹھ جاتی ہے۔ عقل کے گھوڑے کبھی دوڑاتے ہیں تو بات سمجھ آجاتی ہے مگر تو خود تو ہمیشہ ضد کے گدھے پر سوار رہتی ہے' کس طرح سمجھے گی دانش مندی کی بات کو.....؟'' دادی نے حسب عادت جھڑکا۔

''پاپا اتنی نفرت کیوں کرتے ہیں مما سے.....؟ کیا ان کا ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے؟'' وہ ان کے برہم انداز دیکھ کر آہستگی سے گویا ہوئی تھی۔

''اس عورت سے فیاض کا اب کوئی رشتہ نہیں رہا ہے وہ.....اس کو طلاق دے چکا ہے' وہ اب صرف تمہاری ماں ہے۔ ہم سے یا اس گھر سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں بچا ہے۔ ویسے بھی وہ بہت پہلے دوسرا گھر بسا چکی ہے۔'' دادی کی گفتگو سے اس کو کوئی نئی بات معلوم نہیں ہوئی تھی' یہ ساری باتیں تو وہ بچپن سے سنتی آرہی تھی' وہ جانتی تھی جب وہ تین سال کی تھی تو مما اور پاپا میں علیحدگی ہوگئی تھی لیکن کیوں.....؟ یہ بات کوئی نہیں بتاتا تھا۔ اس کو فراموش کر کے وہ دونوں جدا جدا راستوں کے مسافر کیوں بن بیٹھے تھے۔ پاپا نے صباحت کو اماں کے کہنے پر دوسرا اہم سفر چن لیا تھا تو اس کی مما نے بھی اپنے کزن کو جیون ساتھی بنا لیا تھا۔ نامعلوم وہ دونوں نئی دنیا میں آباد کر کے خوش تھے یا ایک دوسرے کو شکست دینے کی ضد میں خود ہی شکست خوردہ ہو کر رہ گئے تھے اور والدین کی جنگ میں تباہی بے قصور پری کی ہو رہی تھی۔

بس اک بار کہہ دو نا!
اے میرے دوست!
چپ کیوں ہو؟
کچھ تو کہو!
اداسیوں کی ردا میں لپٹا ہوا چاند
جگمگاتے ستارے اور رات کا پھیلا آنچل
تم سے ایک سوال کرتے ہیں
تم اتنے اداس کیوں ہو؟
جانِ جاناں!
اب تو انا کے خول سے باہر نکل آؤ
بس اک بار کہہ دو نا
تمہیں مجھ سے ''محبت'' ہے

''اس شاعری میں سنی کی دلی کیفیات کسی نہ کسی طرح ظاہر ہیں' اگر تم سمجھو تو بہت کچھ ہے اس میں.....معنی کی زندگی' دل وامنگیں ورنہ صرف لفظوں کے جوڑ توڑ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے.....'' وردہ بے حد خراب موڈ کے ساتھ رجاء کو سلمان کی بھیجی ہوئی نظم سنا رہی تھی' جو اس نے وردہ کے سیل پر رجاء کے لیے بھیجی تھی۔

''میں کیا کروں وردہ! میں مجبور ہوں۔ میری امی نے میری تربیت ایسی نہیں کی کہ میں نامحرم سے بات کروں۔ ان سے روابط بڑھاؤں' اپنے ابو کے فخر و اعتماد کو میں کس طرح ملیامیٹ کر سکتی ہوں؟ مجھے سمجھو.....''

''اچھا اچھا بیٹھی رہو بی ملائی! سنی کی حوصلہ افزائی کرتے وقت تمہیں یہ سب باتیں یاد نہ تھیں؟ کسی کی زندگی کو محبت کا روگ لگا کر تمہیں یہ سب یاد آرہا ہے؟'' وردہ جو پہلے ہی غصے میں آئی تھی۔ اس کی باتیں سن کر وہ تپ کر بولی۔

''غلط بیانی سے کام مت لو' تم اچھی طرح جانتی ہو۔ میں نے کسی کی حوصلہ افزائی نہیں کی ہے۔'' رجاء نے چڑ کر کہا۔

''ارے! کیا ہوا.....؟ آج تو بہت بدلے بدلے موڈ میں دکھائی دے رہی ہو۔'' وردہ کو حیرت ہوئی کہ رجاء ہمیشہ ہی اس کے جارحانہ مزاج کے آگے ہتھیار ڈال دیا کرتی تھی' اب اس کے مزاج میں سرد مہری تھی۔

''میں تنگ آگئی ہوں ہر وقت کی ٹینشن سے پلیز.....پلیز وردہ! مجھے معاف کر دو' میں سنی کا ساتھ نہیں دے سکوں گی۔ اس کو کہو مجھے بھول جائے' میں بے حد عام سی لڑکی ہوں' اس کو بہت اچھی و خوب صورت لڑکی مل جائے گی۔'' اس کے چہرے پر حزن و اداسی پھیلتی چلی گئی۔ وہ دیکھ رہی تھی اس کی امی اسی کے دل کے ارادوں سے بے خبر اس کی پڑھائی کا بوجھ سمجھ کر اس کا پہلے سے بھی زیادہ خیال رکھنے لگی تھیں۔ اس کو پُرمغز غذائیں دے رہی تھیں' گھر کے کسی کام کو ہاتھ نہ لگانے دے رہی تھیں۔ قرآنی سورتیں پڑھ کر اس پر دم کر رہی تھیں۔ وہ بچپن سے والدین کی لاڈلی رہی تھی لیکن اب خود وہ اپنا احتساب کر رہی تھی کہ وہ ان کے ساتھ کیا کرنے جا رہی ہے؟

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com Digitized by Google

"ایسا تو نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ تم کو بھول جائے....." وردہ کے انداز میں ایک دم ہی نرمی و ہمدردی سمٹ آئی تھی۔ "پہلی بار اس نے تمہاری چاہ کی ہے اور پہلی محبت کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔ تم خود کو سنبھالو' جدائی کا تو سوچو بھی نہیں ورنہ....." وہ کچھ توقف کے بعد پھر گویا ہوئی۔ "ورنہ وہ خودکشی کرلے گا اور اس کا خون تم پر ہوگا۔"

"ایسا مت کہو' کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا' یہ صرف جذباتیت ہوتی ہے۔"

"تم دیکھنا..... سنی اس جذباتیت کو سچ کر کے دکھائے گا۔"

"تم میری دوست ہو' اس کو سمجھاؤ' بتادو یہ ممکن نہیں ہے۔ میں مجبوریوں میں جکڑی ایک بے بس لڑکی ہوں جو اپنی تمناؤں کا تو خون کرسکتی ہے مگر والدین و خاندانی رسم و رواج سے بغاوت نہیں کرسکتی۔" کہتے کہتے اس کی آواز رُندھ گئی تھی۔ خوب صورت آنکھوں میں موتی چمکنے لگے۔ وردہ نے محبت سے اس کے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔

"تمہاری دوست ہوں تب ہی تو چاہتی ہوں تم اچھی و پُرآسائش زندگی گزارو۔ دوست سے بڑھ کر دوست کا خیر خواہ کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔" لوازمات کی ٹرے اٹھائے اندر آتی رضیہ نے وردہ کے اختتامی جملے سن لیے تھے وہ ٹرے درمیانی میز پر رکھ کر اطمینان سے گویا ہوئیں۔

"تم جیسی نیک و اچھی سہیلی ملی ہے میری بچی کو مجھے بہت خوشی ہے بیٹی! تم ہی سمجھاؤ اس کو' کیوں یہ خود کو ہلکان کررہی ہے' عجیب ہی اس بار اس کے امتحان ہورہے ہیں' بھوک و پیاس سب ہی مٹ گئی ہے' بدحواس رہنے لگی ہے۔ فون کی بیل ہوگی تو کمرے کی طرف بھاگتی ہے۔ اپنے گھر کی کال بیل پر بھی حواس باختہ ہوجاتی ہے۔ چہرے سے دیکھو کتنی زرد و بیمار نظر آرہی ہے۔" ان کے لہجے میں مامتا بھری تشویش تھی۔ رجاء کی نگاہیں جھک گئیں۔ "نامعلوم کیسے امتحان ہیں اس بار اللہ سے میری یہی دعا ہے کہ وہ کرم کرے۔"

"میں بھی اس کو یہیں سمجھا رہی ہوں۔ ہمت و حوصلے سے کام لے تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔" وردہ نے ان کے سامنے مؤدب انداز اختیار کرلیا تھا۔

"جیتی رہو' میں نے تمہاری پسند کے مایونیز سینڈوچ بنائے ہیں۔ کھالو' ٹھنڈے ہوکر بے مزا ہوجائیں گے۔" وہ کھڑی ہوئی گویا ہوئی تھیں۔

"آنٹی! ایک بات کہوں' آپ بُرا تو نہیں مانیں گی؟" وردہ نے دبے لہجے میں اجازت چاہی تھی۔

"نہیں! تمہاری بات کا میں بُرا کیوں ماننے لگی؟" وہ مسکرائیں۔

"میرے خیال میں رجاء کو کچھ وقت کسی تفریح کی جگہ پر گزارنے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں؟ میری ماما نے سمندر کنارے جانے کا پروگرام بنایا ہے۔ میں' ماما اور میری کزنز ہوں گی' کوئی مرد نہیں ہوگا ساتھ....." وردہ کے زرخیز ذہن نے فوری منصوبہ بندی کی۔

"نہیں خیر' مجھے کیا اعتراض ہوگا..... مگر رجاء کے ابو نہیں مانیں گے۔"

"ارے آنٹی! یہ کیا بات ہوئی؟ میری ماما تو ڈیڈی سے بڑی سے بڑی بات منوالیتی ہیں۔ آپ یہ معمولی سی اجازت بھی نہیں لے سکتی؟"

"مجھے شروع سے اپنی منوانے کی عادت نہیں ہے۔ جو انہوں نے کہہ دیا میں نے مان لیا کہ وہ کبھی کوئی

غلط بات نہیں کہتے۔ جس پر مجھے اعتراض کی ضرورت محسوس ہو' اگر رجاء گھر کے ماحول سے یکسانیت محسوس کررہی ہے تو میں اس کو عزیزوں کے ہاں لے جاؤں گی' چچا' ماموں' خالہ' پھوپو' چچی سب ہی موجود ہیں۔"

رضیہ ایک مکمل دین دار اور گھریلو عورت تھیں۔ ان کو قرات کی عادت تھی۔ گھر کے کاموں میں مشغول رہتے وقت بھی ان کے لب و زبان قرآن پاک کی تلاوت سے معطر رہتی تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ ان کا لہجہ بہت پُرسکون و دلآویز تھا۔

"ان لوگوں کے ہاں کوئی تفریح ہوتی ہے۔" وردہ ہنس کر بولی۔

"اپنوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے وہ ایک عمدہ تفریح ہوتی ہے بیٹی!"

"آنٹی پلیز..... پیاری آنٹی..... آپ انکل کو نہ بتائیں رجاء کے جانے کا۔"

"ایسا تو ممکن نہیں ہے' میں ان سے چھپاؤں! جھوٹ بولوں..... ہاں یہ میرا وعدہ ہے ان کو راضی کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔" وہ کہہ کر چلی گئیں۔

"میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی۔" رجاء نے کہا مگر وہ معنی خیز انداز میں مسکراتی رہی۔

❁.....✧.....❁

"عادلہ! او عادلہ! کانوں میں تیل ڈال کر بیٹھ گئی ہے کیا؟" ان کے کئی بار پکارنے پر بھی عادلہ اپنی جگہ پر بیٹھی رہی تو دادی جان اس کے قریب آکر گویا ہوئیں' کانوں میں ہینڈ فری لگائے عادلہ گھبرا کر کھڑی ہوئی تھی۔ "اللہ کی مار! ایسے شوق پر جو اچھے بھلے انسان کو بہرہ بنادے۔"

"کچھ کہہ رہی ہیں دادی جان!" وہ کھڑی ہوکر گویا ہوئی۔

"ہاں! جا کر ذرا طغرل کا کمرا تو صاف کردو بالکل صفائی سے۔"

"میں.....؟ مجھ سے صاف کیسے ہوگا؟" وہ حیرانی سے بولی۔

"لو اس میں اتنی حیرانی کی کیا بات ہے' کمرا صاف کرنے کو کہا ہے پہاڑ کھودنے کا نہیں کہا جو آنکھیں پھٹ گئی ہیں۔"

"مجھ کو گرد سے چھینکیں آتی ہیں ایسا کام مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔" وہ منمنائی تھی۔

"نکمی! ہڈحرام! ہر کام میں تیرے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہوتا ہے۔ کچن میں کام کرنے سے تجھے دمہ ہونے لگتا ہے۔ کپڑے دھونے سے تیرا سانس اُکھڑنے لگتا ہے' برتن دھونے سے تجھے نفرت ہے اور اب تو جھاڑو بھی نہیں دے سکتی۔" دادی جان کو اس کی ہر بُری عادت سے چڑ تھی۔

"اماں جان! آپ کو احساس نہیں ہے' بچیاں جوان ہوگئی ہیں۔" صباحت فوراً ہی بیٹی کی مدد کو پہنچ گئی تھیں۔

"اچھا..... جوان ہوگئی ہیں تو سر پر بٹھالوں؟"

"جوان بچیوں کی تعریفیں کی جاتی ہیں' حوصلہ افزائی کی جاتی ہے لیکن آپ تو بات بات پر ان کو بے عزت کرتی ہیں۔ تمام برائیاں آپ کو میری عادلہ اور مائزہ میں دکھائی دیتی ہیں' آپ کی نگاہ میں دودھ کی دھلی صرف ہی ہے' میرے ہوتے ہوئے میری بچیوں کو احساسِ کمتری کا شکار کیا جارہا ہے اور ایک وہ ہے جو بن ماں کے بھی یہاں عیش کررہی ہے۔" صباحت کے لہجے میں سخت کبیدگی دنا گواری تھی۔

FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Digitized by Google

"ماتھے پر آنکھیں رکھنی مجھے آتی ہیں بہو! لیکن مجھ میں ابھی شرم ولحاظ کچھ باقی ہے جو تمہیں تو چھو کر ہی نہیں گزری ہے اور مجھ بوڑھی طوطی کو الٹا سبق نہ پڑھاؤ' سوتیلے سگے کا خناس تمہارے دماغ میں بھرا ہوا ہے' میرے دل میں نہیں' میری نگاہوں میں فیاض کی سب اولاد برابر ہے۔"

"پری سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے' وہ صرف فیاض کی بیٹی ہے۔"

"اگر تم یہ سمجھتی ہو تو یہی سہی۔" وہ بے پروائی سے گویا ہوئیں۔

"حقیقت تو یہی ہے اس گھر میں میری حیثیت نہیں ہے تو میری بیٹیوں کی حیثیت کیسے ہوگی' آپ نے ہمیشہ مجھ سے اور بچیوں سے منافقت برتی ہے۔" وہ آنسو بہانے لگیں۔

"یہ تو وہ ہی مثال ہوگئی کہ بے مارے کی توبہ! میں ان مگر مچھ کی آنسوؤں سے مرعوب ہونے والی نہیں ہوں۔ تم کو یہ تو احساس ہوگیا ہے کہ تمہاری بچیاں بالغ ہوچکی ہیں مگر یہ معلوم نہیں ہے اس عمر میں بچیوں کی بے جا حمایت کرنا ان کو تباہ کردیتا ہے۔"

"کیا بے جا حمایت کی ہے میں نے' بتائیں تو ذرا؟"

"عادلہ' عائزہ کو کسی کام کا کہو' تم فوراً حمایت کو آجاتی ہو گویا میں ان کی دشمن ہوں' میرا کوئی حق نہیں ہے ان پر؟"

"میری بچیوں کا حق بچپن سے وہ پری بٹور رہی ہے۔"

"میں کہتی ہوں صباحت! پری جیسی مظلوم صبر و استقامت والی لڑکی کوئی ہو ہی نہیں سکتی ہے' ماں اور باپ کے ہوتے ہوئے بھی وہ بن ماں باپ کے بچوں کی طرح پلی ہے اور اتنی صابر ہے کہ آج تک اپنے لبوں پر حرفِ شکایت نہیں لائی' اس کا صبر مت سمیٹو۔" وہ آبدیدہ ہوگئیں۔

"صابر و مظلوم! ہونہہ! گز بھر کی زبان رکھ کر بھی وہ معصوم ہے؟"

"یہ تم اچھی طرح جانتی ہو یہاں کس کی گز بھر کی زبان ہے' ایسی عورتوں کی بیٹیاں کبھی گھر نہیں بسا سکتی ہیں جو ان کو غلطیوں پر ٹوکنے کے بجائے بے جا حمایت لیں' اگر تمہارے یہی چلن رہے تو اللہ ہی حافظ ہے میرے بچے کا۔" وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئیں۔

پری پڑوس میں قرآن خوانی میں گئی تھی' فیاض اور طغرل کو چھوٹی پھوپو کا بیٹا معید ساتھ لے گیا تھا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ پکنک پر جا رہا تھا۔ گھر میں بس وہی لوگ تھیں اور فیاض کی غیر موجودگی میں صباحت کو دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا' وہ ایسی ہی بد دماغ عورت تھیں۔ شام ڈھلے جب پری واپس آئی تو دادی کو بے حد نڈھال و مضمحل دیکھ کر ان کے قریب بیٹھ کر پریشان سے گویا ہوئی۔

"دادی جان! خیریت تو ہے......؟ کیا ہوا آپ خاصی افسردہ دکھائی دے رہی ہیں؟"

"کچھ نہیں ہوا' بس ایسے ہی تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔" انہوں نے غور سے اس کے خود پر جھکے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

"کچھ تو ہوا ہے' میں گئی تھی تو آپ بالکل ٹھیک تھیں۔" وہ نرمی سے ان کا سر دباتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں فکرمندی نمایاں تھی' وہ اسی طرح ان کی معمولی معمولی بیماری سے خوف زدہ ہوجاتی تھی اور کوشش

کرتی وہ کبھی بیمار نہ ہوں۔

"تم کیوں اتنی جلدی پریشانی ہوجاتی ہو پری! تمہاری دادی بوڑھی عورت ہے' اس عمر میں بیماریاں سائے کی طرح ساتھ رہتی ہیں۔" وہ محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"میں آپ کو بیمار نہیں دیکھ سکتی' آپ بیمار مت ہوا کریں۔"

"پگلی! بیمار بھی کوئی اپنی مرضی سے ہوتا ہے؟ اچھا چل ذرا جا کر اپنا کمرا تو صاف کردے۔" میٹھے لہجے میں وہ مطلب پر آئیں۔

"کمرا تو صاف ہے' صبح ہی تو ماسی صاف کر کے گئی ہے۔" پری' دادی کے کمرے کو طائرانہ نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"ارے اس کمرے کی بات نہیں کر رہی ہوں میں۔"

"پھر کس کمرے کی بات کر رہی ہیں؟"

"تمہارے کمرے کی صفائی کا کہہ رہی ہوں' جس میں آج کل طغرل رہ رہا ہے۔"

"میرا کمرا نہیں ہے وہ اب......" ایک دم اس کا موڈ بگڑا۔

"اب نہیں...... مگر کچھ دنوں بعد تمہارا ہی ہوگا' تم ذرا صاف کردو اس کو۔"

"دو دو ماسیاں کس لیے لگائی گئی ہیں؟"

"طغرل کی بے پروا طبیعت سے میں واقف ہوں۔ وہ اپنی قیمتی چیزوں کا خیال رکھنے کا عادی نہیں ہے اور ماسیوں کا کیا بھروسا! کوئی ہاتھ کی صفائی دکھا گئی تو کون پکڑے گا اس کو...... پھر وہ شکایت کرنے والا بھی نہیں ہے۔"

"جب ان کو پروا نہیں ہے تو آپ کیوں پروا کر رہی ہیں؟"

"اگر تم کو نہیں کرنا تو منع کردو یا عادلہ کی طرح کوئی بہانہ کردو۔ مگر خوامخواہ میرا دل خراب مت کرو' میں خود کرلوں گی۔" ایک بے نام سی اداسی ان کے لہجے میں در آئی تھی اور عادلہ کا حوالہ ملنے پر اس کو سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یقیناً مما نے عادلہ کی حمایت لی ہوگی اور دادی جو ان چیزوں کو پسند نہیں کرتی' ان سے کھٹ پٹ کر بیٹھی ہوں گی۔

"سوری دادی جان! میں خود صفائی کردیتی ہوں' آپ دکھی مت ہوں۔" ان کو خوش کرنے کے لیے وہ اپنے دل پر جبر کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جگ جگ جیو...... سدا آباد رہو' جس طرح تم میری خوشی کا خیال رکھتی ہو اس سے زیادہ ربِّ کریم تم پر تاحیات خوشیاں نچھاور کرے آمین۔"

❁......❖......❁

وہ بڑے انہماک سے بیٹھی آبرو کی گڑیا کی دو چوٹیاں بنا رہی تھی' آبرو اس کے قریب بیٹھی بڑے پُرشوق انداز میں اپنی گڑیا کو سجتے سنورتے دیکھ رہی تھی۔ تسبیح پڑھتی اماں نے پیار بھری نگاہ پری اور آبرو پر ڈالی تھی اور ان کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا تھا۔ ان کو بخوبی یاد تھا' جب صباحت کو معلوم ہوا تھا کہ ان کی کوکھ میں لڑکا نہیں لڑکی ہی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

ہے تو وہ بددل ہو گئی تھیں۔ وقت زیادہ گزرنے کے باعث وہ اس سے چھٹکارا نہیں پاسکی تھیں اور یہی وجہ تھی شاید...... وہ آبرو کی پیدائش کے بعد اس کو وہ پیار و توجہ نہ دے سکی تھیں جو عادلہ اور عائزہ کو دیتی تھیں۔ ماں کی دیکھا دیکھی عادلہ و عائزہ بھی اس کو اہمیت نہ دیتی تھیں کہ وہ صباحت کی طرح صرف خود کو اہمیت دینے کے رجحان میں مبتلا تھیں۔ ایسے میں وہ پری کی محبتوں کا مرکز بن بیٹھی تھی، غیر محسوس طریقے سے وہ اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنے لگی۔ البتہ صباحت کی ناراضگی کے خوف سے گود میں کم ہی اٹھاتی تھی پھر اس نے محسوس کیا ان کو آبرو کے لینے پر کوئی اعتراض نہیں ہے عموماً وہ کئی کئی گھنٹے آبرو کو پری کے پاس دے کر بلاتی نہ تھیں۔ یہ واحد سمجھوتا تھا جو انہوں نے خاموشی سے اس سے کرلیا تھا۔ آبرو دو سال کی ہوئی تو پری سے اس قدر مانوس ہوئی کہ رات کو بھی اس کے پاس سونے لگی تھی اور اس طرح صباحت آبرو کی پرورش سے بالکل ہی بے نیاز ہو گئی تھیں۔

اب یہ پری کی ذمے داری تھی مکمل طور پر...... وہ اس کی نگہداشت کرتی تھی، بہت محبت و پیار سے...... چھ سالہ پھولے پھولے گالوں و میدے جیسی رنگت والی آبرو میں اس کو اپنا بچپن نظر آتا تھا۔ وہ پیاری باتیں کرتی تھی اور شرماتی بہت تھی۔ اجنبی لوگوں سے بے تکلف نہیں ہوتی تھی۔

''دادی! میری گڑیا کتنی پیاری لگ رہی ہے۔'' پری سے گڑیا لے کر وہ ان کے پاس آ گئی جن کے لبوں پر خوب صورت مسکان تھی۔

''پیاری آپی نے سجایا ہے گڑیا کو تو گڑیا پیاری تو لگے گی۔'' دادی اماں نے پری کو دیکھتے ہوئے کہا۔ آبرو خوشی خوشی گڑیا کو لے کر کمرے سے نکل گئی۔ پری ان کے قریب بیٹھتے ہوئے حیران لہجے میں بولی۔

''دادی جان! بڑی پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہی ہیں کیا دادا کی شبیہ میرے چہرے پر نظر آ رہی ہے؟''

''ہٹ بے حیا! میں تو جب بھی تم کو آبرو سے اتنی محبت کرتے دیکھتی ہوں، میرے اندر خوشیاں جھلملانے لگتی ہیں۔ جتنی محبت تم اس سے کرتی ہو، جتنا خیال رکھتی ہو ایسا تو صباحت بھی نہیں رکھ سکتی تھی۔'' وہ سچے لہجے میں اس کی محبت و خلوص کو سراہ رہی تھیں۔

''چراغ سے چراغ روشن ہوتا ہے دادی! میری ممی کے ہوتے ہوئے بھی آپ نے میری نگہداشت کی، بات کرنے کا ڈھنگ، زندگی کا سلیقہ و طریقہ سکھایا۔ آپ یہ مت سمجھیے گا کہ میں آپ کی حرص کر رہی ہوں یا میں بدلہ چکا رہی ہوں۔'' اس نے عقیدت سے دادی کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

''جو آپ نے کیا ہے وہ میں ہرگز ہرگز نہیں کرسکتی، البتہ میں نے یہ ضرور کوشش کی ہے کہ آبرو کی شخصیت میں وہ کمی، وہ خامیاں نہ رہ جائیں جو میرے اندر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہی ہیں۔ میں بظاہر جتنی مکمل نظر آتی ہوں اندر سے میں اتنی ادھوری ہی ہوں۔ کسی تصویر کی طرح نامکمل...... کسی معمہ کی طرح غیر حل شدہ...... کسی شکستہ آئینے کی طرح بکھری ہوئی......'' وہ ان کے ہاتھ کو آنکھوں سے لگائے بے خودی کہہ رہی تھی۔

''عائزہ کو میں نے چائے کا کہا تھا ایک گھنٹے پہلے، ابھی تک نہیں لائی۔'' ان کو یاد آیا تو وہ گویا ہوئیں۔

''وہ بھول گئی ہوگی۔'' پری نے کہا۔

''کام کی باتوں کی تو ان کو بھول ہی پڑ جاتی ہے ہمیشہ۔''

Scan & PDF EJAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

"آپ غصہ نہ کریں، میں بنا کر لے آتی ہوں۔"

"رہنے دو بس، کل طغرل کا کمرا صاف کر کے تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔" وہ ان کو کیا بتاتی کس دکھی دل سے اس نے اپنے کمرے کی صفائی کی تھی۔ کتنا ضبط کا کام ہے اپنی قیمتی شے کو دل نہ چاہتے ہوئے بھی کسی دوسرے کے تصرف میں دیکھنا اور کل وہ اس امتحان سے بھی گزر گئی تھی، نگاہ بھر کر اس نے اپنی قیمتی شے کو نہ دیکھا تھا۔ طغرل کے آنے سے قبل ہی کمرا صاف کر کے نکل آئی تھی اور کتنی دیر تک اس کو کچھ کھونے کا احساس ہوتا رہا تھا۔

"اب تم روز خود صفائی کر دیا کرنا مجھے روز روز کہنا نہ پڑے۔" ان کی بات پر اس نے چونک کر دیکھا۔ لمحہ بھر تو وہ ساکت رہی پر سمجھ آتے ہی دادی سے مخاطب ہوئی تھی۔

"یہ..... یہ بے ایمانی ہے دادی جان!" وہ تیز لہجے میں بولی۔ "یہ دھوکا ہے آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے روز صفائی کرنی ہوگی۔"

"لو یہ بھی کوئی بات ہے، کیا تم روز اس کمرے کی صفائی نہیں کرتی تھیں..... اب روز کرو گی تو کیا بگڑ جائے گا جو داغ دکھا رہی ہو؟"

"پہلے میں اس کمرے میں رہتی تھی اس لیے روز صفائی کرتی تھی اب جب تک وہ اس کمرے میں ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"میں نے خوامخواہ اتنی تعریفیں کیں تمہاری، جب کہ تم کسی ایک تعریف کے بھی قابل نہیں ہو۔ زبان دراز و بدتمیز کہیں کی۔" وہ فوراً ہی اس کی طبیعت صاف کرنے لگی تھیں۔

"آپ کتنی منافق ہیں دادی جان! ابھی کچھ دیر پہلے تو بڑے پھول جھڑ رہے تھے آپ کے منہ سے میرے لیے، میں نے ذرا سچ بات کہہ دی تو آپ کو بدتمیز اور زبان دراز لگنے لگی، یہ کیسی محبت ہے دادی۔"

"میں تمہاری دادی ہوں، تم میری دادی بننے کی کوشش مت کرو۔" ان کا مزاج بگڑا تو بگڑتا ہی چلا گیا تھا۔ "بچے کو آئے کتنے دن ہو گئے ہیں مگر تم کو سلام کرنا بھی گوارا نہیں ہوا۔ یہ ہٹ دھرمی ذرا اچھی نہیں ہے۔" انہوں نے سخت لہجے میں جتایا۔

"میرا سلام کرنا اس کو اتنا ضروری کیوں ہے؟" دادی کی مسلسل اس تکرار سے اس کو چڑ ہونے لگی تھی۔

"اس لیے کہ تم اس سے بلاوجہ بیر باندھے بیٹھی ہو کیا بگاڑا ہے اس بچے نے تمہارا.....؟" "اتنے سال بعد آیا ہے وہ اور تم ہو کہ اس سے دو بات کرنے کو راضی نہیں؟" دادی کی بات جاری تھی جب ہی راہداری سے آنے والی خوش بُو اس کی آمد کا پتا دینے لگی تھی۔ دادی کے مزاج پر چھائے بادل یکدم ہی چھٹ گئے تھے اور سردیوں کی نرم و ملائم خوب صورت دھوپ کی مانند مسکراہٹ ان کے چہرے پر پھیلتی چلی گئی تھی، لمحہ بھر میں ان کا بدلتا مزاج پری کو سراسیمہ کر گیا تھا۔ موقع ہی نہیں ملا کہ وہ وہاں سے بھاگ کر بالکونی پر چلی جاتی وہ پردہ ہٹا کر اندر آیا تو وہ دادی کی گھورتی نگاہوں کے باوجود سرعت سے ان کے پیچھے کسی حد تک روپوش ہوئی تھی لیکن دھان پان سی دادی کے پیچھے چھپنا محال تھا اور حقیقت میں دادی کا ارادہ بھی اس کو پناہ دینے کا نہیں تھا۔ غلبت میں چہرہ ان کی پشت کے پیچھے کر سکی تھی۔

"اوہ سوری دادی جان! میں سمجھا آپ تنہا ہیں سو بنا دستک دیئے آ گیا۔" وہ جو اپنی دھن میں آیا تھا اس لڑکی کو سراسیمہ انداز میں دادی کے پیچھے چہرہ چھپاتے دیکھ کر شرمندگی سے واپس جاتے ہوئے بولا۔

"واپس کہاں جا رہے ہو بیٹا! یہ کوئی غیر تھوڑی، اپنی پری ہے۔" زمانے بھر کی مٹھاس ان کے لہجے میں در آئی تھی پری کے نام پر وہ بھی اطمینان سے پلٹا تھا اور دادی کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔ اس کی نگاہ پری کے سراپا پر تھی۔ سیاہ و دھانی رنگوں کے امتزاج والے پرنٹڈ کپڑوں میں اس کی شفاف رنگت دمک رہی تھی۔ اس کے چہرے کے دلکش نقوش نمایاں تھے۔ دانستہ یا غیر دانستہ طور پر دادی جان نے بیڈ پر رکھے تکیوں سے ٹیک لگائی اور وہ جوان کی پشت کے پیچھے دبکی ہوئی تھی بالکل سامنے آ گئی تھی۔ طغرل نے جو اسے کچن میں سرسری طور پر دیکھا تھا اب دادی کی موجودگی کا نیال نہ ہوتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا۔ بڑی مشکل سے اپنی نگاہوں کو قابو کر پایا تھا۔

"کیسی ہو تم پارس!" اس نے لہجہ کو خاصا مہذب بنایا تھا۔ وہ کیا بولتی سمجھ ہی نہیں آیا ہنوز چہرہ جھکائے بیٹھی رہی۔

"بھائی کچھ پوچھ رہا ہے منہ میں کیا گھونگھنی چبا کر بیٹھ گئی ہو؟ سلام تم سے نہیں کیا جاتا تو کم از کم اس کا تو جواب دے دو جو بچہ پوچھ رہا ہے۔" ان کو اپنے لاڈلے کی ایسی بے عزتی کہاں برداشت ہوتی فوراً جھڑک کر بولیں۔

"آپ غصہ مت ہوں دادی جان! اگر مجھ سے بات کرنا نہیں چاہ رہی تو کوئی بات نہیں، میں بُرا نہیں مان رہا ہوں۔" اس کی تابعداری و فرماں برداری پری کو ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی، اس کی نگاہوں کی تپش وہ اپنے چہرے پر مسلسل محسوس کر رہی تھی۔

"یہ تم سے بات کرنا کیوں نہیں چاہے گی؟" دادی کو اس کی ڈھٹائی ایک آنکھ نہیں بھائی تو غصہ سے سرخ ہو کر گویا ہوئیں۔

"کون سا تم وراثت میں سے اس کا حق غصب کر بیٹھے ہو؟"

"شاید یا اس کو میرا یہاں آنا ناپسند نہیں آیا ہے۔" اس نے خاصے بھولپن سے کہا۔

"اس پر بھلا تمہارا کیا بوجھ..... جو یہ تمہارا آنا ناپسند نہیں کرے گی؟" دادی تو گویا جواب دینے کا عہد کر بیٹھی تھیں۔ ان کی یہ بے وفائی غیر متوقع ہرگز نہ تھی مگر پھر بھی پہلی بار سامنا ہونے پر ہی اس شاندار بے عزتی پر اس کا غم و غصہ سے بُرا حال ہو رہا تھا، مارے کوفت کے چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ اس کے لیے حیرت انگیز بات تھی وہ اس کی باتیں اور دادی کی صلواتیں جس صبر و برداشت سے سن رہی تھی پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا وہ بے حد چھوٹی و معمولی باتوں پر اس آگ کی طرح بھڑک اٹھتی تھی جو بجھائے نہیں بجھتی تھی۔

"دادی جان! آپ کو کیوں اس قدر غصہ آ رہا ہے میں نے کیا کیا ہے؟" ان کو مسلسل غصہ سے بڑبڑاتے دیکھ کر وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"غصہ نہیں آئے گا؟ نہ تم نے بھائی کو سلام کیا نہ بات کا جواب دیا؟" دادی وہی مرغ کی ایک ٹانگ پکڑے الجھی تھیں۔

"السلام علیکم! میں ٹھیک ہوں۔" اس نے نہایت جلے کٹے انداز میں لمحہ بھر کو نگاہیں اٹھا کر طغرل کو دیکھ کر سلام کے ساتھ اس کے سوال کا جواب بھی دیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

"وعلیکم السلام! جیتی رہو۔ اس نے پری کے انداز پر بے ساختہ اُمڈنے والے قہقہہ کو ضبط کرتے ہوئے بزرگانہ انداز میں کہا۔

"سلام کیا ہے یا لٹھ مارا ہے؟ میں کہتی ہوں پری سدھر جاؤ۔"

"میں نے سنا ہے دادی! ایک جانور ایسا ہے جس کی دم بہت مشہور ہے اور یہ بھی سنا ہے اس کی دم سو سال نلکی مین رکھنے کے بعد نکالی جائے تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی نکلتی ہے کچھ انسانوں کے مزاج کی طرح......؟"

"پری! چائے بنا کر لاؤ۔" دادی نے اس کو وہاں سے ٹالا پھر گویا ہوئیں۔ "پری اور تم اس دم کی طرح ہی ہو جو کبھی سیدھی نہیں ہو سکتی ہے۔"

⦿ + ⦿ + ⦿

رات نصف سے زیادہ گزر چکی تھی۔

نینداس کی آنکھوں سے روٹھی ہوئی تھی۔ کل اس کی سنی سے ملاقات تھی۔ وردہ امی سے اپنی ممی و کزنز کے ساتھ پکنک پر جانے کی غلط بیانی کر چکی تھی۔ درحقیقت وہ سنی کے ساتھ جانے کی منصوبہ بندی تھی۔ پہلے دو تین دن وہ منع کرتی رہی کہ وہ کسی صورت ایسی غیر اخلاقی حرکت نہیں کرے گی والدین کے اعتبار و اعتماد کو دھوکا نہیں دے گی مگر وردہ نے نا معلوم اپنی باتوں سے ایسا کیا سحر پھونکا تھا کہ وہ نہ کرتے کرتے بھی اقرار کر بیٹھی تھی۔ لا اُبالی عمر تھی اور اس عمر میں خوابوں کے دیس بسے ہوتے ہیں' جذبوں کے پھول پر چاہت کی تتلیاں رقص کرتی رہتی ہیں۔ وہ بھی ایک لڑکی تھی۔

ارمان وعنایتیں اس کے دل میں بھی جنم لے چکی تھیں اور ان کو پروان چڑھانے میں وردہ کی ہمت و حوصلہ افزائی حد سے سوا تھی' وہ بھی اس کو اس راہ پر گامزن کرنے میں معاون تھی' نا معلوم وہ وردہ سے مخلص تھی یا اس کی تمام تر ہمدردیاں اپنے کزن سے وابستہ تھیں؟

اسی ادھیڑ بن میں کسی لمحہ وہ نیند کی آغوش میں سمٹ گئی تھی۔ رضیہ حسب عادت نماز فجر سے پہلے ہی بیدار ہو چکی تھیں ان کے شوہر نماز فجر ادا کرنے مسجد چلے گئے تو وہ بھی نماز ادا کرنے کھڑی ہو گئیں اور نماز کے بعد خاصی دیر تک دعائیں مانگتی رہیں' ان کی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں' دل پر عجیب سا بوجھ آ گرا تھا۔ وردہ کے بار بار اصرار پر انہوں نے کل اظہر صاحب سے رجاء کو پکنک پر بھیجنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

"آپ تو صبح سے نکلے رات گئے گھر آتے ہیں آپ کو کیا معلوم رجاء کتنی پریشان و بدحواس رہنے لگی ہے' امتحانوں کی فکر کی وجہ سے بے حد کمزور ہو گئی ہے۔"

"تم ماں ہو' ماں اور بیٹی میں کوئی دوری نہیں ہوتی ہے' معلوم کرو اس سے وہ کیوں پریشان و بدحواس ہے؟ مجھ سے وہ ہچکچائے گی' گھبرائے گی کہ میں باپ ہوں۔" ان کے باریش چہرے پر نور و وقار بھری ملائمت تھی۔

"میں پوچھ چکی ہوں' وہ امتحانوں کی فکر میں گھل رہی ہے اس کی سہیلی کہہ رہی تھی ایک دن گھر سے باہر سہیلیوں کے ساتھ سمندر پر گزارے گی تو ٹھیک ہو جائے گی' کوئی مرد ساتھ نہیں جا رہا ان کے' کوئی بے پردگی نہیں ہو گی۔" انہوں نے وردہ کی زبانی سنی بات وثوق سے دہرا دی۔

"اس لڑکی کے گھر کا ماحول دیکھا ہے' اس کی والدہ سے ملی ہو' کیسے لوگ ہیں جانتی ہو؟ پھر گھر سے باہر مستورات کا بغیر محرم کے جانا مناسب فعل ہے کیا؟" انہوں نے اعتراضات کی بھرمار کر دی تھی مگر عورت جب منوانے پر کوئی بات آ جائے تو پھر منوا کر ہی رہتی ہے۔ رضیہ بیٹی کی محبت میں بے چین تھیں نا معلوم کون کون سی دلیلوں سے خاوند کو راضی کر کے ہی مانی تھیں۔ بے شک وردہ ہی ان کو راضی کرتی رہی تھی' رجاء نے خواہش ظاہر نہیں کی تھی مگر وردہ کو منع بھی نہ کیا تھا تب وہ سمجھی تھیں کہ وردہ کے اصرار میں رجاء کا اقرار بھی شامل تھا۔ خاموشی میں بھی اثبات کی رضا ہوتی ہے۔ وہ بیٹی کی پہلی خاموش خواہش کو رد ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ سو شوہر سے ہامی لے کر ہی اٹھی تھیں لیکن نا معلوم کیا ہوا کہ دل پر ایک انجانا بوجھ سا آ گیا تھا' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھیں کیا ہوا ہے؟ رجاء پہلی بار غیروں کے ساتھ گھر سے باہر جائے گی اس کی فکر سے یا زندگی میں پہلی بار اپنے جیون ساتھی کی بات کو رد کر کے اپنی منوانے کا دکھ تھا۔

وہ خاصی دیر تک ہاتھ پھیلائے دعا مانگتی رہیں اور اشکِ ندامت بہتے رہے۔

رجاء کو نماز کے لیے بیدار کر کے وہ کچن میں آ کر پراٹھوں کے لیے آٹا گوندھنے لگیں' ان کے خاوند کی عادت تھی' وہ ناشتے میں انڈے پراٹھے کھاتے تھے۔

رجاء نماز کے لیے بڑی مشکل سے اٹھی تھی شدید نیند سے اس کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں' اگر اسے امی کی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو وہ نماز کے لیے نا اٹھتی۔ مگر جانتی تھی بے حد محبت کرنے والی ماں نماز کے معاملے میں از حد سخت تھیں۔ جب سے یہ سلسلہ چلا تھا وہ غیر محسوس انداز میں نماز و قرأت سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ رضیہ حافظہ تھیں۔ باورچی خانہ میں ناشتا بنانے کے دوران ان کی تلاوت کی خوب صورت مگر دھیمی آواز خوش بو کی مانند گھر میں پھیلتی گویا ہر شے کو معطر کر رہی تھی۔ عام دنوں میں وہ ماں کا ہاتھ بٹایا کرتی تھی مگر آج اعصاب اتنے کشیدہ تھے کہ نماز پڑھ کر وہ دوبارہ بستر پر آ کر لیٹ گئی تھی۔

وقت مقررہ پر وردہ آئی تو وہ اس وقت تک ذہنی طور پر تیار ہو چکی تھی۔ تمام منفی سوچوں پر اس نے پہرے بٹھا دیئے تھے۔ یہی حل اس کو بہتر لگا تھا۔ اس نے بہترین لباس زیب تن کیا تھا' ہلکی سی جیولری استعمال کی تھی' میک اپ کے نام پر اس کے پاس صرف کاجل اور ٹالکم پاؤڈر تھا جو اس نے استعمال کیا تھا اور امی کی ڈھیروں دعاؤں میں وہ وردہ کے ساتھ باہر نکل آئی تھی۔ دہلیز سے قدم باہر نکالتے ہی وہ ایک کیفیت کا شکار ہوئی تھی۔

"یہ میں کیا کرنے جا رہی ہوں؟" اس کا دل بُری طرح دھڑک اٹھا تھا۔

⦿ + ⦿ + ⦿

"آپ آج جلدی آ گئے' خیر تو ہے نا؟" صباحت' فیاض کو بے وقت گھر آتے دیکھ کر گویا ہوئی تھیں۔ فیاض نے ناقدانہ انداز میں ان کی طرف دیکھا تھا۔

"کچھ کاغذات بھول گیا تھا وہ لینے آیا ہوں' کہیں جانے کی تیاری ہے؟" ان کو نک سک سے تیار دیکھ کر وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

"جی...... جی وہ...... میں نے سوچا بھابی اور بھائی کی خیریت معلوم کر آؤں۔ بہت دنوں سے جانا نہیں ہوا' بچے بھی یاد کر رہے ہیں' بھابی بتا رہی تھیں۔" فیاض کی اچانک آمد نے ان کی چوری فاش کر دی تھی۔ وہ آج نند

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

کے آنے کا سن کر بہانہ کر کے یہاں سے جانے کا سوچ چکی تھیں۔ نندیں ان کی دونوں ہی دماغ والی تھیں۔ متمول گھرانوں میں بیاہ کر گئی تھیں' ان کو ہر وہ آسائش و سہولت میسر تھی' جن کی چاہ ہر عورت کی اولین آرزو ہوتی ہے۔ آسودہ حالی نے ان کو نازک مزاج بنا دیا تھا جو صباحت کو کچھ زیادہ ہی کھلی تھی۔

"ایک ہفتے قبل ہی تو تم اپنے بھائی اور ان کے بچوں سے مل کر آئی ہو پھر اتنی جلدی کیا ضرورت پڑ گئی جانے کی.....؟" فیاض کے لہجے میں برہمی تھی۔ "جب کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ عامرہ آئے گی آج' اس کے لیے کھانے میں خاص اہتمام کرنے کی بجائے تم گھر سے ہی غائب ہو رہی ہو؟"

"عامرہ آ رہی ہے تو کون سی نئی بات ہے' وہ تو آتی رہتی ہے۔" اپنے پروگرام کو چوپٹ ہوتے دیکھ کر وہ منہ بنا کر گویا ہوئی تھیں۔

"نئی بات تو تمہارے جانے میں بھی نہیں ہے' تم بھی جاتی رہتی ہو۔"

"آپ کو میرے جانے پر کیوں اعتراض ہے؟"

"میں نے تم کو کبھی بھی کہیں آنے جانے سے منع کیا اور نا ہی اعتراض کیا ہے کہ مگر میں یہ کبھی برداشت نہیں کروں گا کہ تم میرے گھر آنے والے مہمانوں اور میری بہنوں سے جان چھڑا کر گھر سے فرار ہو۔" بے حد سنجیدہ و خاموش رہنے والے فیاض صاحب کی نگاہوں سے بیگم کی حرکات و سکنات پوشیدہ نہ تھیں۔ شریک حیات کی رگ رگ سے وہ واقف تھے لیکن درگزر' افہام و تفہیم ان کی شخصیت کا حصہ تھی' کبھی بہت موقع پر ہی لب وا کرتے تھے۔

"واہ بھئی! یہ بھی آپ نے خوب کہی' مجھ پر سارے الزام تھوپ کر خود بری الذمہ ہو گئے؟ درحقیقت آپ کو میری پروا ہی کب ہے' آپ نے کبھی مجھے وہ مقام نہیں دیا جس کی میں حق دار تھی' اس مقام پر ابھی بھی وہ عورت حکومت کر رہی ہے جو اس گھر سے نکل گئی' آپ کی زندگی سے چلی گئی مگر آپ کے دل سے نہ جا سکی' وہ آج بھی آپ کے دل میں براجمان ہے اور ہمیشہ....."

"بکواس بند کرواپنی....." وہ ایک دم ہی چیخ اٹھے۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں' وہ آپ کو پہلے سے زیادہ عزیز ہے' اس کی خاطر آپ نے کبھی میری طرف پیار سے نہیں دیکھا' کبھی مجھے نہیں سراہا' میں اس سے زیادہ محبت کرتی ہوں آپ سے..... اس نے آپ کو پا کر کھو دیا لیکن میں نے بڑی دعاؤں' مرادوں کے بعد آپ کو پایا ہے اور پا کر بھی نہ پا سکی ہوں۔" صباحت کے دل کا درد لبوں پر آیا تو آنکھیں جھر جھر بہنے لگی تھیں۔

"یہ کون سا وقت ہے ایسی باتیں کرنے کا صباحت.....!" وہ ایک گہرا سانس لے کر نرمی سے مخاطب ہوئے مگر ان کی آنکھیں دھواں دھواں ہو رہی تھیں۔ ایک عورت ہی عورت کا دکھ بھلا سکتی ہے اپنا اسیر بنا سکتی ہے۔ بشرط یہ کہ وہ دوسری عورت' پہلی عورت سے زیادہ قابل و ذہین ہو اور یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ صباحت نہ تو ذہین تھیں اور نہ ہی اتنی حسین کہ وہ سب کچھ بھول کر صرف ان کے ہو جاتے اور ماضی کسی گرد کی طرح ان کے دل سے صاف ہو جاتا۔

"چلو..... آؤ میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں' مجھے یاد آیا عامرہ کی کال آئی تھی' وہ کل آئے گی' اس کے ہاں

Digitized by Google

مہمان آ گئے ہیں۔" وہ ان کا بازو پکڑ کر باہر نکل گئے تھے۔

صباحت نے نہال ہو کر ان کے بازو کو مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

گزر گیا جو زمانہ اسے بھلا ہی دو
جو نقش بن نہیں سکتا اسے مٹا ہی دو
کھلے گا ترک تعلق کے بعد باب فنا
یہ ایک آخری پردہ بھی اب اٹھا ہی دو
رُکی رُکی سی ہَوا ہے تھکا تھکا ہے چاند
وفا کے دشت میں جیسے کھڑے ہیں راہی دو

عشرت جہاں ناراضگی سے بیٹی کی جانب دیکھ رہی تھیں جو ایک عرصہ بعد ان سے ملنے آئی تھیں اور چند منٹ حال احوال جاننے اور بتانے کے بعد جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"پورے چھ ماہ بعد تم نے گھر میں قدم رکھا ہے' اب کچھ وقت بوڑھی ماں کو بھی دے دو۔ ملازم سے کہہ کر کھانا لگوا رہی ہوں۔" عشرت جہاں جتانے لگیں۔

"ممی! فون تو میں آپ کو کرتی رہی ہوں حالانکہ دبئی میں بے حد مصروفیات رہیں۔ یہ کون سی نئی بات ہے' سال میں ایک ماہ بھی تم اپنے شہر میں نہیں گزارتی ہو۔ دبئی' لندن' پیرس اور بھی بے شمار جگہوں پر آنا جانا رہتا ہے' میں صورت دیکھنے کو ترس جاتی ہوں تمہاری....." ان کے لہجے میں ایک درد سمٹ آیا۔

"میں اسی لیے فون کرتی ہوں آپ کو کہ آپ خود کو تنہا محسوس نہ کریں۔"

"آواز سننے سے میری ممتا کو قرار نہیں آتا منی!" اکلوتی عزیز ترین بیٹی کے لہجے میں نادر تڑپ تھی اور نا ہی وہ احساس جس کی ان کی ممتا تمنائی تھی۔ بے گانگی بھرا سرد و سپاٹ لہجہ گویا جذبات و محبت سے ناواقف پتھروں کو گویائی مل گئی ہو۔ ان کے لہجے میں آہیں گھل گئیں۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے ممی! صفدر کی مصروفیات! جتنا ان کا کاروبار پھیلا ہوا ہے اتنا ہی ان کا حلقۂ احباب وسیع ہے' روز ہی کہیں نہ کہیں پارٹی یا فنکشن نکل آتے ہیں' ڈنر تو ہم گھر پر ہی نہیں کرتے کہ کہیں نہ کہیں مدعو ہوتے ہیں' آج بھی ایک منسٹر کے ہاں پارٹی میں مدعو ہیں ہم۔"

"بھاڑ میں ڈالو ان باتوں کو..... کھانا نہیں تو کم از کم چائے' کافی یا کولڈ ڈرنک ہی لے لو' میکے سے سوکھے منہ جانا ہماری روایت نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے' بلیک کافی منگوا لیں' بنا شکر کے۔" وہ بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔ عشرت جہاں نے ملازمہ کو کافی لانے کا کہا اور بیٹی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ وہ گولڈن سلک کی لائٹ کام والی ساڑھی میں ملبوس تھیں۔ برگنڈی کلر تراشیدہ بال ان کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے' ہیرے کے جیولری سیٹ میں ان کے حسین چہرے پر روشنیاں بکھری تھیں۔ دونوں ہاتھوں میں ان کے طلائی چوڑیاں بھری ہوئی تھیں۔ ان کے قریب رکھے خوب

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com

صورت پرس اور پیروں میں پہنے سینڈلز کی قیمت لاکھوں میں تھی‘ ان کی ایک ایک شے سے امارات ظاہر تھی۔ وہ بے حد حسین تھیں اور خوش حالی نے ان کے حسن کو دوچند کر دیا تھا۔ جو عورت حسن کی دولت سے مالا مال ہو اور خوش حالی سے بھی آسودہ ہو تو زندگی اس میں گنگنانے لگتی ہے۔

صباحت کے رنگ روشنیاں بن کر اس کی آنکھوں میں چمکنے لگتے ہیں۔ چہرے پر مسرتوں کی کہکشاں جھلملانے لگتی ہے۔

مگر...... اس کی خوب صورت آنکھوں میں رنگ تھے نہ روشنی...... !صرف ایک موسم جیسے ٹھہر گیا تھا اداسی کا موسم پت جھڑ کا موسم......

”اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں ممی!“ ان کو دیکھتا پا کر شگفتہ نے استفسار کیا۔

”شگفتہ! کیوں اس قدر اُجڑی اُجڑی دکھائی دیتی ہو؟ دولت‘ عزت‘ مرتبہ‘ صفدر کی بے پناہ محبت و چاہت کی تم مالک ہو‘ وہ تمہیں دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں‘ پھر کیوں مجھے اتنی الجھی اُجڑی اور پورے جہاں سے بے زار نظر آتی ہو؟“ ملازمہ کافی دے گئی تھی‘ عشرت جہاں اس کا چہرہ تکتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

محبت روٹھ جائے تو زندگی کہاں آباد رہتی ہے‘ بار بار سعی کے بعد بھی نہیں۔

”ممی! میں آپ کے سامنے لاکھوں کی پراپرٹی بنی بیٹھی ہوں اور آپ کہتی ہیں میں اُجڑی اُجڑی دکھائی دے رہی ہوں؟“ اس نے گہری سانس بھر کر کہا۔ ان کے لہجے میں ایک اَن کہی اَن دیکھی پھانس تھی جو عشرت جہاں کے دل میں کھب کر رہ گئی۔ وہ آزردگی سے اس سے گویا ہوئیں۔

”تمہاری زندگی اس کافی کی طرح ہو گئی ہے کڑوی و بے ذائقہ۔“

”شکر ہے خدا کا! زندگی تو ہے نا!“ ان کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ اُبھری۔

”پری آئی تھی؟“ ممی کو خاموش دیکھ کر اس نے آہستگی سے پوچھا۔

”نہیں!“ زبان کے ساتھ انہوں نے گردن بھی ہلائی۔

”کیوں......؟ آپ معلوم کرتیں؟“ سر میز پر رکھ کر وہ فکر مندی سے بولیں۔

”اس کی تائی اور کزن آئے ہیں آسٹریلیا سے اس وجہ سے نہیں آسکی ہے۔“

”وہ آئے ہیں تو کیا ہوا؟ وہ پری کی ذمہ داری تو نہیں ہیں‘ گھر کے دوسرے لوگ بھی تو ہیں‘ پری پر ہی بوجھ کیوں ہے۔ آپ کل ڈرائیور کو بھیجیں۔“

”اتنی محبت کرتی ہو پری سے مگر روبرو کبھی محبت جتاتی نہیں ہو۔“ ان کا رویہ پری سے بے حد محتاط و تکلف زدہ ہوتا تھا۔

”ممی! پری میری بیٹی ہے‘ میری روح ہے وہ...... محبت تو فقط محبت ہوتی ہے دکھانے اور جتانے کی ضرورت کہاں ہوتی ہے محبت میں۔“ ان کے نم لہجے میں محبت کی مٹھاس کسی خوش بُو کی مانند مہک رہی تھی۔

”میں کل بلاتی ہوں پری کو‘ اب تمہیں تو فرصت ہو گی نہیں‘ اس کو ساتھ لے کر میں خود تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ آذر اور مہوش بھی سڈنی چلے گئے ہیں کل‘ وہ اب جلدی آنے والے نہیں ہیں اور میرا اب تنہائی میں دم گھٹنے لگا ہے یہ در و دیوار مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔“ ان کے لہجے میں تنہائیوں کی وحشت لرزنے لگی تھیں۔

Digitized by Google

”نہیں...... آپ وہاں پری کو مت لائیے گا۔“

”کیوں بھلا......؟“ وہ حیران ہوئیں۔

”صفدر کے مزاج کو تو جانتی ہیں نا آپ! انہوں نے پری کو کبھی پسند نہیں کیا اور میں نہیں چاہتی پری کسی کی آنکھ کا خار بنے۔“ وہ دوٹوک انداز میں بولیں۔

”اچھا ہے‘ اس بہانے تم بھی گھر کو گھر سمجھو گی۔ ڈرائیور کے ہاتھ ہی میں یہ تمہارا لایا ہوا سامان بیگ میں بھر کر پری کو بھجوا دوں گی۔“

”ارے تم رک کیوں گئی ہو؟ جلدی قدم اٹھاؤ سنی انتظار کر رہا ہے۔“ گھر سے باہر قدم رکھتے ہی وہ رک گئی تھی۔ وردہ جو اس کی بہترین دوست تھی اس کی دلی کیفیت سے آگاہ تھی‘ اس کا لرزتا ہاتھ پکڑ کر وہ گویا ہوئی تھی۔

رجاء کی کیفیت اس وقت عجیب سی تھی گویا ساکت ہو گئی ہو۔

”وردہ! پلیز مجھے چھوڑ دو۔ میں یہ سب نہیں کر پاؤں گی۔“ اس کی آواز میں لرزش تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں وردہ بخوبی سن رہی تھی۔

”بے وقوف مت بنو‘ میرے ساتھ آؤ ابھی۔“ وردہ اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھتے ہوئے ترش لہجے میں گویا ہوئی۔

”میں گھر واپس جانا چاہتی ہوں‘ پلیز مجھے جانے دو۔“ وہ بے جان انداز میں اس کے ساتھ کھینچی جا رہی تھی۔

”گھر جا کر کیا بولو گی؟ سچ بتاؤ گی کہ تم ایک غیر محرم کے ساتھ ڈیٹ کر رہی تھیں؟“ نسبتاً ایک سنسان گلی میں رک کر وہ غرائی تھی۔

”ہاں‘ میں امی کو سچ بتا دوں گی۔ ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے پر جو وہ سزا دیں گی‘ وہ مجھے منظور ہو گی مگر میں یہ سب نہیں کر سکتی۔“ وہ ہچکیوں سے رو دی تھی‘ وردہ کا موڈ بُری طرح آف ہو گیا تھا۔

”یہ سب تمہیں سنی سے پیار کی پینگیں بڑھانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا‘ اب تمہیں میرے ساتھ چلنا پڑے گا ورنہ سنی گولی مار دے گا تجھے۔“ وردہ کے لہجے میں سختی اُبھرنے لگی تھی۔

”میں نے اس سے آج تک بات بھی نہیں کی ہے تم......“

”خاموش رہو‘ میرا موڈ خراب مت کرو‘ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا‘ تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور تمہاری باتوں میں آ کر میں بھی سنی کو وقت دے چکی ہوں‘ تمہاری بہانہ بازیاں بہت دیکھ چکی ہوں‘ اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔“ وردہ کا لہجہ سخت اجنبی و کٹھور تھا۔ یہ لہجہ‘ یہ انداز کسی دوست کا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ رجاء کی حجاب سے جھانکتی بھیگی نگاہوں میں تحیر سمٹ آیا تھا۔ ”چلو آگے بڑھو‘ وہ پارک کے پاس کار لیے کھڑا ہے‘ چند گھنٹوں میں واپس آ جائیں گے۔ کیوں پریشان ہوتی ہو اور مجھے بھی کرتی ہو ڈیئر!“

”میں نہیں جاؤں گی۔“ رجاء نے اس سے ہاتھ چھڑا کر مضبوط لہجے میں کہا۔ اسے لگا امی بہت قریب قرآن کی تلاوت کر رہی ہوں۔ قریب...... اتنے قریب کہ اس کی سماعتوں میں مدہم و میٹھی قرأت گونجنے لگی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

"اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔" اس کے کانوں میں صدائیں گونجتی چلی گئیں۔ صدائیں بلند تر ہوتی چلی گئیں۔ "ہم کو سیدھے راستے پر چلا، ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔"

"کیا ہو گیا ہے تمہیں رجاء!" وردہ اس کے چہرے کی بدلتی رنگت سے پریشان ہو گئی۔

"تم میری دوست نہیں ہو وردہ! تم جس راہ پر مجھے لے کر جانا چاہ رہی ہو وہ راہ بھٹکے ہوئے لوگوں کی راہ ہوتی ہے۔" وہ گویا کسی سحر سے آزاد ہوئی تھی۔ کیسی غیبی طاقت نے اس کی آنکھوں سے وہ غفلت و نافرمانی کی پٹی اُتار پھینکی تھی جو کچھ عرصے سے وردہ کے توسط سے اس کی آنکھیں پر باندھ دی گئی تھی۔ اب وہ مستحکم لہجے میں اس سے مخاطب تھی۔

"مجھے پروا نہیں تم مجھے دوست سمجھو یا دشمن...... تم کو میرے ساتھ تو چلنا ہی پڑے گا۔" وردہ نے خونخوار لہجے میں کہا اور اسی اثناء میں ایک کار وہاں آ کر رُکی تھی کیونکہ یہ تنگ عقبی گلی تھی' اس طرف بنے گھروں کے دروازے کم کم ہی وا ہوتے تھے اور یہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے بحث و تکرار کی آوازیں بھی کسی کی سماعت سے نہ ٹکرا سکی تھیں۔ وردہ نے اس سے بحث کے دوران ہی ہاتھ پشت کی جانب کر کے قریب کھڑے سنی کو ایس ایم ایس کر کے بلوا لیا تھا اور کار وہاں آتے دیکھ کر رجاء خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"چلو اب مان جاؤ' دیکھو سنی خود یہاں آ گیا ہے۔" وردہ چہکی۔

"تم نے اسے بلایا ہے؟"

"نہیں...... وہ تمہاری خوش بُو سونگھ کر چلا آیا ہے۔" وہ ایک دم ہی بدل گئی تھی۔ رجاء اس کے بدلتے تیور دیکھ کر حق دق تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا وردہ پر اعتبار کر کے اس نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ "اتنا مت سوچو فیصلے کمزور پڑ جاتے ہیں' زیادہ سوچنے سے...... دیکھو محبت تمہارے سامنے ہے اور تم فیصلوں میں وقت ضائع کر رہی ہو۔" کار سامنے کھڑی تھی جس کے شیشے سیاہ تھے۔ وہ تاریکی اسے خود پر چھائی محسوس ہوئی تھی۔ وردہ نے مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا' اسی وقت اس نے بلا سوچے سمجھے قریبی گھر کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہا' دروازہ پہلے ہی بند نہ تھا اس کے دونوں ہاتھوں کے دباؤ سے کھل گیا اور وہ بے توازن ہو کر اندر گرتی چلی گئی۔

......☆......

اماں جان کی دونوں بیٹیاں آئی ہوئی تھیں' گھر میں خوب رونق' ہنگامہ ہو رہا تھا۔ نواسے اور پوتیوں کی پوری فوج تھی ان کی...... البتہ طغرل اکلوتا پوتا تھا' وہ کزنز میں گھرا شہزادہ گلفام بنا بیٹھا تھا۔

"تم نے کنوارے یہاں آ کر ہماری ناک کٹوا دی ہے یار! کم از کم ایک عدد میم ہی لے آتے تو کیا بگڑ جاتا تمہارا؟" معید نے دکھی سی فریاد کی تھی۔

"اچھا......! اس سے طغرل بھائی کو کتنی نفل کا ثواب ملتا؟" عادلہ نے معید کو منہ بنا کر کہا۔

"ارے نفل کا کیوں...... ثواب تو فرض کا ملتا طغرل کو اگر یہ کسی میم کو لاتا تو...... پہلے کسی غیر مسلم کو مسلم کرنا پڑتا ہے پھر شادی ہوتی ہے تو اس طرح طغرل کو ثواب مل جاتا اور ہم بھی فارن بھابی سب کو دکھا کر شو مارتے بھئی!" مدثر کی آواز اندر آتی اماں جان نے سنی تھی اور قریب آ کر بولیں۔

"پہلے خود تو اصل مسلمان بن جاؤ پھر دوسروں کی فکر کرنا۔"

AL HAMRA

Scan & PDF IJAZ AHMED Friends-Korner.com
Digitized by Google

''اماں جان! اس مدثر کو ہر وقت شادی بیاہ کی سوجھی رہتی ہے۔ ہر وقت اس کی زبان پر آنے والی کے تذکرے رہتے ہیں۔'' عامرہ اور آصفہ ماں کے قریب بیٹھی تھیں' عامرہ نے کہا تھا۔

''اے لو! تم نے لڑکی بھی دیکھ لی اور ماں سے ذکر بھی نہ کیا؟'' اماں سدا کی صاف گو تھیں۔ کھری بات کہنے میں وہ بہو بیٹی کا لحاظ نہ رکھتی تھیں۔

''ہائے اماں! یہ کیسے ہوسکتا ہے' میں آپ سے پوچھنے بنا اتنا بڑا کام کرلوں؟''

''تو یہ مدثر کیوں آنے والی کے گن گا رہا ہے؟''

''اماں! ایسی بات نہیں ہے' میں نے بتایا تھا نا! شریف کا ارادہ ہے دوست کی بیٹی کا مدثر کے لیے ان سے بات کی تھی۔'' عامرہ نے ماں کو رسانیت سے سمجھایا۔ نوجوان پارٹی خاموشی سے کھسک لی تھی۔

''اچھا..... ہاں' تم نے بتایا تو تھا پھر کیا کہا ان لوگوں نے.....؟''

''وہ کہہ رہے ہیں بیٹی دیں گے تو بیٹی لیں گے بھی' یہ شرط ہے ان کی۔''

''نوج! ایسے رشتوں پر..... بڑی ناک چوٹی کے رشتے ہوتے ہیں یہ' بڑی چٹیا گھسیٹی ہوتی ہے ایسے تعلقات میں' ہمیں نہیں کرنے بابا!''

''امی! ہے تو بہت خطرے والا معاملہ!'' آصف نے بھی ماں کی تائید کی۔

''جس گھر سے بیٹی لی' اس گھر میں بیٹی دینے کا کیا سوال؟''

''میں نے بھی شریف سے یہی کہا تھا' وہ بات کریں گے ان سے.....''

''اماں! یہ مدثر نہ بھابی کب تک مری سے آئیں گی؟ زمان نے پارٹی دینے کا کہا تھا۔ یہاں فون کیا تو معلوم ہوا بھابی بیگم پہلے ہی میکے روانہ ہوگئی ہیں۔ ابھی آئے دن ہی کتنے ہوئے تھے جو میکے بھاگ آئیں؟ سسرالیوں سے تو کوئی محبت ہی نہیں ہے۔ سالوں میکے میں گزار کر آئی ہیں اور یہاں دو ہفتوں میں ہی بھاگ گئیں اور آنے کا نام نہیں ہے۔'' عامرہ اور آصفہ مخصوص نندوں والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

''چہرے سے جتنی سادہ نظر آتی ہیں' اندر سے گنوں کی اتنی ہی پوری ہیں۔ دونوں بیٹا بیٹی اپنوں میں دے کر آئی ہیں' اب طغرل بچا ہے اس کو بھی جلد ٹھکانے لگانے کی کوشش کریں گی۔'' آصفہ کو اندیشہ لاحق تھا۔

''ہاں! اس کے لیے بھی کوئی بھتیجی بھانجی لے آئیں گی۔ بھابی تو پہلے ہی ہم سے دور ہیں' اب بھتیجوں کی صورتوں کو بھی ترسا کریں گے۔''

''اماں! طغرل آپ کی مٹھی میں ہے' اس کو اپنی مٹھی سے نکلنے مت دیجیے گا۔ میری تانیہ یا طیبہ' آپی کی ہما یا ابیہا..... کوشش کیجیے گا کہ طغرل ان میں سے کسی کو پسند کرلے' اس طرح ہم بھائی بھتیجوں سے تو جڑے رہیں گے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو آصفہ! میری اور تمہاری بیٹیوں میں کوئی فرق نہیں ہے' بس اب یہ معاملہ اماں کو سنبھالنا ہے۔''

☆

''اے! کیا تمہارے سر پر بال نہیں ہیں؟'' مہمانوں کے جانے کے بعد پری ہال کا بکھرا سامان سمیٹ

رہی تھی' جب وہ آ کر اس سے مخاطب ہوا تھا۔ اس نے جواب دیا نہ سر اٹھا کر دیکھا' بدستور فلور کشنز درست کرتی رہی۔

''میں تم سے بات کررہا ہوں۔'' اس نے اس کے ہاتھ سے فلور کشن لے کر بڑے رعب سے کہا۔ ''میرے سوال کا جواب دو؟''

''میں غیر ضروری سوالوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتی۔''

''میری بات کبھی غیر ضروری نہیں ہوتی ہے۔'' وہ اس کی پیشانی پر اپنی دی گئی چوٹ کا نشان دیکھنے کو بے قرار تھا اور اس کی بے قراریاں بڑھ رہی تھیں یہ دیکھ کر وہ ہر وقت دوپٹا اس انداز میں لپیٹے رکھتی تھی کہ پیشانی کے ساتھ ساتھ اس کا آدھا جوڑا بھی دوپٹے میں ملفوف رہتا تھا۔ آج تنگ آ کر وہ پوچھ بیٹھا تھا کہ کیا سر پر بال نہیں ہیں۔

''جا کر ان سے بات کریں جو آپ کی بات کو ضروری سمجھ کر جواب دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔'' اس کے مزاج پر پری کا استہزا بخت گراں گزرا تھا۔

''پارس! میرا تم سے جھگڑا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔'' اس کے خوب صورت بھاری لہجے پر سنجیدگی در آئی تھی۔

''میں نے بھی آپ کو دعوت نہیں دی ہے جھگڑا کرنے کی۔''

''یہ جھگڑا نہیں تو کیا ہے؟ میری ہر بات کا الٹا جواب دے رہی ہو۔''

''آپ نے سیدھی بات کی کب ہے؟'' پری کے چہرے پر ناپسندیدگی تھی کہ اس کی بلاوجہ کی بحث اور بے تکلفی سے پکارنا اسے پسند نہیں آیا تھا۔

''طغرل بھائی! آپ یہاں ہیں؟ عادلہ کب سے تیار ہو کر آپ کا انتظار کررہی ہے۔ کیا آپ بھول گئے؟ آپ نے عادلہ سے لانگ ڈرائیو پر جانے کا وعدہ کیا ہے؟'' عائزہ بڑی عجلت میں اندر داخل ہوئی تھی۔

''ارے نہیں! ایسے وعدے میں کہاں بھولتا ہوں' آؤ چلیں!'' وہ ہشاش بشاش سا عائزہ کے ساتھ آگے بڑھا تھا۔ عائزہ نے پری کو دیکھ کر بھی نہ دیکھنے والا انداز اپنایا تھا۔ عائزہ کمرے سے نکل گئی تو وہ جاتے جاتے مڑا تھا اور اس سے بولا تھا۔

''تم بھی آجاؤ ہمارے ساتھ.....!''

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

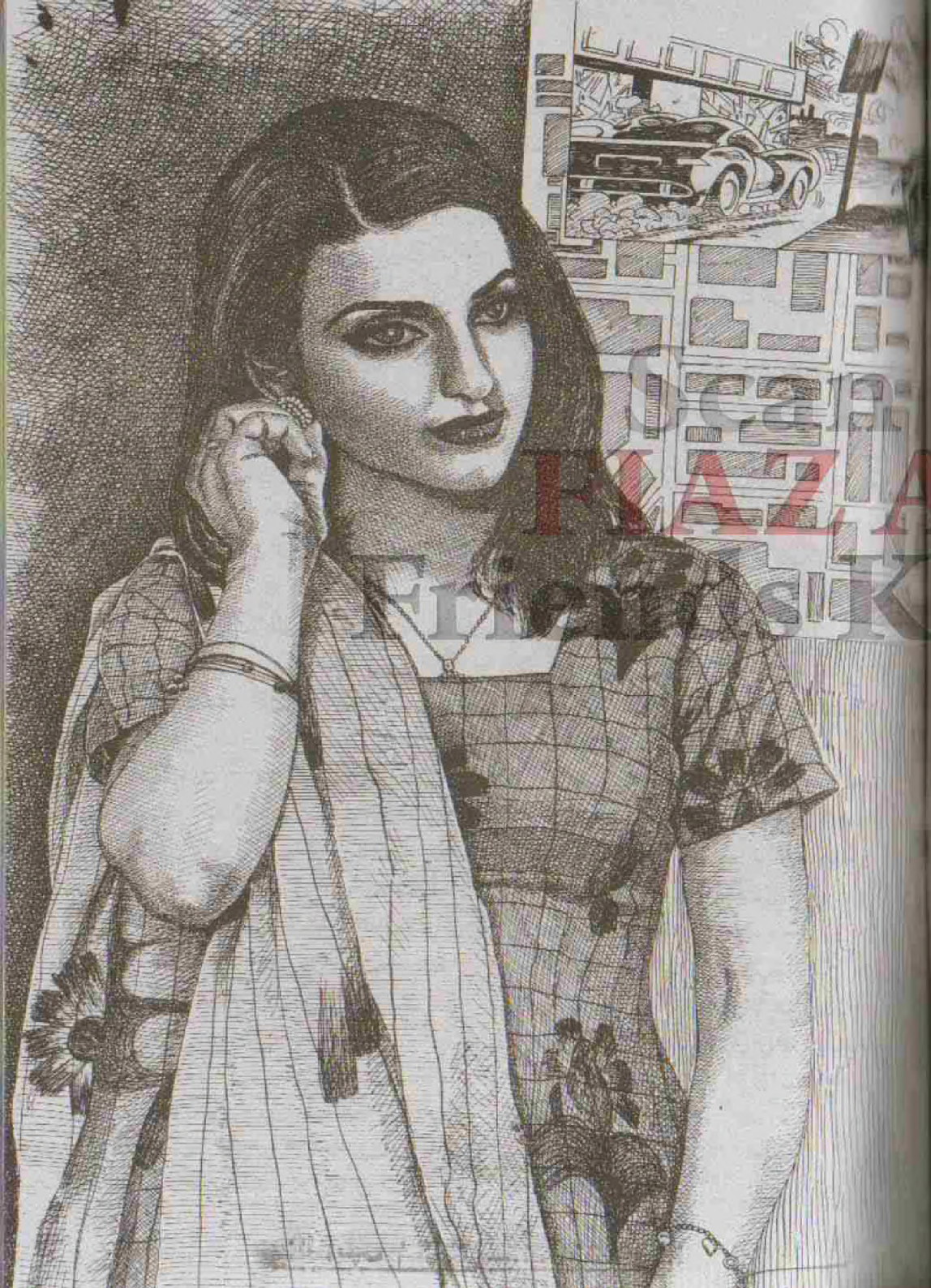

شام ڈھل رہی تھی اور وہ ساری دنیا سے بے نیاز گم صم سی بالکونی پر جھکی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ جب جبار جعفری نے چپکے سے قریب آ کر اس کے

وطن کی مٹی

نازیہ کنول نازی

ہم بھی موجود تھے تقدیر کے دروازے پر
لوگ دولت پہ گرے ہم نے وطن مانگ لیا
جس کی تحریر میں ہونا تھا ہمیں دفن قتیل
اس نے واپس وہی کاغذ کا کفن مانگ لیا

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

ریشمی بالوں کی چٹیا زور سے کھینچ دی۔ ''السلام علیکم!'' وہ چونکی تھی اور گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

''تم ...... یہاں ......!''

''جی ہاں الحمدللہ ...... !اسلام کا جواب تو دے دو بدتمیز لڑکی!''

''وعلیکم السلام' تمہیں تو اس وقت اسلام آباد میں ہونا چاہیے تھا' یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''اپنی جل پری کا دیدار۔'' مسکرا کر اسے چھیڑا تھا۔ جواب میں اس نے زور کا مکا اس کے مضبوط شانے پر رسید کیا۔

''کتنی بار کہا ہے مجھے جل پری نہ کہا کرو۔''

''پھر اور کیا کہا کروں؟ ہر وقت تو آنسوؤں میں ڈوبی رہتی ہو' دنیا جہاں کے غم تمہیں لاحق ہیں۔ ابھی بھی پتا نہیں کسے سوچ رہی تھیں۔''

''کسی کو بھی نہیں' میں نے کسے سوچنا ہے۔'' وہ مغموم تھی۔ جبار جعفری اس کے جھکے سر کو دیکھتا بے چین ہو گیا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں آج کل۔ نہ ہنستی ہو نہ بولتی ہو۔ سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتیں۔ کیا دل بھر گیا ہے مجھ سے؟'' وہ دل برداشتہ ہو رہا تھا۔ سارہ سر اٹھا کر ایک نظر اسے دیکھا اور مسکرا دی۔

''تم ڈبل روٹی ہو' مٹھائی ہو یا زردے کی دیگ کہ جس سے دل بھر جائے؟ پاگل ......!'' وہ مسکراتی ہوئی اس کی جان نکالتی تھی۔ جبار جعفری چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔

''مجھے خود سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ٹی وی میں دل لگتا ہے نہ فلم میں' نہ میوزک میں لگتا ہے نہ دوستوں کے ساتھ ملے گلے میں ...... تم تو جانتے ہو جبار جعفری! سب میرے بے تکان بولنے کی عادت سے کتنے تنگ تھے۔ اب تو بولنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ عجیب سی سنجیدگی نے دل و دماغ کو جیسے جکڑ لیا ہے۔''

''سوچنے زیادہ لگی ہو نا! اقبال کی جاں شین بن

Digitized by Google

گئی ہو۔ ایسا تو ہوگا ہی پھر.....!"

"شاید تم صحیح کہہ رہے ہو۔ اب دیکھو نا! برابر والے گھر کی باجی منیرہ' کتنی اچھی ہیں۔ تین چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کے' مگر کسی نے ان پر کالا جادو کروادیا ہے۔ بستر سے لگ کر رہ گئی ہیں۔ آنکھ کھول کر اپنے بچوں کو دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہیں۔ کیوں کرتے ہیں لوگ ایسا' کیوں مرنے سے ڈر نہیں لگتا انہیں' اگر آپا کو کچھ ہوگیا تو ان کے معصوم بچوں کا کیا بنے گا.....؟"

وہ ضرورت سے زیادہ پریشان تھی۔ جبار جعفری گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"تم پاگل ہو سارہ اور کچھ نہیں۔ اتنی حساسیت اچھی نہیں ہوتی۔ بہت خوب صورت رنگ بھی ہیں زندگی کے۔"

"تمہارے لیے ہوں گے میرے لیے نہیں ہیں۔"

"دنیا سے کٹ کر کوئی خوش نہیں رہ سکتا۔ انسان وہی ہے جو دین اور دنیا ساتھ لے کر چلے۔ دیکھو میں مانتا ہوں تم بہت اچھی ہو۔ تمہارا چھوٹا سا دل بہت حساس ہے' مگر زندگی ایسے بسر نہیں ہوتی۔ یہ اتنی سی عمر میں ایسی فکریں.....؟ یہ انفرادیت تمہارے لیے اچھی نہیں ہے۔ کشتی پانی میں اچھی لگتی ہے' پانی کشتی میں آجائے تو اچھا نہیں لگتا۔ سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ ذرا سوچو' کیا نہیں دیا تمہیں اللہ نے..... پھر بھی خوش نہ رہ کر تم اس کی ناشکری ہی کرتی ہو نا!"

"مجھے خوش رہنا نہیں آتا جبار جعفری!" اچانک سر اٹھاتے ہوئے اس کا لہجہ بھرایا تھا جب وہ بولا۔

"کس کا نقصان کروگی خوش نہ رہ کر؟ صرف اپنا' کوئی فرق نہیں پڑتا یہاں کسی کو تمہارے خوش یا غمگین رہنے سے۔ گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گی تب بھی کوئی تمہارے اندر جھانک کر نہیں دیکھے گا کہ کیوں مری ہو۔ یہاں ہم خود ہی اپنے غم گسار ہیں سارہ۔ خدا کا واسطہ ہے تمہیں' وقت کی تبدیلی کو قبول کرو۔ مان لو کہ یہاں ہم روئیں گے تو اپنے آنسو بھی خود ہی پونچھیں گے۔ اتنی بڑی ہوگئی ہو' ابھی تک زندگی جینا نہیں آیا تمہیں۔" اس بار خفا ہوتے ہوئے اس نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی تھی۔

"خبردار! دوبارہ کسی ایسی سوچ سے خود کو پریشان مت کرنا جس کا حل تمہارے اختیار میں نہ ہو ورنہ بہت برا پیش آؤں گا۔ سمجھی! مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں میں تمہیں۔ اتنا مضبوط کہ کوئی بھی غم تم سے ٹکرائے تو پاش پاش ہوجائے۔ ہمیشہ یاد رکھنا سارہ! جو دوسروں کے لیے جیتے ہیں وہ کبھی ٹوٹ کر بکھرنے نہیں دیتے خود کو۔ چلو شاباش! اب چائے پلواؤ نیچے چل کر کل جارہا ہوں میں سمندر پار۔ پھر دل بھر کر اداس ہولی رہنا۔" وہ ہمیشہ اس کے مزاج کو یونہی بدل دیا کرتا تھا۔ شاید اس کے مزاج کے تمام موسموں سے آشنا تھا۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"اس بار کب واپس آؤ گے؟"

"بہت جلد.....! بس تم جلدی سے ایم اے کرلو۔ داخلہ کروادیا ہے میں نے تمہارا یونیورسٹی میں۔ میرے جانے کے بعد شرافت سے یونیورسٹی جوائن کرلینا اچھا۔"

"جو حکم۔" وہ پھر مسکرائی تھی اور اس بار جبار جعفری نے نگاہ ہٹالی۔ اگلے روز ٹھیک اسی وقت اس کی جدہ کے لیے پرواز تھی۔ جبار جعفری صبح ہی گھر سے روانہ ہوگیا تھا۔ سارہ کتنی دیر دہلیز پر کھڑی اسے رخصت ہوتے دیکھتی رہی۔

☆//☆

جبار جعفری سے سارہ کا تعلق بہت پرانا تھا۔ وہ نہ صرف دور پرے کے رشتے دار تھے بلکہ بچپن کے دوست بھی تھے۔ جبار جعفری کے والد کی وفات کے بعد سارہ کے گھرانے نے ان لوگوں کی بہت مدد کی تھی۔ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی ہونے کے باوجود وہ بہت اچھی عادتوں کا مالک تھا۔ تاہم سارہ کے ساتھ اس کی ہر وقت کی لڑائی رہتی تھی۔ بقول جبار اسے سارہ کو تنگ کیے بغیر قرار نہیں آتا تھا۔ سارہ کے بھائی حسن سے اس کی کچھ خاص نہیں بنتی تھی پھر بھی دونوں کے گھر والوں نے ان دونوں کی خوشی کے لیے میٹرک کے بعد ان کو منگنی کے بندھن میں باندھ دیا تھا۔ یہ سارہ کی محبت اور اسے پانے کا جنون ہی تھا کہ جبار جعفری نے میٹرک کے بعد پرائیویٹ تعلیم کے ساتھ ساتھ کام کاج بھی شروع کردیا اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے بعد اپنی ماں کو گھر بٹھا دیا۔ پرائیویٹ ایف اے کرنے کے بعد اپنے ایک دوست کے والد کی مدد سے وہ سعودی عرب چلا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے گھر کے حالات پلٹا کھانے لگے۔ سات سمندر پار بیٹھ کر بھی اس کی روح اپنے وطن' اپنے گھر والوں اور ان کی محبت میں اٹکی رہتی تھی۔ سارہ کی دوست صدف اسے سارہ کے حوالے سے ہر وقت تنگ کیے رہتی' کبھی کہتی وہ بیمار ہوگئی ہے' کبھی کہتی اسے چوٹ لگ گئی ہے اور وہ وہاں کام میں بے حال ہو کر بھی فوراً پاکستان واپسی کو بے چین ہوجاتا جس پر وہ خوب ہنستی اور اس کا مذاق اڑاتی۔ اس بار بھی وہ چھٹی پر آیا تھا اور ضد کررہا تھا کہ نکاح کر کے جائے گا' مگر سارہ نے اس کی ایک نہیں چلنے دی۔ اسے اپنی تعلیم' اپنا مستقبل ہر حال میں عزیز تھا۔ لہٰذا اس نے ایم اے کی شرط رکھ دی اور جبار جعفری کو ہمیشہ کی طرح اس کی خوشی اور ضد کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ وہ اسے کبھی نہیں سمجھا سکتا تھا کہ وہ اس کے لیے کیا تھی اور شاید سارہ کے لیے بھی اسے بتانا ممکن نہیں تھا کہ وہ اس کے لیے کیا تھا۔

☆//☆

"یہ اسلامیہ یونیورسٹی ہے یہاں لوگ اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے کے لیے جانے کہاں کہاں سے آتے ہیں۔ تم یہاں پڑھوگی ناں سارہ! تو روزانہ ہزار کہانیاں سننے اور دیکھنے کو ملیں گی۔" وہ جبار جعفری کے جانے کے بعد افسردہ سی تقریباً ایک ہفتے بعد اپنی دوست صدف کے ساتھ یونیورسٹی آئی تھی۔ جب اس نے اسے بتایا۔ جواباً وہ خاموش سی اپنے ڈیپارٹ کی سیڑھیوں پر بیٹھی' بہت اداس نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی۔

"ہوں پھر تو یہاں مطالعۂ پاکستان کے اساتذہ بھی بہت علم والے ہوں گے۔"

"صرف مطالعۂ پاکستان.....؟ او یار یہاں ہر مضمون کے بہترین استاد ہیں۔"

"چلو دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ دونوں چونکہ اسی مضمون میں ایم اے کررہی تھیں۔ لہٰذا پہلی کلاس میں تعارفی مرحلے کے بعد جب پڑھائی پر بات آئی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سر فیاض اس وقت مقابل کھڑے تھے۔

"سر میرا نام سارہ ہے' میں یہاں اعلیٰ ڈگری کے حصول سے زیادہ اعلیٰ تعلیم کا خزانہ پانے کے لیے آئی ہوں۔ کیا اس وقت کچھ سوال کرسکتی ہوں آپ سے؟"

"جی ضرور۔" سر فیاض چونکے تھے اور مکمل توجہ سے اس پراعتماد دھان پان سی لڑکی کو دیکھنے لگے تھے۔

"سر! میرا پہلا سوال ہے پاکستان کیوں بنا؟"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

اس کے سوال پر جہاں باقی کلاس کے طلبہ کے لبوں پر مسکراہٹ آئی تھی وہیں سر فیاض بھی حیرانی سے اسے دیکھنے لگے تھے۔ یوں جیسے کہ اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"مس سارہ! آپ مطالعۂ پاکستان میں ایم اے کر رہی ہیں اور آپ کو یہ نہیں پتا کہ پاکستان کیوں بنا؟"

"جی سر!" اسے ہم جماعتوں کی مسکراہٹ اور استاد کی حیرانی سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"ٹھیک ہے پاکستان کسی دیوانے کا خواب نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد حیات تھا۔ اس وقت جو حالات تھے ان میں صاف دکھائی دے رہا تھا کہ انگریزوں کی برصغیر سے رخصتی کے بعد ہندو مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے تھے۔ ہمارے قائد محمد علی جناح بہت زیرک نگاہوں سے مستقبل کو دیکھ رہے تھے۔ اسی لیے انہوں نے مسلمانوں کے لیے علیحدہ سر زمین کا مطالبہ کیا۔ تاکہ ہم اپنی زندگیاں اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق، پوری آزادی سے بسر کرسکیں۔"

"پھر......! علیحدہ سرزمین تو مل گئی مگر ہماری زندگی کیا ہوئی؟"

سینے پر ہاتھ باندھے وہ مستعد کھڑی تھی۔ سر فیاض بے مقصد چشمہ درست کرنے لگے۔

"ہماری بدقسمتی ہے مس سارہ کہ ہم اپنی زندگیاں ان حکمرانوں سے نہ آزاد کروا سکے نہ اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ڈھال سکے۔"

"پھر تو ہمیں تاریخ سے معذرت کرنا چاہیے سر اور دوبارہ سے ایک ہو جانا چاہیے۔"

"آپ ایسا سوچ سکتی ہیں، دوسرا کوئی پاکستانی ایسی سوچ سے پہلے مرجانا پسند کرے گا۔"

"ہاں صحیح کہہ رہے ہیں آپ اتنا کچھ کھو دینے کے بعد واپسی کیا معنی رکھتی ہے، مگر آپ نہیں جانتے سر! ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں کیسا لاوا پک رہا ہے۔ ان کی سوچ کے دھارے کس رخ پر بہہ رہے ہیں۔ آپ صرف لیکچر دے سکتے ہیں۔ ذہن نہیں پڑھ سکتے۔ وہ ذہن جن کے اندر بغاوت پنپ رہی ہے، آپ کے میرے محبوب قائد کے احسان مند ہونے کے بجائے ان پر نکتۂ اعتراض اٹھاتے ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی مطلب نہیں کہ کشمیر بہار اور ایودھیا میں کیا ہو رہا ہے؟ مگر انہیں اس بات سے مطلب ہے کہ ان کے حصے میں آئے زمین کے آزاد ٹکڑے میں ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ایمان کمزور اور ذہن انتشار کا شکار ہو جائے تو ہمیشہ کسی مخلص رہنما کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ایک ایسے رہنما کی جو آپ کے ابلتے دماغوں کو اپنے پُر اثر الفاظ سے پرسکون کر دے اور استاد سے بہتر رہنما کوئی نہیں ہوسکتا، مگر افسوس! صد افسوس سر کہ ہمارے وقت کے رہنماؤں نے بھی اپنے فرائض محدود کر لیے ہیں خود غرضی کی جنگ نے شاید ان کے ذہنوں میں برف جما دی ہے۔ وہ اب چالیس سے پچاس منٹ ڈائس پر کھڑے ہو کر صرف بول سکتے ہیں۔ طلبہ اور طالبات کی ناجائز فرمائشوں پر سرِ تسلیم خم کر سکتے ہیں مگر ان کے ذہنوں کو بنا نہیں سکتے، صحیح اور سیدھے راستے پر چلا نہیں سکتے۔" وہ بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔

"کیا فائدہ ایسی درس گاہوں کا جو آپ کو محض اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کی ڈگری دے کر یہ سمجھ لیں کہ ان کا فرض پورا ہو گیا۔ کیا فائدہ ایسی تبلیغ کا سر! جو دل و دماغ پر اثر ہی نہ کر سکے؟"

"اچھی سوچ ہے آپ کی میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں، مگر میں معذرت خواہ ہوں مس سارہ۔ یہاں پورے معاشرے کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ لوگ اب ایسی جذباتی باتوں میں نہیں پڑتے۔ جتنے مسائل اس ملک کو درپیش ہیں ان میں پس کر لوگ اب ماضی میں جھانکنا پسند نہیں کرتے۔ ویسے بھی اس قدامت پرستی نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ یہ آگے دیکھنے کا زمانہ ہے۔ آپ بھی آگے دیکھیے۔"

"ہاں آگے دیکھتے دیکھتے بھلے ہم منہ کے بل گر جائیں۔" وہ طنزیہ ہنسی، ہنسی تھی اور اسی پل پیریڈ کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ سر فیاض اسے مطمئن نہیں کر سکے تھے۔ صدف نے کلاس چھوڑتے ہوئے اسے زور کی چٹکی کاٹی۔

"بڑی خراب ہو تم! دیکھ لینا یہ جو تیرے اندر ہزار سال پرانی روح ہے نا! یہ تجھے کہیں کا نہیں چھوڑے گی تجھے۔ وطن وطن کرتی رہنا اور لوگ تجھے پاگل سمجھ کر چھوڑ جایا کریں گے۔" وہ مستقبل کی پیش گوئی کر رہی تھی۔ سارہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔

☆//☆

"اف صدف، کیا بتاؤں تجھے یار، اس نیٹ میں کیسا مزہ ہے۔ مجھے تو علیحدہ کمرے کا پورا پورا فائدہ مل رہا ہے۔ دروازہ بند کر کے ساری رات جو دل چاہے کرو، کوئی دیکھنے، روکنے والا نہیں۔" وہ انہماک سے کتاب کھولے پڑھ رہی تھی جب اپنی ایک ہم جماعت ماریہ کی چہکار پر بے ساختہ سر اٹھا کر اپنے دائیں طرف نگاہ ڈالی جہاں صدف بیٹھی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

"اچھا......! پھر کیا مصروفیات ہیں آج کل......؟" اس نے صدف کو پوچھتے سنا تھا اور نگاہ پھر سے کتاب پر جما دی۔

"کیا بتاؤں یار! میں نے فیس بک پر اپنی آئی ڈی بنائی ہے اور دیگر بھی بڑی غضب کی سائٹس ہیں یار کہ کیا بتاؤں۔ ساری رات آنکھوں میں کٹ جاتی ہے اور پتا نہیں چلتا۔ اللہ بھلا کرے ان کا جنہوں نے ہمارے لطف کے لیے ہمیں یہ راہ گزر فراہم کی ورنہ پہلے تو زندگی کتنی بور اور بے کار تھی۔" ماریہ کے جواب پر جانے کیوں اس کا خون کھول اٹھا۔ اس نے کتاب بند کی اور رخ ماریہ کی طرف پھیر لیا۔

"اللہ ان لوگوں کا بھلا کرے جو تم جیسی عاقبت نا اندیش لڑکیوں کو تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ تباہی کا ذریعہ بننے والی ہر چیز سے حساب ہو گا۔ ان لوگوں کا جو اس راہ سے گزر کر بربادی تک پہنچے اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے؟ تمہیں پتا ہے، ہم صرف اپنے اچھے برے کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ہر اس غلط فعل، سوچ، نیت اور حرکت کے لیے بھی اپنے خالقِ حقیقی کے سامنے جواب دہ ہیں۔ جو کسی کو غلط راہ کی طرف دھکیلے۔ یہ کسی بھی طرح سے بڑھتے روابط اپنی سیاہ بختیوں اور اس ملک پر ٹوٹتی ہر آفت کا باعث ہیں۔ یہ گلی گلی میں کتے بلیوں کی طرح بدکاری پھیلاتے ہیں۔ یہ ایسے ہی غضب کی سائٹس کی پیداوار ہیں۔ آج تمہیں یہ تباہی زندگی کا حسن دکھائی دے رہی ہے، کل کو جب رہے سہے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گی تو لعنت بھیجو گی ان پر......!"

"اوہ جانے بھی دو بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔"

"بندر کو ادرک کا مزہ جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے، مگر بحیثیت ایک مسلمان کے میرا فرض بنتا ہے کہ میں اگر اپنے سامنے برائی ہوتے دیکھوں تو اسے ہاتھ یا زبان سے روکوں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر بنا ہے یہ ملک، اگر ہم ان کے بتائے ہوئے اصولوں پر نہیں چل سکتے تو کم از کم ان

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

راستوں کا انتخاب بھی نہ کریں جو اس خالق حقیقی سے دوری اور اس کے قہر کی طرف لے جائیں۔ بہت تھوڑا فاصلہ ہے زندگی اور موت کے بیچ' بہت ہی کم پھر اس سے پہلے کہ موت ہمیں ذلیل و رسوا کر کے اس قہار و جبار کے سامنے لے جائے کیوں نہ ہم خود ہی واپسی کی راہ دیکھ لیں۔"

"بہت اچھے بھئی مان گئے' تم آگے چل کر ضرور اچھی مقرر بنو گی۔" ماریہ نے اس کی تقریر کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑاتے ہوئے طنز سے تالیاں بجائی تھیں۔ سارہ دکھ سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ تبھی ماریہ پھر بولی۔

"میری مانو ڈیئر سارہ تو کوئی درس گاہ جوائن کرلو تبلیغ کے لیے کم از کم ہم تو اس عمر میں تمہاری سنہری باتوں پر کان نہیں دھر سکتے۔ ویسے بھی یہ گناہ ثواب ان لوگوں کا دردِ سر ہے جو راہ گزر فراہم کریں۔ اب مجھ اکیلی کے قائل ہو جانے سے باقی سب کو کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔" وہ صحیح کہہ رہی تھی مگر پھر بھی اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ سر درد کی لپیٹ میں آیا تو وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بہت اچھا فائدہ اٹھا رہے ہو تم لوگ آزادی کا' بہت خوب......!" صرف ایک پل کے لیے رک کر کہنے کے بعد وہ پھر وہاں ٹھہری نہیں تھی' سیدھی گھر چلی آئی جب کہ ماریہ اس کے جانے کے بعد صدف سے پوچھ رہی تھی۔

"اس کے ساتھ کیا مسئلہ ہے یار؟ جب دیکھو نصیحتوں کی پٹاری کھولے رکھتی ہے۔ بندہ اس عمر میں بھی انجوائے نہ کرے تو کب کرے......؟ اور ویسے بھی جو لوگ یہ سب کروا رہے ہیں کیا انہیں نہیں پتا گناہ ثواب کا۔" اسے شاید برا لگا تھا۔ صدف ایک ترحم آمیز نگاہ اس پر ڈالتی ہوئی مسکرا دی۔

"ہر بندے کے حساب کا کھاتہ الگ ہے میری جان! کب کس گناہ پر پکڑ ہو جائے' کیا خبر......؟ ویسے بھی ربّ اپنے جن بندوں پر مہربان ہو جائے انہیں گناہ کا موقع نہیں دیتا اور بعض اوقات گناہ کا موقع نہ ملنا بھی ربّ کی بڑی نعمت ہوتی ہے' مگر تم یہ باتیں نہیں سمجھو گی۔ یہ آگہی کی باتیں ہیں۔ سمجھ میں آ جائے تو معمولی فقیر بھی ہدایت سے مالا مال ہو جائے۔ نہ سمجھ میں آئیں تو بڑے بڑے بادشاہ اور قلندروں کی سمجھ میں نہیں آتے۔" صدف کے لہجے میں ٹھہراؤ تھا۔ ماریہ الجھن کا شکار ہو کر رہ گئی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو میں نیٹ کا استعمال بند کر دوں؟"

"نہیں......! میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہر اس راہ سے دامن بچا کر چلو جو تمہیں گمراہی کی طرف دھکیلے یہ چیٹنگ' یہ دوستیاں' یہ گپ شپ ہمارا سکون ان میں نہیں ہے ماریہ! نہ ہی یہ ہماری حقیقی نجات کا رستہ ہیں' پھر ہم اپنے ربّ کی ناراضی کا سبب کیوں بنیں؟ اور پتا ہے' نیکی کا اصل مزہ اس میں نہیں کہ آپ کو برائی کا موقع ہی نہ ملے۔ اصل نیکی' اصل ایمان تو یہ ہے کہ آپ مکمل اختیار رکھتے ہوئے بھی صرف اپنے ربّ کے لیے برائی سے باز رہیں۔ یوں کہ برائی آپ سے صرف ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہو مگر آپ اپنے اللہ کے لیے خود سے یہ کہہ دیں کہ نہیں میں اس راہ سے بے زار ہوں۔" وہ بول رہی تھی اور ماریہ کا سر جھکتا جا رہا تھا۔

"میرے لیے یہ سب چھوڑنا ممکن نہیں ہے' تم دعا کرو خدا مجھے برائی سے بے زار کر دے۔"

"ٹھیک ہے' میں دعا کروں گی مگر یہ کچے ایمان کی نشانی ہے' دنیا میں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو آپ اللہ کی رضا کے لیے چھوڑنا چاہیں اور چھوڑ نہ سکیں۔ جو

گناہ اور دنیا کی دلدل میں دھنس جاتے ہیں ناں ماریہ! ہمیشہ انہیں برائی سے دامن چھڑانے میں وقت لگتا ہے اور وہ پھر بھی ناکام رہتے ہیں۔ اللہ کا کرم جس پر ہو جائے اس کے لیے تو بس ایک پل ہی کافی ہے۔"

"تمہاری باتوں میں اثر ہے صدف! میں وعدہ کرتی ہوں سدھرنے کی کوشش کروں گی مگر یہ فوری ممکن نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں اب چلوں گی ویسے بھی تعلقات اور برائی کی گہرائی کا پتا اسے چھوڑتے وقت ہی لگتا ہے۔" سارہ نہیں تھی تو اس کا بھی یونیورسٹی میں کوئی کام نہیں تھا۔ ماریہ وہیں بیٹھی اسے جاتے دیکھتی رہی۔

☆//☆

جبار جعفری کے جدہ جانے کے بعد اس کا دل زندگی سے اور بھی اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس روز یونیورسٹی سے واپسی کے بعد وہ بہت دیر تک روتی رہی تھی۔ شام ابھی ڈھل رہی تھی۔ جب صدف اس کی طرف چلی آئی۔

"سارہ کی بچی! تم وہاں مجھے اکیلی چھوڑ آئیں۔ شرم تو نہیں آئی ہو گی ناں تمہیں؟"

"آئی تھی مگر میں نے معذرت کر لی یہ کہہ کر کہ ابھی گھر جا رہی ہوں پھر آنا۔" اس کے چہرے پر سرخی تھی مگر لب مسکرا رہے تھے۔ صدف نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"سارہ تمہیں نہیں لگتا تم روز بہ روز اکیلی ہوتی جا رہی ہو؟"

"کیا فرق پڑتا ہے؟" اس نے پھر مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ صدف اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا' جو جس حال میں ہے رہے' تمہاری بلا سے......تم کیوں ہر بات کی پریشانی سوار کر لیتی ہو خود پر؟ دیکھو میری جان! جب یہ طے ہے کہ سب کو اپنی اپنی الگ قبر میں جانا ہے تو تم دوسروں کے لیے خود کو دکھی کیوں کرو؟ ایک تمہارے چاہنے سے تو سب کچھ ٹھیک نہیں ہو جائے گا ناں!"

"میں جانتی ہوں صدف! ایک محض میرے چاہنے سے یہاں سب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا' مگر میں کیا کروں میں چاہوں بھی تو بے حس نہیں رہ سکتی۔ بہت شفاف ہوں میں اپنوں کے لیے' ضرورت کی آخری حد تک مجھے اپنے کسی بھی نقصان کی پروا نہیں ہے۔ بس میرے اپنے ہر دائمی دکھ و نقصان سے محفوظ رہیں۔"

"بہت مشکل ہے یہ...... خیر چھوڑو...... میں تمہیں کچھ اور بتانے آئی تھی۔"

"کیا؟"

"وہ اپنا پرانا محلے دار تھا ناں حاکم علی جو پھر لوٹ کر اپنے پرانے مکان میں واپس آیا ہے۔"

"ہاں کیا ہوا اسے......؟"

کل رات گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی بے چارے نے۔"

"کیا......! مگر کیوں؟" سارہ کو لگا جیسے اس اطلاع پر اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا ہو۔

"کیوں کیا یار! ایک مہینے سے فیکٹری بند ہے۔ کوئی کام نہیں مل رہا تھا۔ پچھلے دو ہفتوں سے سخت گرمی میں دن بھر مزدوری کے لیے قطار میں بھی کھڑا رہا تھا۔ مگر مزدوری بھی ایک دن ملتی اگلے دو دن پھر فاقے۔ کل شام سنا ہے اس کی چھوٹی بیٹی بھوک سے بے ہوش ہو گئی۔ وہ اسپتال لے کر بھاگا تو ڈاکٹرز نے توجہ نہیں دی۔ مزید قرض کے لیے رشتہ داروں'

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

یار دوستوں سے کہا تو سب نے صاف ہاتھ جھاڑ دیے۔ اسپتال کی راہ داری میں اُدھر اس کی بیٹی نے دم توڑا اور اِدھر اس کی ننھی سی معصوم لاش خود باز وؤں پر اٹھا کر گھر لانے کے بعد اس نے کمرے میں جا کر پھندا لگا لیا اور کرتا بھی کیا بے چارہ.....! تین دن سے گھر کا چولہا ٹھنڈا پڑا تھا مگر کسی نے جھانک کر نہیں دیکھا اب مر گیا ہے تو ساری دنیا تماشا دیکھنے کو اکٹھی ہوگئی ہے۔'' صدف کے تفصیلی جواب پر اسے لگا اس کا دل غم سے پھٹ جائے گا۔ اس کا گھر بھی تو اسی محلے میں تھا وہ بھی تو خبر رکھ سکتی تھی' مدد کر سکتی تھی۔ مگر اس نے خبر نہیں رکھی۔ اس کا ہمسایہ پہلو میں اپنے بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر سلاتا رہا اور وہ کتنے مزے سے پیٹ بھر کر سکون کی نیند سوتی رہی۔ کیا ربّ اس غفلت پر اسے معاف کرے گا۔ اپنے ہاتھوں اپنی قیمتی جان کا سرمایہ موت کے سپرد کرنے والا وہ شخص یہودی یا عیسائی نہیں تھا وہ سکھ اور ہندو بھی نہیں تھا۔ وہ مسلمان تھا ایک ہی خدا اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ماننے والا۔ اس کے وطن کا باشندہ پھر بھی سب نے اس کا تماشا دیکھا۔ کسی نے اس کی مدد نہیں کی۔ اسے لگا جیسے اس کا دم کہیں سینے میں ہی گھٹ جائے گا۔ یہ بے حسی' یہ بے بسی' یہ سنگ دلی.....! کیا اس کے لیے علیحدہ سرزمین چاہی تھی انہوں نے؟ کیا یہی وہ بھائی چارہ تھا جو قیام پاکستان کی بنیاد بنا تھا؟ وہ سر جھکائے آنسو ضبط کرتی رہی۔ جبار جعفری نے کہا تھا وہ اپنی ذات کے دائرے سے باہر نکل کر دیکھے کہ زندگی کتنی حسین ہے۔ اس نے اپنی ذات کے دائرے سے باہر نکل کر دیکھ لیا تھا۔ اپنے سارے غموں سے سر جھٹک کر دامن جھاڑ لیا تھا۔ پھر بھی زندگی تھی کہ اپنی تمام تر بدصورتیوں کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ صدف اب کچھ اور بتا رہی تھی مگر سارہ کو لگا جیسے وہ کچھ سننے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھی ہو۔

☆//☆

اپنے کردار سے گر دور نکل جاؤ گے
خواب ہو جاؤ گے افسانوں میں ڈھل جاؤ گے
دے رہے ہیں جو تمہیں آج رفاقت کا فریب
ان کی تاریخ پڑھو گے تو دہل جاؤ گے
اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے
خواب گاہوں سے نکلتے ہوئے ڈرتے کیوں ہو؟
دھوپ اتنی تو نہیں ہے کہ پگھل جاؤ گے
تیز قدموں سے چلو اور تصادم سے بچو
بھیڑ میں سست چلو گے تو کچل جاؤ گے

''یار میری تو سمجھ میں نہیں آتا آخر اس ملک کے لوگوں کا ہے گا کیا؟ برسوں جن سے جوتیاں کھاتے رہے ہیں۔ اب پھر انہی کی رفاقت کا دم بھر رہے ہیں۔ سچا فرمان ہے میرے ربّ کا۔ جیسی قوم' ویسے حکمران.....!'' صدف کی شادی طے پا چکی تھی۔ لہٰذا وہ اس کے ساتھ مارکیٹ آئی تھی۔ جب ایک جگہ جلوس دیکھ کر وہ رک گئی۔

''نہیں صدف! اس ملک کے جو عوام ہیں وہ تقسیم ہو گئے ہیں۔ اونچا طبقہ' درمیانہ طبقہ' غریب طبقہ میں۔ اونچے طبقے کے لوگ ہیں انہیں بھوک نہیں ستاتی۔ نہ وہ سردی میں ٹھٹھرتے ہیں' نہ انہیں گرمی میں مچھر کاٹتے ہیں انہیں پتا ہی نہیں کہ جب کوئی جان سے پیارا رشتہ بیماری کی لپیٹ میں آ جائے اور جیب میں اتنے پیسے نہ ہوں کہ اس کا علاج کروایا جا سکے تو اس رشتے کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے دیکھنے کی اذیت کیا ہوتی ہے۔ انہیں تو صرف یہ فکر ہوتی ہے کہ فلاں تقریب میں کیسے کپڑے پہنے ہیں' کیسے سب

سے ممتاز نظر آنا ہے؟ ووٹ بھی ملکی وقار اور ضرورت کے لیے نہیں دیتے یہ لوگ' تعلقات پر دیتے ہیں۔ جس وزیر' مشیر سے جتنا قریبی تعلق ہو۔ اسی کے مطابق ووٹ دیتے ہیں خواہ وہ ملک کے لیے کتنا ہی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔ دوسرا طبقہ درمیانے درجے کے لوگوں کا ہے۔ بے چارے اپنے بھرم کے مارے درمیان میں لٹکے ہوئے لوگ۔ انہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ چنیں تو کسے چنیں۔ کون ہے جو ان کے لیے نجات دہندہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ لوگ تقریروں پر نثار ہوتے ہیں۔ جسے زیادہ جذباتی دیکھتے ہیں ملک کے لیے اسی کے پیچھے بھیڑ بکریوں کی طرح چل پڑتے ہیں اور جو تیسرا طبقہ ہے ناں ہمارا وہ غریب گھرانوں کا طبقہ ہے صدف! جہاں سب سے بڑا مسئلہ ملک نہیں بھوک ہے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ کون ملک کے ساتھ کتنا وفادار ہے۔ بھوک کے ہاتھوں اکتائے یہ معصوم لوگ۔ کھلونوں کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ وہ پیسا جو یہ بے حس حکمران اپنے دورِ اقتدار میں عوام کا خون چوس چوس کر اکٹھا کرتے ہیں اس کا ایک معمولی سا حصہ وہ ان لوگوں پر خرچ کر کے چار ہزار' چھ ہزار' دس ہزار میں ووٹ کی صورت ان کا حق خود ارادیت خرید لیتے ہیں تاکہ اگلے کئی سال تک اس چار' چھ اور دس ہزار کے عوض لاکھوں روپے انہی لوگوں کی ہڈیوں سے وصول کر سکیں۔ ساری بات آ گہی کی ہے صدف! پچھلے چونسٹھ برسوں میں ہمارے حکمرانوں نے اس ملک کے غریب محنت کش عوام کو شعور آنے ہی نہیں دیا۔ ایسا الجھا رکھا ہے روٹی' کپڑے اور مکان کے جھوٹے فریب میں کہ عوام اپنے بنیادی حقوق کی طرف توجہ ہی نہیں کر پا رہے۔ سارا نظام کھوکھلے دعوؤں اور مضحکہ خیز بیان بازی پر چلتا ہے۔'' جلوس اب آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ بس اسٹاپ کی طرف نکل آئیں۔ ''ہمیں عقل اور شعور ہی نہیں ہے صدف! سیکڑوں دیہات ہیں ایسے جہاں برس ہا برس سے انہیں پارٹیوں کے ظالم کارکن جاگیردار' ملک' وڈیرے بن کر حکمرانی کر رہے ہیں۔ جتنے لوگ ان کے ماتحت ہیں' ان کی جرأت ہی نہیں کہ وہ چاہنے پر بھی ان ناخداؤں کی مرضی کے خلاف اپنے حق کا استعمال کر سکیں۔ مٹی کے بے جان پتلوں کی طرح ظلم سہتے' صرف دو وقت کی روٹی کے لیے وہ ان جابر وڈیروں' جاگیرداروں کے اشاروں پر کٹھ پتلی کی طرح ناچتے ہیں۔ پھر کوئی حق دار' مخلص' رہنما کیسے مل سکتا ہے۔ اس ملک کے عوام کو.....!'' وہ دکھی تھی۔ صدف اس کی باتوں پر سر دھنتی ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگی۔

''سچی سارہ! اگر تم سیاست میں آ جاؤ نا تو اس ملک کے عوام کی قسمت سدھر جائے۔''

''اللہ کی پناہ! جو میں ایسی راہ چنوں' جس پر میرا ایمان داؤ پر لگ جائے۔''

''کیا مطلب؟'' اس کی فوری توجہ پر صدف مسکرائی تھی۔ جب وہ بولی۔

''تم نے سنا نہیں قوم کا حکمران قوم کا خادم ہوتا ہے' اگر اس کی حکمرانی میں کہیں ایک کتا بھی بھوک سے مر جاتا ہے تو اس کتے کی جان کا حساب بھی اس وقت کے حکمران کی گردن پر ہوتا ہے۔ ہمارے خلفائے راشدین کی زندگیوں کے واقعات تو پڑھے ہوں گے' تم نے کون بہادر ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا جو رات بھر گلیوں میں گشت کرتے پھرتے تھے کہ کہیں عمر کی حکومت میں کوئی کتا بھی بھوکا نہ بلک رہا ہو۔ ورنہ میں آخرت میں اس کا حساب کیسے دوں گا اور یہاں.....! یہاں تو قیمتی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

جانوں کے خزانے لٹ رہے ہیں ڈیئر۔ عمر کی پونجی دان کر کے مائیں اپنے جن جگر کے گوشوں کو جوانی کی دہلیز تک سہارے کے لیے لاتی ہیں انہیں صرف ایک لمحے میں خودکش حملہ بم دھماکہ یا کوئی حادثہ نگل کر موت کی اندھیری وادی میں اتار دیتا ہے۔ کون ذمہ دار ہے ماؤں کے اس عظیم نقصان کا؟ شہریوں کے جان و مال کا تحفظ کس کی ذمہ داری ہے؟ شیشے کے محلوں میں بیٹھ کر غریب عوام کی اذیتوں کا تماشا دیکھنے والے یہ وقت کے فرعون ہیں صدف! تم چاہتی ہو میں ان میں شامل ہو جاؤں؟"

"نہیں یار! میں تو قوم کی اصلاح کے لیے کہہ رہی تھی۔ اس وقت پاکستانی قوم جس پل صراط سے گزر رہی ہے۔ اسے ایک قائد ایک اقبال کی اشد ضرورت ہے۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے بالآخر ایک ٹیکسی روک ہی لی تھی۔

"بہت مشکل ہے اب اس قوم کی اصلاح صدف! ہماری ہڈیوں میں بے حسی بے راہ روی رچ بس گئی ہے۔ نماز پڑھ کر قرآن کی تلاوت کر کے اللہ سے محبت کے بلند و بانگ دعوے کر کے بھی ہمیں روحانی سکون سے زیادہ دنیاوی لذت کی طلب محسوس ہوتی ہے۔ جہاں ایسی منافقت ہو وہاں ہم اصلاح کی بات کیسے کر سکتے ہیں؟ خود اپنی حالت پر ترس کھا کر ہمیں اپنے حق کے لیے آواز اٹھانی ہوگی۔ ورنہ روندی ہوئی قوموں کا جو انجام ہوتا ہے وہی ہمارا ہوگا۔"

"ہائے اللہ نہ کرے۔" صدف نے اس کی پیش گوئی پر بے ساختہ دہل کر کہا تھا۔ پھر موضوع بدل دیا۔

"جبار جعفری بھائی کیسے ہیں۔ جدہ پہنچ کر بات کی انہوں نے کہ نہیں؟"

"روز بات کرتے ہیں یار! بقول ان کے مجھ سے بات کیے بغیر انہیں نیند ہی نہیں آتی۔"

"ہائے میں صدقے جاؤں۔" وہ اس کا دھیان بٹانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"ویسے تمہاری اور جبار جعفری بھائی کی انڈر اسٹینڈنگ غضب کی ہے۔ خیال بھی اتنا ہی رکھتے ہیں تمہارا۔ مجھے تو لگتا ہے سارہ شادی کے بعد جب تم دو چار ننھے منے بچوں کی اماں بن جاؤ گی تو بس گھر، شوہر اور بچے ہی یاد رہیں گے۔ یہ ملک اس ملک کے مسائل سب نکل جائے گا ذہن سے۔"

"نہیں ایسا بھی نہیں ہوگا۔ میرے لیے ہر محبت ہر رشتے کا علیحدہ مقام ہے۔"

"اچھا فرض کرو اگر خدانخواستہ جبار جعفری بھائی کی اماں کی نیت بدل گئی اور تمہاری شادی ان سے نہ ہو سکی تو کیا کرو گی؟"

"کیا کرنا ہے لڑکوں کی کوئی کمی ہے اس شہر میں؟ شادی ہی کرنی ہے نا کسی اور سے کر لوں گی۔" مسکرا کر کتنی سہولت سے اس نے کہہ دیا تھا۔ صدف اسے گھور کر رہ گئی۔

"اچھا اور وہ جو محبت کی سچائی پر لمبے لمبے لیکچر دیتی ہو جیتی مرتی ہو اس کا کیا ہوگا؟"

"تم نے شادی کا پوچھا ہے محبت کا نہیں۔" وہ اب سنجیدہ ہو چکی تھی۔ اسی اثناء میں گھر آ گیا تو وہ دونوں ٹیکسی سے نکل آئیں۔

صدف کے والد بینک میں اچھے عہدے پر فائز تھے۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔ لہٰذا اس کے لیے جہیز میں شاید ہی کوئی ایسی چیز ہوگی جو انہوں نے چھوڑی ہو۔ لڑکے کے گھر والے یوں اترائے پھر رہے تھے جیسے وہ شادی نہیں کوئی بہت بڑا کاروباری معاملہ طے کر رہے ہوں۔

صدف کے ساتھ ساتھ سارہ نے بھی یونیورسٹی سے پندرہ یوم کی چھٹی لے لی تھی اور آج کل وہ زیادہ وقت اسی کے ساتھ مصروف رہتی تھی۔ ابٹن سے ایک روز پہلے صدف کے گھر والوں نے جہیز کی نمائش کی تھی اور نمائش کیا تھی۔ اپنے ہم پلہ رشتہ داروں کی جلن اور اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کے لیے ایک "کسک" کا انتظام تھا۔ جو وہاں جہیز کی نمائش کی صورت میں کیا گیا تھا۔ خود سارہ کی آنکھیں اس بر تری کے خمار پر پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ وہ صدف کی مما کے ساتھ مختلف امور سنبھال رہی تھی اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی آئی تھی۔ جہیز کی نمائش دیکھنے کے لیے آنے والی خواتین کا تانتا بندھا تھا۔ تبھی اس نے کسی خاتون کو کہتے سنا۔

"بھئی یہ ہوتا ہے ماں باپ کا دل اور یہاں سے پتا لگتا ہے کہ بیٹی کے لیے کتنی محبت ہے ان کے دل میں ......! میں نے اپنا فواد الویں کنگلوں میں مانگ لیا۔ اللہ عمر لمبی کرے۔ میرے بیٹے میں کس چیز کی کمی ہے۔ بس میں نے بھی سوچ لیا ہے۔ آج ہی ان کنگلوں کی انگوٹھی ان کے منہ پر مار کر آؤں گی۔ ہم نے کوئی ٹھیکہ لیا ہوا ہے نیکی کا۔ مجھے بھی ایسی ہی بہو چاہیے جو لاکھوں کا جہیز لے کر آئے۔" اس نے پلٹ کر ان بھاری بھر کم سی خاتون کو دیکھا تھا جو اپنی ساتھ والی سے اپنے نادر خیالات کا اظہار کر رہی تھی اور پھر ان کے پاس چلی آئی۔

"السلام علیکم آنٹی!" خاتون اس کے سلام پر چونکی تھیں۔

"وعلیکم السلام! میں نے پہچانا نہیں بیٹے۔"

"پہچانیں گی بھی کیسے میرا کون سا خون کا رشتہ ہے آپ کے ساتھ۔ میں تو صرف آپ کے نادر خیالات کا اظہار سن کر چلی آئی۔ صرف یہ پوچھنے کے لیے کہ جس بیٹے کے لیے آپ کسی غریب لڑکی کا دل اور خواب توڑ کر لاکھوں کے جہیز والی بہو لائیں گی۔ اس کے ساتھ یہ گارنٹی ہوگی کہ وہ آپ کی تاعمر قدر اور عزت بھی کرے گی؟ اللہ رب العزت کی ناراضی مول لے کر یہ قدم اٹھانے کے بعد کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کی لاکھوں کے جہیز والی امیر بہو آپ کا بیٹا آپ کے بڑھاپے کا سہارا آپ سے چھین کر نہیں لے جائے گی؟"

"وہ تو کسی کی بھی گارنٹی نہیں غریب گھر سے لاؤں گی تو وہ بھی چھین کر لے جا سکتی ہے پھر میں کیوں نہ اپنی برادری میں ناک اونچی کروں؟"

خاتون کو شاید اس کی نصیحت بری لگی تھی۔ وہ ان کی طرف دیکھتی ہوئی پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"اونچی ناک کی خواہش ہے زندگی میں اچھے کردار کی کوئی پروا نہیں ایک بات یاد رکھیے گا آنٹی! ہر انسان اپنے اعمال کا صلہ پاتا ہے۔ یہاں آپ کسی کے کام آئیں گی۔ وہاں اوپر اللہ رب العزت آپ کی اس نیکی کے صدقے سو بگڑے کام سنوارے گا آپ کے۔ چلیں یہ نہ بھی سوچیں پھر بھی یہ جو غریب لڑکیاں ہوتی ہیں نا۔ بڑی قدردان ہوتی ہیں رشتوں کی۔ بھوک سے نکل کر آتی ہیں۔ کہیں لے کر نہیں بھاگ سکتیں آپ کے بیٹوں کو۔ کیونکہ رخصتی کے وقت ماں باپ ان کے دماغوں میں ایک ہی بات بٹھاتے ہیں کہ چاہے کچھ ہو جائے بابل کی دہلیز سے ڈولی پر رخصتی کے بعد سسرال سے جنازے کی صورت ہی باہر نکلیں۔ بیٹی بسائے رکھنے کے لیے ماں باپ اور بہن بھائی تبھی غلام بن کر رہتے ہیں آپ کے جب کہ لاکھوں کے جہیز والی بہو کے ماں باپ کے سلوک کا پتا آگے چل کر لگتا ہے۔" وہ ضرورت سے زیادہ صاف گو تھی خاتون نے اس کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

لیکچر پر بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔ ''جہیز لوگ اپنی بیٹی کو دیتے ہیں آنٹی! داماد کی ماں کو نہیں مگر یہ بات ہمارے اس آزاد وطن کی مقید ذہنوں والی ماؤں کی سمجھ میں کم ہی آتی ہے۔ بہرحال یاد رکھیے گا خواب ہمیشہ غربت کا شکار آنکھیں دیکھتی ہیں۔ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونے والوں کے لیے ان کی کوئی وقعت نہیں۔'' کم وقت میں شاید زیادہ سمجھا کر وہ پلٹی تھی اور آگے بڑھ آئی تھی۔ جب اس کی نگاہ سامنے ہی سر جھکائے کھڑی اس لاغر سی عورت پر پڑی تھی جس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ تھوڑی دیر قبل اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''معاف کیجیے گا۔'' اس کے لیے اس عورت کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں تھا تبھی پاس چلی آئی تھی۔ عورت نے اس کی پکار پر جلدی سے آنسو صاف کیے۔

''آپ کیوں رو رہی ہیں؟''

''کچھ نہیں بیٹا۔ آپ کی باتیں سن کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔''

''اس کا مطلب ہے آپ بھی بیٹی والی ہیں؟'' اندازے لگانے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

''جی ہاں چار بیٹیاں ہیں میری ایک بیٹا ہے۔ دو سال پہلے بڑی بیٹی کی شادی کی تھی۔ اسے رقم کا مطالبہ پورا نہ ہونے پر سسرال والوں نے زندہ جلا دیا۔ اسی غم میں میرے میاں کی جان چلی گئی۔ پیٹ کاٹ کاٹ کر بچوں کو اچھی تعلیم دلوائی۔ لوگوں کے گھروں میں کام کیا۔ ان کی جھڑکیاں سنیں۔ فاقے کیے، مگر پھر بھی کسی بچے کو ملازمت نہیں ملی۔ بیٹیوں کی عمریں نکل رہی ہیں۔ اچھی صورت، سیرت اور تعلیم کے زیور سے مالا مال ہو کر بھی صرف جہیز کے لیے اپنے دل مارے بیٹھی ہیں میری بیٹیاں۔ بھائی نے ان کی خوشی کے لیے بنا مجھے بتائے اپنا ایک گردہ بھی بیچ دیا۔ پھر بھی لوگوں کی ہوس ہے کہ بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ کوئی مجھ سے پوچھے مجھے کتنی پیاری ہیں میری بچیاں، مگر میں مجبور ہوں، کہاں سے لاؤں لاکھوں کا جہیز۔ جب کہ اب تو میرا بچہ بھی بیمار رہنے لگا ہے۔'' عورت کے آنسو تھے کہ رک نہیں رہے تھے۔ سارہ دکھی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

''آپ کا میکہ یا رشتہ دار وغیرہ نہیں ہیں؟''

''اچھے وقتوں میں تھے اب نہیں ہیں۔'' مختصر سے اس جملے میں کیا نہیں تھا۔ وہ تڑپ کر رہ گئی۔

''تاریخ اس بے حسی کے لیے پاکستانی قوم کو کبھی معاف نہیں کرے گی آنٹی! ہم سب شرمندہ ہوں گے روز محشر اپنے اپنے کردار پر.......!''

کوئی تسلی کوئی دلاسہ نہیں تھا اس کے پاس۔ عورت بے چاری مزید آنسوؤں کو بہنے سے کیسے روکتی۔ صدف کی مما کی تیز پکار پر بوتل کے جن کی طرح جو اس میں واپس پلٹ کر ان کی طرف بھاگی تھی۔ سارہ کی نگاہیں بے ساختہ آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ اس کے ہونٹ کس کرب سے گنگنا رہے تھے۔

''وطن کی مٹی گواہ رہنا
گواہ رہنا
وطن کی مٹی عظیم ہے تو
عظیم تر ہم بنا رہے ہیں
گواہ رہنا

تاریخ کے باب میں اس سے زیادہ مضحکہ خیز الفاظ بھلا کوئی اور بھی ہو سکتے تھے!

☆//☆

صدف کی رخصتی ہو گئی تھی مگر شادی ہوتے ہی اس پر یہ عقدہ کھل گیا کہ وہ اپنے شوہر کی دوسری ''خاندانی'' بیوی بن کر اس کی زندگی میں داخل ہوئی

ہے۔ وہ شخص کہ جس کے لیے اس نے پچیس سال خود کو سنبھال سنبھال کر رکھا جس کے لیے لاکھوں کا ساز و سامان اور اپنا آپ پور پور سجا کر لائی تھی۔ وہ اس کا نہیں تھا۔ پہلے سے کسی اور کا شوہر تھا۔ باپ کا بڑا نام، بے تحاشا روپیہ، آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا حسن، کچھ بھی تو کام نہیں آیا تھا اس کے۔ قیامت ہی قیامت تھی کہ دنیا کی ہر چیز جہیز میں لا کر بھی وہ تقدیر سے سرخروئی و خوشی نہیں پا سکی تھی۔ زندگی کا رخ بدل کر رکھ دینے والا بندھن اس کے لیے ہر خوشی سے عاری ثابت ہوا تھا۔ جو اس کی زندگی اس کے جذبوں کا مالک بنا تھا پہلے سے شادی شدہ تھا۔ پانچ سالہ خفیہ ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد وہ دو بچوں کا باپ بھی بن گیا تھا۔ اس کے پاس دوسری بیوی کو دینے کے لیے کچھ خاص نہیں تھا۔ کچھ بھی خاص نہیں تھا۔ دو عورتوں کے درمیان تقسیم شخص اسے دے بھی کیا سکتا تھا۔ نہ احساسات نہ خوشی کا کوئی پہلا احساس اور نہ ہی ستائش کا کوئی نیا نکور جملہ۔ اگلی صبح وہ سارہ سے ملی تو اس کی آنکھیں کسی بھی رنگ سے محروم تھیں۔ یوں جیسے وہ ایک رات میں میلوں دشت کا فاصلہ طے کر کے آئی ہو۔ اس سے پہلے کہ سارہ اس سے کچھ پوچھتی وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنی ماں کے پاس چلی آئی۔

''مما!'' وہ جو اپنی خوشی میں مست مہمانوں میں گم تھیں اور انہیں شادی پر آنے والے اخراجات کی تفصیل بتا رہی تھیں چونک اٹھیں۔ ابھی کل رخصت ہوئی ان کی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

''آپ نے مجھے ہر چیز دی ہے مما! جن پیسوں سے کسی غریب کی چار بیٹیاں شان سے رخصت ہو سکتی تھیں۔ وہ پیسہ آپ نے صرف اپنی ایک بیٹی کی خوشیوں پر خرچ کر دیا۔ پھر بھی.....! پھر بھی کمی رہ گئی مما! دعاؤں کی کمی، اچھے نصیب کی کمی پلیز! اچھا نصیب بھی خرید کر دیجیے نا مجھے۔ آپ تو میرے لیے سب کچھ خرید سکتی ہیں۔ ہزاروں دلوں میں لالچ کا بیج اُگا سکتی ہیں۔ سیکڑوں لالچی، عاقبت نااندیش عورتوں کی آنکھوں میں ہوس کے چراغ روشن کر سکتی ہیں۔ مجھے خوش خوش ساری عمر بسنے کی گارنٹی بھی لے کر دیجیے نا! خریدیے نا اللہ سے میرا نصیب۔'' وہ جذباتی ہو رہی تھی۔ سارہ نے اس کے سرد ہاتھ تھام لیے۔ اس کا دل اس لمحے بہت تیز دھڑک رہا تھا۔ صدف کی مما کے علم میں ساری بات آئی تو ان کا وجود ایک دم سے ڈھیلا پڑ گیا۔ ساری اکڑ، ساری خوشی، سارا گھمنڈ جیسے خاک میں مل گیا۔ یہ کیا ہو گیا تھا ان کے ساتھ۔ کیسا طمانچہ لگا تھا یہ قدرت کی طرف سے کہ وہ چیخ بھی نہ سکیں۔ شور مچا کر اپنے نقصان کا واویلا بھی نہ کر سکیں۔ کیا اسی لیے یہ سب جلدی جلدی ہوا تھا کہ انہیں ٹھوکر کھانی تھی۔ صدف رو رہی تھی اور ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی ساری جائیداد کو ایک جگہ ڈھیر کر کے آگ لگا دیں۔ واقعی ان کی بیٹی کے نصیب میں دعاؤں کی کمی رہ گئی تھی۔

☆//☆

بھئی ہم تو جا رہے ہیں پاکستان میں اب رکھا ہی کیا ہے، بزرگوں کی ہڈیاں، تلخ ماضی کی دھول، خودکش حملے، بم دھماکے، مہنگائی، بے روزگاری، لوڈشیڈنگ اور بے حس لالچی لوگ جو بیٹے کے قاتلوں سے پیسے لے کر اپنا وقار بھی بیچ ڈالیں۔'' اس روز جب وہ کپڑے دھو رہی تھی جبار جعفری کی بہن آئی تھی۔ سارہ کی ماں اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹی۔ جس وطن نے تمہیں نام دیا۔ اتنے سال اپنے سینے پر اناج اُگا اُگا کر تمہارا پیٹ بھرا اب اسی وطن کے لیے تمہارے لہجے میں

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

حقارت در آئی ہے؟ ماں اگر بدصورت بھی ہو جائے تو ماں ہی رہتی ہے۔ کوئی دوسرا اس کا نعم البدل نہیں ہوسکتا۔ نہ ہی ماں کا چہرہ دیکھا جاتا ہے۔ اپنے وصف' اپنی مامتا سے پہچانی جاتی ہے ماں۔ برسوں غیر ملکوں کی خاک چھان لو' جب سانس رک جاتی ہے نا تو وہ جہاز تیار کر کے بھیج دیتے ہیں۔ پھر یہی ماں ہوتی ہے جو اپنی آغوش میں سلاتی ہے۔'' وہ بھی سارہ کی ماں تھیں جبار جعفری کی بہن کے ماتھے کی تیوریاں بڑھ گئیں۔

''جن کو خود ترقی کا موقع نہیں ملتا نا خالا! وہ بس ایسے فلسفے ہی جھاڑ سکتے ہیں اپنے دل کی تسلی کے لیے۔ ہمیں تو اللہ نے موقع دیا ہے۔ ہمارا بھائی کمانے لگا ہے۔ وہ بلا رہا ہے تو ہم کیوں نہ جائیں؟''

''ضرور جاؤ' بڑی خوشی کی بات ہے کہ دس سال کمائی کے بعد اب تمہارے بھائی کو تمہیں وہاں بلانے کا موقع ملا ہے۔ فائدہ تو اٹھانا چاہیے۔ ویسے بھی یہاں رہ کر تمہیں کیا کرنا ہے۔ بچہ جب چھوٹا ہوتا ہے تو اسے ماں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب بڑا ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے تو ماں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے میں وہ اپنی بیمار' کمزور' لاغر ماں کو جسے اس بچے نے خود ہی ان حالوں تک پہنچایا ہو' چھوڑ کر کسی اور کا سہرا بننے چلا جائے تو کتنی خوشی کی بات ہے نا! یہ ماں چاہے جلتی رہے' غیروں کے ہاتھوں روندھی جاتی رہے۔ گزرتے ہر دن کے ساتھ کمزور ہوتی رہے۔ اسے گھن کی طرح مسائل چاٹ جائیں۔ ہماری بلا سے' ہمیں تو اپنی زندگی دیکھنی ہے۔ غیروں کو فائدہ پہنچا کر خواہ ذلت ہی کیوں نہ سمیٹنی پڑے۔ بڑا فخر محسوس کرتے ہیں' مگر جب کسی کام کے نہیں رہتے جب وہ غیر ہمارا سارا لہو نچوڑ لیتے ہیں۔ تب پھر ہمیں یہ بد صورت و لاغر ماں یاد آتی ہے اور ہم مرنے کے لیے اس کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ بڑی بدقسمت ہے یہ دھرتی میری جان! اپنے بچوں کے لیے ہر نعمت مہیا کر کے بھی یہ انہیں اپنے پاس روک نہیں سکتی۔ بس بے بس' نم آنکھوں سے اپنا آنگن خالی ہوتا دیکھتی رہ جاتی ہے۔''

''خدا کا واسطہ ہے سارہ آپی! ہر وقت کتابی دنیا میں مت رہا کریں۔ زندگی خوابوں اور جذبات کے سہارے بسر نہیں ہوتی۔'' سارہ کے طنز پر جبار جعفری کی بہن نے برہمی سے ہاتھ جوڑے تھے۔ تب وہ مسکرا دی۔

''یہی تو ساری بات ہے یار! زندگی گزارنے اور زندگی بسر کرنے میں بس اتنی سوچ کا تو فرق ہے۔ ہم سمجھتے ہیں جو آگ ہم نے یہاں خود اپنی حماقتوں اور اپنی جذباتیت سے لگائی ہے۔ اسے جب تک کوئی باہر سے آ کر بجھا نہیں دیتا۔ ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ باہر سے کون آئے گا روا؟ ہماری اپنی لگائی آگ کون بجھائے گا باہر سے آ کر؟'' وہ مسکرا رہی تھی مگر اس کی مسکراہٹ میں بھی عجیب سی تپش تھی۔

''اور موقع کی کیا بات کرتی ہو یار! کچھ لوگ محبت اور رشتوں کے معاملے میں بہت ایمان دار ہوتے ہیں وگرنہ یہ میری ماں گواہ ہے۔ کیسے کیسے رشتے نہیں آئے اس دہلیز پر......!'' وہ ابھی شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی مگر اچانک اس نے اپنے لب دبا لیے۔ بہر حال تم کہاں سمجھو گی ان باتوں کو' خالص رشتوں' خالص محبتوں کی قدر و قیمت کو...... چائے لاتی ہوں' پی کر جانا۔''

''نہیں' میں چلوں گی اب میرا پیٹ تو آپ کی باتوں سے ہی بھر گیا ہے۔''

وہ شاید برا مان گئی تھی۔ سارہ نے پروا نہیں کی۔ اس کا دل آج کسی بھی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب قنوطیت سی طاری تھی دل و دماغ پر کہ کسی کے بھی راضی یا ناراض رہنے سے اسے جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔ جبار جعفری کی بہن نے گھر جا کر اپنی ماں سے ایک کی دس لگائی تھیں۔ اور انہوں نے آگے جبار جعفری سے دس کی پچاس بنا کر کہیں۔ یہی وہ پہلا مقام تھا جب جبار جعفری کے دل میں اس کے لیے ہلکا سا بال آیا تھا۔ مگر اس نے فون کر کے سارہ سے اس کی وضاحت نہیں مانگی۔ نہ اس نے خود ہی اس بات کو اتنی اہمیت دی کہ خاص الخاص فون کر کے جبار جعفری سے یہ بات شیئر کرتی۔ نتیجتاً دونوں کے درمیان ایک غیر محسوس سا فاصلہ آ گیا۔ جس پر سارہ کوئی روز تک اپنی ماں سے سخت ڈانٹ سننے کو ملی تھی۔

☆//☆

صدف نے خلع کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ کیونکہ اس کا شوہر اپنے گھر والوں کے دباؤ میں کسی طور اسے چھوڑنے پر تیار نہیں تھا۔ البتہ وہ اپنی پہلی بیوی اور بچوں کے حقوق سے منہ پھیرنے کو راضی ہو گیا تھا۔ جس پر صدف کی اس سے نفرت اور کراہیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ یونیورسٹی سے چھٹیاں ختم ہو گئی تھیں۔ مگر اس کا دل کسی طور پڑھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ پھر بھی سارہ کی کوششوں سے اس روز وہ شکستہ سی یونیورسٹی چلی ہی آئی تھی۔

''شکر ہے جو تم دونوں کی شکل تو دیکھنے کو ملی۔'' ماریہ کے چہرے پر انہیں دیکھتے ہی رونق آئی تھی۔ صدف سارہ کا ہاتھ پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی۔

''دیکھا پھر کتنی مبارک شکلیں ہیں ہماری۔ اسی لیے کہتی ہوں قدر کیا کرو' ایسے لوگ روز روز نہیں آتے دنیا میں۔''

''جی ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں' پرسوں تو میں تم دونوں کو بڑی شدت سے یاد کر رہی تھی۔''

''کیوں' خیریت؟''

''ہوں' وہ اصل میں میری ایک دوست کا انتقال ہو گیا ہے۔ ملتان میں پڑھتی تھی۔ بہت برا ہوا اس کے ساتھ۔''

''اللہ خیر کرے' کیا ہوا؟'' صدف کے ساتھ ساتھ سارہ بھی چونکی تھی۔

''بہت برا ہوا یار! اور بہت ہو رہا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کس منہ سے بتاؤں۔''

''اسی منہ سے بتا دو یار! خوامخواہ سنسنی مت پھیلاؤ۔'' صدف اکتائی تھی۔ ماریہ نے اسے ایک نظر دیکھ کر رخ پھیر لیا۔

''اس روز تم نے اور سارہ نے جو باتیں سمجھائی تھیں۔ وہ اس وقت مجھے بکواس لگی تھیں مگر پھر بھی میں انہیں ذہن سے جھٹک نہیں پائی۔ غیر شعوری طور پر ہی میرا دل انٹرنیٹ اور موبائل وغیرہ سے اوب گیا مگر پرسوں مجھے دوست کی اذیت ناک موت کی خبر ملی اور اس کے پیچھے جو حالات جاننے کو ملے اس کے بعد میں اندر سے کانپ گئی۔''

''کیوں کیا ہوا دوست کے ساتھ؟'' اس بار سارہ نے پوچھا تھا جواب میں ماریہ نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''بہت برا سارہ۔ کتنے دکھ کی اور شرمندگی کی بات ہے۔ یہ ہمارے لیے کہ ان مقدس درس گاہوں سے منسوب ہو کر بھی اپنی عزت اور وقار کا خیال نہیں رکھتے۔ پتا ہے سارہ! جن کی دنیاوی ضرورتیں' خواہشات ان کی اوقات سے بڑھ جائیں ان کا انجام بھیانک ہی ہوتا ہے۔ یہ بڑے بڑے ہوٹلز جو

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

دن کے اجالے میں حق حلال کا رزق اکٹھا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ شب کی تاریکی میں یہاں انسانیت کیسے بلبلاتی ہے۔ کاش سب جان سکیں۔" وہ اضطراب کا شکار تھی۔ سارہ کو غصہ آ گیا۔

"شرم آتی ہے اپنے پاکستانی ہونے پر۔ دین کے نام پر وجود میں آنے والے اس ملک میں کیسے کیسے غیر انسانی کام نہیں کر رہے ہم۔ پتا ہے سارہ۔ میری دوست کا تعلق اچھی خاصی مال دار فیملی سے تھا۔ پھر بھی وہ پیسے جو گھر والے اسے ہوسٹل بھجواتے تھے اس کے لیے کم پڑ جاتے تھے۔ زائد پیسوں کے لیے وہ بد بخت بری لڑکیوں سے جا ملی۔ اس کی طرح ان کے اخراجات بھی گھر سے آئے ہوئے پیسوں میں پورے نہیں ہوتے تھے۔ اور ان کے ان ہوٹلز کے بڑے مگرمچھوں سے روابط تھے۔" وہ سر جھکائے بولتی ماریہ کا لہجہ یہاں پہنچ کر ٹوٹ گیا تھا۔

"پرسوں اپنے انتقال سے ایک روز پہلے اس نے مجھے کال کی تھی اور یہ سب رو رو کر بتایا تھا۔ وہ گھر واپس آنا چاہتی تھی۔ مگر وہ جس دلدل میں پھنس چکی تھی۔ اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس کے عزائم جان کر اسے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ وہ ان غلط لڑکیوں کے چنگل سے نکل کر اپنے گھر لوٹنا چاہ رہی تھی مگر اس کو قتل کر دیا گیا۔ بہت بے دردی سے مارا گیا تھا اسے۔ میں دیکھ کر آئی تھی۔"

"اوہ، بہت برا ہوا۔ جنہوں نے قتل کیا، ان لوگوں کا کچھ پتا نہیں چلا؟"

"پتا نہیں، چلا بھی ہوگا تو وہ کیا کر سکتے تھے۔ اپنے ہاتھوں لگائی آگ میں جلنا تو پڑتا ہے۔"

"ہوں کتنے دکھ کی بات ہے کہ توبہ کا موقع بھی نہیں ملا اسے، کیا یہی آزادی تھی جس کے لیے ہم نے اتنی قربانیاں دیں؟" صدف کہے بغیر نہیں رہ سکی تھی۔ سارہ کا سر جھک گیا۔

"یہ ہمارے وہ اعمال ہیں ماریہ۔ جن کے سبب آج ہم اس حال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اقبال نے کہا تھا اپنے کردار سے گرو ورنہ نکل جاؤ گے خواب ہو جاؤ گے افسانوں میں ڈھل جاؤ گے۔ اور دیکھ لو ہم خواب ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے دلوں میں بے حسی اتر آئی ہے۔ ایمان داؤ پر لگ گئے ہیں۔ روز حرام موت مر رہے ہیں ہم انہی اعمال کے سبب، دیکھو کیسے حکمران مسلط ہیں ہم پر، کہیں سکون رہا ہے نہ انصاف، بھائی چارہ رہا ہے نہ اتحاد آج غیر اپنی جنگ اور دشمنی میں ہمیں سوکھے ایندھن کی طرح استعمال کر رہے ہیں اور ہم کتنی بے حسی و بے بسی سے خود اپنی ہی بربادی کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ہماری سرحدیں محفوظ رہی ہیں نہ زندگیاں۔ عدالتیں بہری اور عسکری قیادت جیسے اندھی ہوگئی ہے، سب جانتے ہیں بہت غلط ہو رہا ہے۔ سب کو پتا ہے ہم مسلسل خطرے کی طرف بڑھ رہے ہیں پھر بھی پھر بھی کسی میں انقلاب کی ہمت نہیں۔ کوئی ان مٹھی بھر لوگوں سے احتساب کی ہمت نہیں کر رہا۔ اپنے اپنے مفاد کی زنجیر میں جکڑے یہ لوگ پتا نہیں کس عذاب کس قیامت کے منتظر ہیں۔" سارہ کے لہجے میں غصہ تھا۔ ماریہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"ہمیں سوچنا ہوگا ماریہ! ہر سطح پر، ہمارے وہ کیسے اعمال ہیں جن سے ہم نے اپنے رب کو اتنا ناراض کر دیا ہے کہ اب بربادی ہی بربادی ہمارا نصیب بن کر رہ گئی ہے؟ کیا کر رہے ہیں ہم ایسا جو آج ہمارے وطن میں یہ سب ہو رہا ہے؟ کیسی بدنصیبی ہے یہ ہماری کہ پچھلے کئی سالوں سے غیروں کے مفاد پر قربان "ہم" ہو رہے ہیں۔ دوسروں کی راحت کے لیے ہم نے اپنے گھر میں خانہ جنگی شروع رکھی ہے۔

ہماری ماؤں کے لعل ہماری ماؤں کا اثاثہ لٹ رہا ہے۔ ماریہ! ان اعلیٰ قیادتوں کے تو جوتے کو بھی پروا نہیں ہے۔ کس کی طرف دیکھیں ہم انصاف کے لیے.....؟" وہ اچھی خاصی جذباتی ہوگئی تھی جب صدف بولی۔

"ان لوگوں کو خود پر استرے چلانے کے لیے بھی تو ہم ہی لائے ہیں سارہ! ہم ضرورتوں اور بھوک کے مارے عاقبت نااندیش لوگ یہ سوچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے کہ چار ہزار، چھ ہزار، دس ہزار لے کر اپنا جو قیمتی ووٹ ہم لٹیروں کو بیچ دیتے ہیں۔ وہی ہمارے لیے عذاب بن جاتا ہے۔ یہ رقم کتنے دن کھالیں گے ہم؟ مگر ان پیسوں سے اقتدار میں آئے ہوئے لوگ ہماری ہی ہڈیوں سے اربوں وصول کر کے صرف اپنا کوٹہ پورا کر لیتے ہیں بلکہ ہمارے خون کے رشتے بھی چھین لیتے ہیں ہم سے، میں تو تھک گئی ہوں یار! میری ہمت تو جواب دے گئی ہے۔ کون آئے گا اب اس قوم کی اصلاح کے لیے جس میں قارون تو موجود ہیں مگر کوئی موسیٰ نہیں ہے؟"

"صحیح کہا آپ نے۔" بھاری مردانہ آواز پر سارہ کے ساتھ ساتھ ماریہ اور صدف نے بھی پلٹ کر دیکھا تھا۔

"مجھے سہیل کہتے ہیں آپ ہی کا ہم جماعت ہوں۔" سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے اس وجیہہ لڑکے نے ان تینوں کے پلٹ کر دیکھنے پر اپنا تعارف کروایا۔

"مجھے بھی پاکستان کی تاریخ سے بہت دل چسپی ہے۔ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنے وطن کے لیے بہت حساس ہیں۔ آپ کی طرح میں بھی یہ سوچ کر کڑھتا رہتا ہوں کہ میرے وطن کا کیا ہوگا۔ ابھی اور کتنی جانوں کی قربانی چاہیے۔ اسے پھلنے پھولنے کے لیے..... کتنے مزے کی بات ہے نا۔ مس سارہ! ساری دنیا پاکستانیوں کے حوصلے اور صلاحیتوں کا اعتراف کرتی ہے مگر ہمارے اپنے ملک میں ہماری یہ صلاحیتیں۔ یہ حوصلے کسی کام کے نہیں۔" ٹھہرے لہجے میں کہتا وہ ایک لمحے کے لیے رکا تھا۔ "ساری دنیا میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والا پاکستانی صرف اس ملک میں پروان چڑھنے کے جرم کی پاداش میں ہر طرح سے بے قصور، مظلوم ہو کر بھی خود پر گولیاں برسانے والوں کے لیے قابل نفرت ہے۔ جانتی ہیں کیوں؟ کیوں کہ ہماری جانوں کا سودا وہ لوگ پہلے ہی کر چکے ہیں۔ جنہیں ہم جان پر کھیل کر اپنے خلیفہ کی حیثیت سے سامنے لاتے ہیں۔ اس میں پلنے والی کسی جان کی کوئی قیمت نہیں مس سارہ کیونکہ اب ہمارا دکھ ہمارا نصب العین ایک نہیں رہا۔ ہمارے بڑے شطرنج کے بساط بچھاتے ہیں اور ہم..... ہم پیادے بن کر ان کی غلط چالوں کی بھینٹ چڑھتے ہیں بس.....!" اس کا دل بھی سارہ کی طرح زخمی تھا۔

"سزا تو بھگتنی ہوگی ہمیں اپنی غلطی کی۔ جب تک خواب غفلت سے نہیں جاگیں گے کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ بار بار یہی لوگ اقتدار میں آئیں گے۔ یونہی ہم اپنی ہی سرزمین میں اپنوں کے ہاتھوں گاجر مولی کی طرح کٹ کٹ کر مریں گے۔ یونہی ہماری جانوں کے پیسے دینے والے ہماری اذیت اور بے بسی کا تماشا دیکھیں گے۔ سارا نظام یونہی چلتا رہے گا۔ یونہی بلکتی رہیں گی مائیں اپنے قیمتی اثاثے لٹ جانے پر۔ آپ دیکھ لیجیے گا۔ ہم خواب غفلت سے نہ جاگے اور ہم نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو تاریخ یونہی خون سے ہماری داستان رقم کرتی رہے گی۔"

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com Digitized by Google

"اللہ کرے ایسا نہ ہو۔" صدف کا دل دہل اٹھا تھا۔

"اب جلنے کڑھنے کا وقت نہیں ہے مس سارہ! جلسے جلوسوں اور دوسروں کی طرف مدد کے لیے دیکھنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ یہ انقلاب کا وقت ہے۔ خود اپنے ہاتھوں اپنے گھر میں لگائی آگ بجھانے کا وقت ہے۔ ہماری کوئی دشمنی نہیں طالبان سے، ہماری دشمنی صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے ہے۔ وہ دشمن جو ہمارے بڑوں کی سربراہی میں تخریب کاری کے لیے اسی دھرتی کی آغوش میں چھپے بیٹھے ہیں۔ ہمیں نائن الیون کے ذمہ داروں سے نہیں لڑنا۔ ہمیں ان سے لڑنا ہے جو ہر روز ہماری سرزمین میں نائن الیون بپا کیے ہوئے ہیں۔ ہمیں حساب لینا ہے ان جانوں کا جو بے قصور دوسروں کے مفاد کے لیے موت کے سپرد کی گئیں۔ ہمیں ماؤں کے ان آنسوؤں کا حساب لینا ہے مس سارہ! جن سے وحشت کا لہو ٹپکتا ہے۔ اپنی جان اور عزت کی حفاظت کے لیے اب ہمیں ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھنا جنہوں نے پیسے لے کر ہمارے دشمنوں سے سودا کرلیا ہے۔ اپنی حفاظت اب ہمیں خود کرنی ہے۔ میرے قائد کو طلبہ پر ناز تھا۔ ہمیں ان کے ناز کا بھرم رکھنا ہے۔ ہمیں لوگوں کو جگانا ہے۔ انہیں بقاء کے راستے کی طرف لے کر آنا ہے۔ ووٹ کے صحیح استعمال کی طاقت کا احساس دلانا ہے۔ ناسور کی طرح ہمارے اردگرد پنپتی برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے بتایئے اس مشن میں میرا ساتھ دیں گی؟" آنکھوں میں کیسا عزم کتنی آس لیے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔ سارہ کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔

ہاں یہ بازی عشق کی بازی ہے
جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنے
ہارے بھی تو بازی مات نہیں

بہت مدہم لہجے میں اس نے شعر پڑھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلملا رہے تھے۔ سہیل شاہ مسکرا کر ممنون نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتا ہوا پلٹ گیا۔

"وطن کی مٹی گواہ رہنا
گواہ رہنا
وطن کی مٹی عظیم ہے تو
عظیم تر ہم بنا رہے ہیں
گواہ رہنا۔"

☆.....☆//☆.....☆

جبار جعفری نے اپنے گھر والوں کو سعودی عرب بلا لیا تھا۔ وہ شخص جو اس سے دن میں کئی بار بات کیے بغیر بے قرار رہتا تھا اب پچھلے پندرہ روز سے اس کی کوئی کال نہیں آئی تھی۔ سارہ کا ضبط جیسے ٹوٹتا جا رہا تھا۔ اس روز صرف اس کی محبت میں صدف نے سارہ سے چھپ کر خود جبار جعفری کو کال کی تھی جب وہ پھٹ پڑا۔

"اس نے میری بے عزتی کی ہے صدف! بڑے بڑے رشتوں کا جتا کر میری محبت کے منہ پر تمانچہ مارا ہے اس نے، وہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ مجھ سے شادی ہو اس کی اماں کا غصہ تو ابھی تک کم نہیں ہوا۔ کیا کروں میں؟"

"عقل کرو اور کیا کرنا ہے۔ اپنی بہن کو بھی اچھی طرح سے جانتے ہو تم اور سارہ کو بھی۔ وہ صاف گو ضرور ہے مگر دل کی کتنی اچھی ہے یہ تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں۔ دل کے رشتے اتنے کچے نہیں ہونے چاہئیں۔ جبار جعفری کہ کسی کی باتوں میں آکر ٹوٹ جائیں۔ صحیح ہے کہ بڑے بڑے گھرانے رشتہ لے کر

آئے تھے اس کے گھر مگر وہ پیسوں میں نہیں رشتوں میں جیتی ہے۔ جو خوشی اسے تم دے سکتے ہو، دوسرا کوئی نہیں دے سکتا۔" صدف کی بات میں وزن تھا۔ وہ شرمندہ ہوگیا۔ اس روز رات اس نے سارہ کو کال کی تھی۔ مگر اس کا موبائل فون بند تھا۔ وہ دل مسوس کر رہ گیا۔ اگلے ایک ہفتے میں اس کی ماں شادی کی تاریخ لینے پاکستان چلی آئی۔ سارہ اس روز خوش تھی..... بے حد خوش..... مگر.....!

خوشی راس ہی کہاں آتی تھی اسے.....!

جبار جعفری کی والدہ نے شادی کی تاریخ کے علاوہ کے ساتھ ساتھ ایک لمبی فہرست بھی اس کی مما کے ہاتھوں میں تھمائی تھی۔ اس کا بھائی بھی اس وقت وہیں موجود تھا۔ اس نے فہرست پڑھی اور گہری سانس بھر کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے آنٹی! میں یہ سب دوں گا۔ اپنی بہن کی خوشی سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے میرے لیے۔" وہ چونکی تھی اور اس نے آگے بڑھ کر اپنے بھائی کے ہاتھ سے وہ فہرست لے لی تھی۔ وہ سب چیزیں جو صدف کے جہیز میں شامل تھیں وہاں درج تھیں اسے زبردست شاک لگا۔

"آنٹی! آپ شادی طے کرنے آئی ہیں یا سودا؟ مجھے بیاہ کر لے جانا چاہتی ہیں یا خرید کر؟"

"سارہ تم جاؤ یہاں سے۔" اس کا بھائی جانتا تھا وہ جذباتی ہوگی کبھی ڈپٹا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

"مجھے فروخت ہو کر کہیں نہیں جانا انہیں بہو سے زیادہ سامان کی ضرورت ہے۔ مجھے اپنے جہیز میں ایک بھی فضول چیز نہیں چاہیے۔"

"مگر ہمیں چاہیے، ایک سے بڑھ کر ایک امیر لڑکی کا رشتہ ہے میرے بیٹے کے لیے، تمہیں اپنی قابلیت اور حسن پر اتنا گھمنڈ ہے تو رہو سکون سے مجھے ویسے بھی بدزبان بہو کی ضرورت نہیں ہے۔"

"آج نہیں ہے جب چار پیسے آگئے ہیں۔ آپ کا بیٹا کمانے لگا ہے اس وقت ضرورت تھی جب وہ آوارہ پھرتا تھا اور آپ کا کوئی رشتہ دار آپ کے گھر میں جھانک کر نہیں دیکھتا تھا کہ آپ کے گھر کھانا پکا بھی یا نہیں۔ تب تو اسی بدزبان لڑکی کا منہ چومتے نہیں تھکتی تھیں آپ۔"

"بکواس بند کرو۔" آنٹی سے اتنا صاف سچ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ سارہ کا بھائی اس کا بازو پکڑ کر اسے اس کے کمرے میں لے آیا۔

"بہت فضول اور لڑکی ہو تم کیوں بات کو بڑھاوا دے رہی ہو؟ چند چیزیں ہی مانگی ہیں نا انہوں نے.....! میں دے دوں گا۔ تمہیں کس بات کی پریشانی ہے۔"

"وہ مجھے نہیں رہنا ایسی اور منافق لوگوں کے ساتھ، میں نہیں چاہتی کہ میری خوشی، دوسری بہت سی لڑکیوں کے خوابوں کی راہ مسدود کردے۔ مجھے ساز و سامان سے خوش نہیں رہنا بھائی! مجھے اپنی ذات کی اہمیت کے ساتھ رہنا ہے۔ اس شخص کے ساتھ جو ہر حال میں میرا ساتھ نبھانے والا ہو۔"

"بھول جاؤ اب ایسے لوگوں کو، ہر جگہ ایسے ہی حالات اور لوگ ملیں گے تمہیں۔"

"اگر ایسا ہے تو میں تنہا ہی ٹھیک ہوں، نہیں کرنی مجھے کسی سے شادی وادی پلیز!" وہ روئی تھی اور اس کا بھائی مزید سر کھپانے کے بجائے بات سنبھالنے باہر چلا گیا تھا۔ مگر بات نہیں سنبھلی اپنی غربت کا طعنہ جبار جعفری کی ماں کے گھمنڈ کو مزید دہکا گیا تھا۔ اس نے فون پر جبار جعفری کو وہ سنائی کہ وہ دم بخود رہ گیا۔ سارہ ایسا بھی کرسکتی ہے۔ اس کے وہم و گمان میں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

نہیں تھا مگر اس کے وہم گمان میں تو یہ بھی نہیں تھا کہ اس کی خوشی کے لیے راضی ہوکر جانے والی ماں نے آگے جا کر کیا کھیل کھیلا تھا۔ کن کن چیزوں کا مطالبہ کیا تھا۔ وہ دکھی ہوا تھا۔ اتنا شدید کہ اس کا دل چاہا ساری دنیا کو آگ لگا دے۔ صدف سے مکمل بات نہ ہوسکی اور سارہ نے تو جیسے قسم کھالی تھی فون بند رکھنے کی۔ وہ دل برداشتہ ہوکر ساری دنیا سے ہی کنارہ کش ہوگیا۔ اس واقعے کے ٹھیک ایک ماہ بعد سارہ کو اس کی شادی کا کارڈ ملا تھا اور اس رات وہ اتنا روئی تھی کہ اس کی جان ہی خطرے میں پڑ گئی۔ کیا کیا نہیں ٹوٹا تھا اس رات۔ دل، مان، بھروسا، امید۔ دوسروں کے لیے جینے والی اس حساس جذباتی لڑکی سے قدرت نے اس کی واحد خوشی بھی واپس لے لی تھی۔ صدف چپ چاپ اس کی بربادی کا تماشا دیکھتی رہی۔

☆//☆

سہیل شاہ اس روز اس کے گھر اس کی عیادت کو آیا تھا۔ وہ پورے ایک ماہ سے چھٹی پر تھی اور بخار تھا کہ ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ فقط ایک ماہ میں کیا سے کیا ہوکر رہ گئی تھی۔ کیا کوئی اس قدر بھی رشتوں میں جی مر سکتا تھا؟ اسے حیرانی ہوئی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟"

"ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے؟" سارہ اسے دیکھ کر جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"ٹھیک لگ نہیں رہیں۔ ساری یونیورسٹی ویران پڑی ہے۔ آپ کے بغیر آپ کو پتا ہے اس ایک ماہ میں قدم قدم پر میں نے آپ کو کتنا یاد کیا؟"

"کیوں؟" وہ حیران ہوئی تھی جب وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"کوئی سمجھانے والا نہیں تھا نا میں اپنا گروپ بنا رہا تھا۔ "یوتھ اویئرنس گروپ" جس کی سربراہ کے طور پر آپ کا نام متعارف کروایا ہے میں نے۔ یہ لوگ پسماندہ علاقوں میں جائیں گے اور وہاں کے لوگوں کو ان کے حقوق سے باخبر کر کے آئندہ قیادت کے لیے ووٹ کے صحیح استعمال کا درس دیں گے۔"

"آپ کو لگتا ہے لوگ اس کا اثر لیں گے انہیں شعور آئے گا؟" وہ بے یقین تھی۔

"ہاں ایک کوشش تو کی جاسکتی ہے نا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے لیے یہی درس ہے کہ ہم اپنے ہاتھ اور زبان سے برائی کو روکیں۔ اگر نہیں روکیں گے اور خاموشی سے تماشا دیکھتے رہیں گے تو ایمان خطرے میں پڑ جائے گا۔ ویسے بھی خدا ان ہی لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرنے کی ہمت رکھتے ہیں۔"

"ہوں۔"

"ایک بات اور جو اپنی زندگی دوسروں کے لیے وقف کر دیتے ہیں وہ اپنے ذاتی غموں پر ٹوٹ کر نہیں بکھرتے۔" جانے وہ اس پر چوٹ کر رہا تھا یا کسی دے رہا تھا۔ سارہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ "اب چلتا ہوں کل یونیورسٹی آئیں گی نا آپ۔"

"ہوں۔" اس کی مما چائے لے آئیں۔ وہ ان کے اصرار پر دوبارہ بیٹھ گیا۔

☆//☆

"تم نے غلط کیا سارہ! چیزیں رشتوں سے زیادہ قیمتی نہیں ہوتیں۔" اگلے روز خرابی طبیعت کے باوجود یونیورسٹی جاتے ہوئے صدف راستے میں اس سے کہہ رہی تھی۔

"ہوں مجھ سے زیادہ یہ بات کون سمجھتا ہوگا مگر میں زندگی کو اپنے ڈھب سے جینا چاہتی ہوں۔ میں نے اس شخص سے محبت کی تھی صدف جو میرا سایہ تھا۔

اس شخص سے نہیں جو دولت پانے کے بعد سارہ سے زیادہ چیزوں کا طالب ہوگیا۔"

"ہوسکتا ہے یہ اس کا مطالبہ نہ ہو اس کی ماں کا ہو۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا بس کبھی کبھی دل میں ٹیس سی اٹھتی ہے کاش وہ غریب ہی رہتا۔ اتنا غریب کہ میرے سوا کوئی لڑکی اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی۔"

"چھوڑ ان باتوں کو شاید وہ تیرے لائق ہی نہیں تھا آنٹی بتا رہی تھیں کل ایک اور رشتہ آیا ہے۔"

"مجھے نہیں پتا نہ اب کبھی شادی کرنی ہے مجھے پلیز آج کے بعد اس موضوع پر کبھی بات نہ کرنا صدف! میں اپنی ذات کے ساتھ اس تنہائی میں بہت خوش ہوں۔"

"جی ہاں، نظر آرہی ہو۔" صدف نے صاف مذاق اڑایا تھا اس کا۔ وہ رخ پھیر گئی۔ یونیورسٹی میں سہیل شاہ اس کا شدت سے منتظر تھا۔

"اوہ..... شکر ہے آپ آگئیں۔ مجھے لگا شاید آپ نہیں آئیں گی۔"

"کیوں؟"

"طبیعت جو خراب تھی۔ خیر آپ کو پتا ہے آج ہمارا کیا پروگرام ہے؟"

"نہیں۔"

"ٹھیک ہے بیٹھیں میں بتاتا ہوں۔ آج ہمیں طلبہ و طالبات کو اکٹھا کرنا ہے اور ان سے پاکستان میں ڈرون حملوں پر بات کرنی ہے۔ پھر جلوس کی صورت میں نکلیں گے اور یہ مطالبہ کریں گے کہ یا تو ہماری سرحدوں کے اندر غیروں کی دخل اندازی بند کی جائے۔ نہیں تو اعلیٰ قیادت صاف ہاتھ کھڑے کر دے کہ وہ ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں کرسکتی۔ نہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ اپنے آقا کی مدد کے بغیر اپنے اندرونی مسائل خود حل کرسکے۔ آپ کیا کہتی ہیں؟"

"احسن اقدام ہے طلبہ کو اپنے وطن کی بقا کے لیے سڑکوں پر آنا چاہیے۔ اب بھی نہیں آئیں گے تو کب آئیں گے؟ ویسے بھی پختون پاکستان کا سرمایہ ہیں۔ یہ جفاکش، غیور، بہادر جوان ہمارے دشمن کی آنکھ میں کنکر کی طرح چبھتے ہیں ان کا واحد مقصد صرف انہیں ختم کر کے پاکستان کے دفاع کو کمزور کرنا ہے۔ ہم کتنے بے غیرت ہیں سہیل کہ چپ چاپ اپنے جسم کے اس حصے کو کٹتا دیکھ رہے ہیں اور کوئی آواز بلند نہیں کر رہے، خدانخواستہ ان کے بعد ہماری باری آئے گی تو کیا ہوگا؟ جن کے پاس سرمایہ ہے وہ تو شیشے کے محلوں میں بھاگ جائیں گے ہمارا کیا بنے گا؟"

"اسی خطرے کا احساس تو لوگوں کو دلانا ہے۔ کب تک لاشیں اٹھاتے رہیں گے؟ کب تک اپنی ہی سرزمین پر غیروں کے ہاتھوں اپنے بھائیوں کی ہلاکت پر خاموش تماشائی بنے رہیں گے؟ ہمیں آواز اٹھانی ہوگی۔ یہاں یونیورسٹی میں، سڑکوں پر، نیٹ پر، جہاں جہاں موقع ملے گا ہمیں اپنا پیغام پہنچانا ہوگا۔ پھر سے ایک ہونا ہوگا۔"

"جی ہاں، میں لڑکیوں سے بات کرتی ہوں آپ پرنسپل اور لڑکوں سے بات کریں پھر اکٹھے نکلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" اس کی بات پر فوراً پلٹ گیا تھا۔ اگلے روز کے اخباروں میں ان کی خبریں آگئیں۔

"اب کیا کرنا ہے سارہ! آپ نے دیکھا کیسے ہماری سرحدیں غیر محفوظ ہوگئی ہیں۔ کتنے امریکی اور بھارتی جاسوس گھس آئے ہیں ملک میں اور کوئی جگہ محفوظ نہیں چھوڑ رہے۔ مسجد، بازار، درس گاہیں، افواج

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Corner.com Digitized by Google

کوئی جگہ ان کی شرانگیزی سے محفوظ نہیں اور ہم اب بھی یوں مطمئن ہیں کہ شاید کوئی معجزہ ہوگا اور سب ٹھیک ہوجائے گا۔ مجھے سب ٹھیک ہوتا دکھائی نہیں دے رہا سارہ! روز بہ روز ہمارا دشمن ہمیں کمزور کررہا ہے اور ہم ہیں کہ اسی کے آگے جھکتے چلے جارہے ہیں۔ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فرمان کے باجود کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست سمجھنے کی بدترین حماقت کررہے ہیں۔ آپ دیکھیں سارہ نقصان تو ہمارا ہورہا ہے نا! قصور وار یا ذمہ دار کوئی بھی ہو۔ تکلیف تو ہم اٹھارہے ہیں۔ جن کی یہ جنگ ہے وہ تو محفوظ بیٹھے ہیں۔ بھوک اور گولیاں تو ہمارا نصیب بن کر رہ گئی ہیں۔ میں یہ سب نہیں دیکھ سکتا۔“

ان کے جلوس پر حملہ ہوا تھا جس میں کچھ طلبہ شدید زخمی ہوگئے تھے۔ سہیل بھی انہی لوگوں میں شامل تھا۔ اس کی ایک ٹانگ کٹ گئی تھی مگر پھر بھی وطن کے لیے اس کی محبت اور فکر میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ سارہ اس وقت اسپتال میں اس کے مقابل بیٹھی تھی اور رو رہی تھی۔

”مجھے معاف کردو سہیل، میری وجہ سے......!“

”نہیں آپ کی وجہ سے نہیں، یہ درد ان لوگوں کی وجہ سے ملا ہے یار جو مسلمان ہوکر بھی شاید کبھی جہنم سے رہائی نہ پاسکیں۔ ایک ٹانگ ہی کٹی ہے نا! کوئی بات نہیں۔ ابھی سر سلامت ہے۔“ سارہ کی بات کاٹتے ہوئے فوری وہ بولا تھا۔ جب اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”یہ سر یوں مفت میں کٹنے کے لیے نہیں ہیں سہیل! سرحدوں پر چھڑی جنگ میں کسی مقصد کے لیے کٹیں تو فخر ہوتا ہے۔ یہ جنگ تو ہماری تھی ہی نہیں، یہ تو ہوس کی جنگ ہے طاقت اور بزدلی کی جنگ ہے کتنے لعل نذر کریں گی مائیں اس پرائی جنگ میں......؟ بتاؤ......!“

”اپنی یا پرائی۔ اب لڑنی تو پڑے گی۔“

”اور اس ماں کا ان بہنوں کا کیا کرو گے جن کا تم واحد سہارا ہو؟“

”اللہ ہے نا! وہ سب دیکھ رہا ہے۔ کبھی تو حالات بدلیں گے، کبھی تو ہماری جگہ ظالم اس کی گرفت میں جکڑے جائیں گے۔ جس خون کو بہنا ہے اسے بہنے دو سارہ!“

”نہیں، میرے وطن کا سرمایہ ہو تم میں یہ سرمایہ یوں بے دردی سے لٹنے نہیں دے سکتی۔ ایک غلط ووٹ ہی تو کاسٹ ہوا ہے ناں ہم سے، اس کی اتنی بڑی سزا نہیں سہیل اتنی بڑی سزا نہیں۔“ اچانک وہ بلک بلک کر رو پڑی تھی۔ سہیل کے لیے اسے چپ کروانا مشکل ہوگیا۔

آنے والے دنوں میں ان کی سرگرمیاں مزید تیز ہوگئی تھیں مگر سارہ کے حوصلے جیسے ٹوٹ سے گئے۔ بیساکھیوں کے سہارے چلتے وجیہہ و دراز قد سہیل شاہ کو دیکھنا کسی قیامت سے کم نہیں تھا اس کے لیے۔

گھر میں آج کل الگ کھچڑی پک رہی تھی۔ کسی سینئر وکیل کا رشتہ آیا تھا اور گھر والوں نے اس سے پوچھے بغیر ہاں کردی تھی۔ بات صدف کے توسط سے سہیل شاہ تک پہنچی تو اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے جیسے رنگ سا آ کر گزر گیا۔ کتنا عادی کرلیا تھا اس نے خود کو سارہ کے ساتھ کا۔ کیا اب اس کے بغیر گزارا کرنا آسان رہے گا اس کے لیے نہیں مگر بے بسی اب بھی اپنی جگہ قائم تھی۔

پہلے وہ صرف غریب تھا اب معذور بھی ہوگیا تھا۔ ایسے میں سارہ جیسی لڑکی کو پانا کہاں ممکن رہا تھا اس کے لیے، وہ لڑکی جو کلاس میں پہلے روز ہی اس

کے دل کو چھو گئی تھی۔ اب اس کی خواہش سے دستبردار ہونا بھی تو کم اذیت کا باعث نہیں رہا تھا۔ وطن کی محبت نے روزگار حاصل کرنے کی امید کے ساتھ ساتھ، اس کے خواب بھی چھین لیے تھے۔ ادھر سارہ کی شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ اس روز صدف، سہیل اور ماریہ اس کے گھر پر ہی تھے۔ جب سارہ نے اس سے پوچھا۔

”تمہارے آگے مستقبل میں کیا ارادے ہیں سہیل؟ شادی کرو گے یا کاروبار......؟“

”دونوں ہی نہیں۔“

”کیوں؟“ وہ حیران ہوئی تھی۔ جب کہ ماریہ صدف کی طرف دیکھ کر مسکرادی۔

”ہاں نا یار! لڑکی مجھے کسی نے دینی نہیں اور کاروبار میں اب یہ دل لگنا نہیں۔“

”کیوں نہیں لگے گا دل اور کیوں نہیں دے گا کوئی لڑکی۔ تم اتنے اچھے اور وجیہہ ہو کہ کوئی بھی لڑکی جان دے سکتی ہے تم پر۔“

”اف۔“ وہ اس کے الفاظ پر دل کھول کر ہنسا تھا۔

”کچھ رحم کھالو لڑکیوں کی خودداری پر۔ مانا کہ عقل سے پیدل ہوتی ہیں مگر اتنی بھی نہیں کہ مجھ جیسے معذور بے کار شخص کو بوجھ کی طرح اپنی زندگی پر لاد لیں۔“

”تم بوجھ نہیں ہو۔“ اچانک وہ غرائی تھی۔

”اچھا پھر تم کرلو شادی۔“ وہ اب بھی مسکرا رہا تھا۔ سارہ ٹھٹک گئی۔ اس کے ذہن میں یہ خیال کیوں نہیں آیا تھا؟

وہ خوش رہ سکتی تھی۔ اسے اچھے سے اچھا ہم سفر مل سکتا تھا۔ مگر سہیل خوش نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے اچھی سے اچھی لڑکی نہیں مل سکتی تھی۔ اس نے ملک کے

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ھے
ماہنامہ نئے اُفق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار
ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنادیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی
گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کونے کی ایک دلچسپ ودلکش داستان
قارئین کی کئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ، نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لئے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن شعروشاعری کا منفرد سلسلہ خوشبوئے سخن منتخب غزلیں و نظمیں، ذوق آگہی اقتباسات، اقوال زریں، احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

لیے خود کو معذور کرلیا تھا مگر وہ تو کچھ بھی قربان نہیں کر پائی تھی۔

"کیا ہوا؟ اڑ گئے ناہوش؟" وہ اب ہنس رہا تھا۔ سارہ سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"نہیں، تم رشتہ بھیجو میں شادی کے لیے تیار ہوں۔"

"سارہ! پاگل تو نہیں ہوگئی ہو؟" صدف نے فوراً ڈپٹا تھا مگر وہ اپنی بات پر اڑی رہی۔

"جب شادی ہی کرنی ہے تو تم برے نہیں ہو سہیل! کم از کم ہماری سوچ، ہمارے جذبے اور اس ملک کے لیے ہمارے خواب تو ایک ہیں۔ پلیز تاخیر مت کرنا۔ مجھے صرف تم سے شادی کرنی ہے اور بس۔" وہ ضدی اور سر پھری تھی۔ سہیل حیرت سے گنگ اسے دیکھتا رہ گیا۔ آگے آنے والے پندرہ دنوں میں وہ معجزہ ہوگیا تھا جس کی اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔ سارہ نے اس کے ساتھ چلنے کی ہامی بھری تھی اور وہ اپنے اس وعدے میں کامیاب رہی تھی۔ سہیل کے پاؤں تو مارے خوشی کے زمین پر نہ لگتے تھے اس کی ماں اور تینوں بہنوں کی خوشی بھی چھپائے نہ چھپتی تھی۔ تاہم سارہ کی مما اور بھائی ویسے خوش نہیں تھے جیسے انہیں ہونا چاہیے تھا مگر وہ جانتی تھی آنے والے دنوں میں اس کی خوشی انہیں خوش کردے گی۔ شادی سے صرف دو روز قبل سہیل نے مصنوعی ٹانگ لگوائی تھی۔ شادی کے روز تمام وقت وہ صدف اور ماریہ کی چھیڑ چھاڑ کا شکار رہا تھا جب کہ اس کے دیگر دوست بھی اسے گھیرے رہے تھے۔ نکاح کے بعد سارہ کو اس کے پہلو میں لاکر بٹھایا گیا تو اسے لگا اس کا دل خوشی سے رک جائے گا۔ کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ دلہن کے روپ میں۔ وہ چوری چوری نظر بچا کر جب بھی موقع ملتا اسے دیکھتا رہا۔

رات میں وہ کمرے میں آیا تو سارہ دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹے شاید سوگئی تھی۔ وہ مسکرا کر آگے بڑھ آیا۔ دل ابھی بھی قابو میں نہیں آرہا تھا۔ یقیناً اسے زندگی گزارنے کے لیے کوئی نہ کوئی لڑکی مل جاتی۔ مگر اسے صرف لڑکی نہیں چاہیے تھی۔ اسے وہ سب بھی چاہیے تھا جو سارہ میں تھا۔

وہ اپنے رب کا از حد ممنون تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ پر آ بیٹھا تھا۔

"سارہ۔" بہت مدھم سرگوشی میں اس نے اسے پکارا تھا۔ جواب میں وہ فوراً بے دار ہوگئی تھی۔

"اتنی جلدی سو گئیں۔ میرا انتظار بھی نہیں کیا؟" وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔

"انتظار ہی تو کر رہی تھی پتا نہیں کیسے آنکھ لگ گئی۔"

"جھوٹی۔" وہ ہنسا تھا۔ سارہ گھبراہٹ کے باوجود اسے گھور کر رہ گئی۔

"جھوٹ نہیں بولتی میں۔ اچھا!"

وہ اس کی خفگی پر نثار ہوا تھا۔

"کتنا روپ آیا ہے تم پر..... آسمان سے اتری حور لگ رہی ہو۔"

"بس نہ سلام نہ دعا۔ آتے ہی مکھن بازی شروع۔" اپنا ماضی اپنے دل میں دفن کیے اب وہ صرف اسے دیکھ رہی تھی۔ سہیل ہنس دیا۔

"السلام علیکم! دنیا کی سب سے اچھی، جذباتی لڑکی! اب ٹھیک ہے؟"

"ہوں، وعلیکم السلام۔"

"یہ دنیا کی سب سے اچھی، جذباتی لڑکی اب تمہیں اپنی مٹھی میں قید رکھے گی۔" وہ مسکرا دی۔

"صرف مٹھی میں؟"

"نہیں دل میں بھی۔" اس کے کہنے کی دیر تھی کہ

وہ ہنس پڑا۔

"شکریہ سارہ! اب مجھے اپنے کسی نقصان کی کوئی پروا نہیں۔ الحمدللہ تینوں بہنوں کے فرض سے سبک دوش ہو چکا ہوں۔ اب بس امی اور تمہارے حقوق کا خیال رکھنا ہے۔ یا پھر وطن کی مٹی کا۔ جس میں ہماری پہچان، ہماری جڑیں ہیں۔ یہ سفر جو آج ہم نے شروع کیا ہے اسے رکنا نہیں ہے سارہ! آگے ہی آگے بڑھتے چلے جانا ہے اس وقت تک جب تک ہم حقیقی آزادی کا منہ نہیں دیکھ لیتے۔ اپنے وطن کو بیماریوں کی صورت چمٹے مسائل سے چھٹکارا نہیں لیتے۔ اپنے صحیح رہنما کو سامنے نہیں لے آتے۔ اپنی قوم اپنے لوگوں کو خواب غفلت سے جگا کر صحیح سمت پر گامزن نہیں کردیتے۔ ہمیں یہ سفر جاری رکھنا ہے سارہ! اس وقت تک جب تک ہم پھر سے ایک نہیں ہوجاتے ہمارا دکھ ہمارا نقصان ایک نہیں ہوجاتا۔ ہمارے پختون بھائی۔ جو ہماری طاقت ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر وطن کی بقاء کے لیے کھڑے نہیں ہوجاتے ہمیں چلتے رہنا ہے۔"

"ہاں سہیل! اس ارض پاک کے لیے کسی بھی سفر کسی بھی امتحان میں۔ تم سارہ کو ہمیشہ اپنے ساتھ پاؤ گے۔"

"بے حد شکریہ۔ میری دعا ہے اللہ رب العزت سے کہ وہ مجھے بارہ بیٹوں سے نوازے اور میں وہ بارہ کے بارہ اس کے دین کی سربلندی اور اس وطن کی عظمت پر قربان کردوں۔"

آمین۔" بے ساختہ سارہ نے کہا پھر اس کی شرارت جان کر زور کا مکا اس کے شانے پر رسید کیا۔ سہیل کھلکھلا اٹھا۔

"اب تو آمین ہوگئی اب کچھ نہیں ہوسکتا۔"

"جان لے لوں گی میں تمہاری۔" چڑ کر وہ اس کے بال مٹھی میں جکڑ گئی تھی۔ جب سہیل نے پیار سے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"اوں، ہوں یہ جان تو اب صرف اس دھرتی کی امانت ہے۔ جس نے ہمیں ملایا ہے۔" وہ باز نہیں آرہا تھا۔ پھر یکدم سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"آؤ ایک شمع جلائیں سارہ! نئی زندگی کے سفر پر نئے خوابوں کے ساتھ امید کی شمع۔"

سارہ نے ماچس اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی شمع روشن کردی۔

"شکریہ! اب زندگی کی آخری سانس تک ہم امید کی یہ روشن شمع یونہی جلائے رکھیں گے۔"

"بے شک، مجھے یقین ہے ایک روز اس روشنی سے یہ پورا ملک جگمگا اٹھے گا۔"

"آمین۔"

سہیل نے جذب سے کہا اور پلکیں موند لیں۔ جب کہ سارہ نے آہستہ سے اپنا سر اس کے شانے سے ٹکا دیا۔ اس کے من میں ایک بار پھر وہی بازگشت گونجی تھی۔

وطن کی مٹی گواہ رہنا
گواہ رہنا
وطن کی مٹی عظیم ہے تو
عظیم تر ہم بنا رہے ہیں
گواہ رہنا
عظیم تر بنا کر رہیں گے۔

ان شاء اللہ ساری سازشوں کا پردہ چاک کر کے رہیں گے۔"

ایک عزم سے اس نے سوچا اور خود بھی آہستہ سے پلکیں موند لیں.....!

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

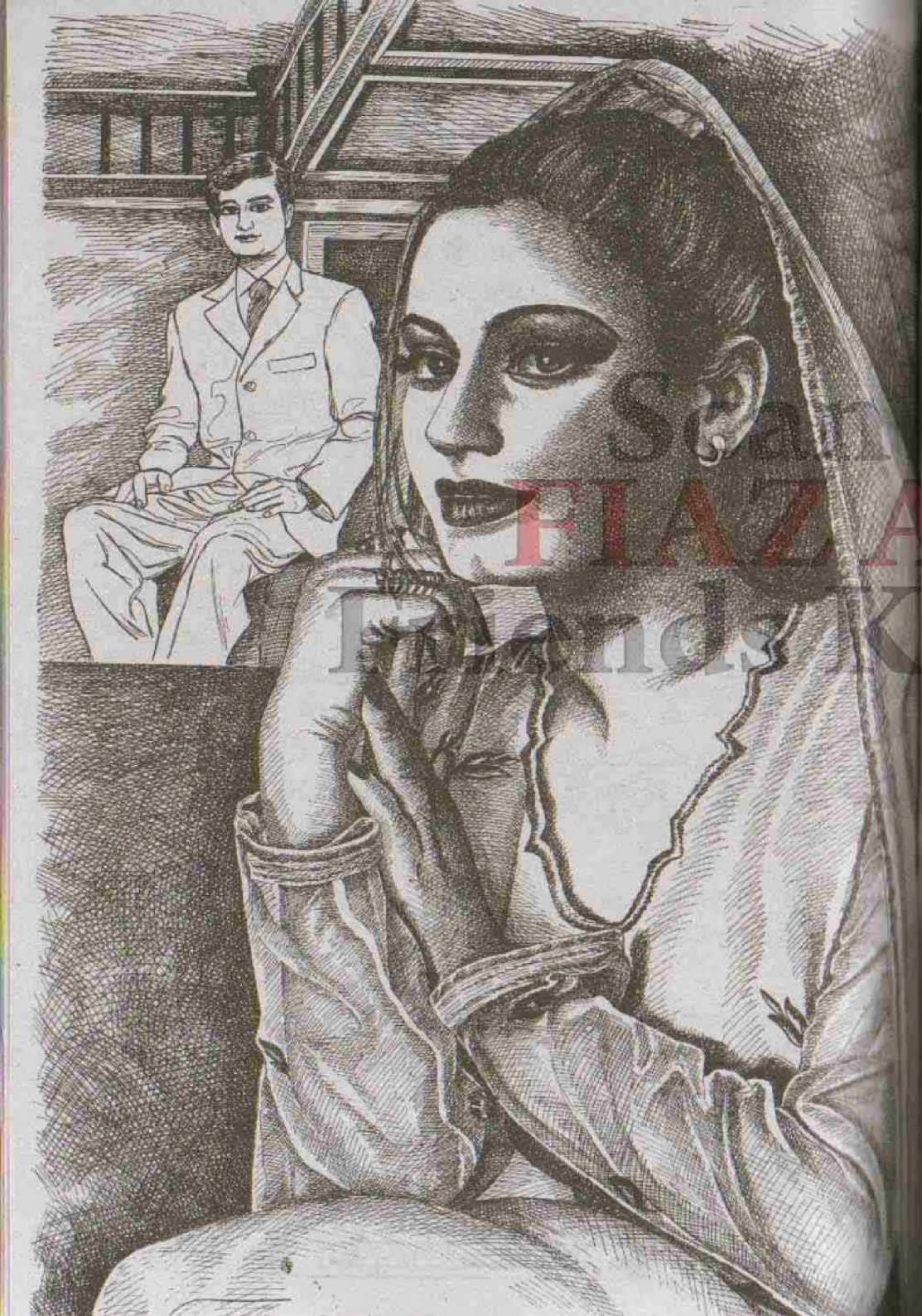

معارج تغلق کا ردعمل اس کی سمجھ میں آنے والا نہ تھا۔ وہ اتنے غصے میں کیوں تھا...... اور اس کا اس کمرے سے کیا راز جڑا تھا؟ وہ چپ چاپ اسے دیکھ رہی تھی مگر وہ اس کی جانب نہیں رستم کی طرف متوجہ تھا......

''اس کمرے کو بند کرواور آئندہ جس طرح کیا جائے اسی طرح کیا کرو۔ تم جانتے ہو میں اپنے معاملات میں کسی طرح کی کوتاہی برداشت نہیں کرتا۔'' وہ سخت گیر لہجے میں بولا۔ رستم نے مؤدب انداز میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ اب اس کی جانب متوجہ ہوا تھا۔

قسط نمبر 18

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

Scan & PDF
FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

میں اس حصار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
تمہارے پیار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں
رچا ہوا ہے تیرا عشق میری نس نس میں
میں اس غبار سے نکلوں تو اور کچھ سوچوں

''آپ کا اس طرح آنا کیسے ہوا؟'' اس سے تخاطب کے وقت اس کا لہجہ وہی معمول کا تھا جیسے سرے سے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔

''کیا یہ کوئی رعایت تھی؟''

وہ اس کے ساتھ نرمی برت کر کیا ثابت کرنا چاہ رہا تھا؟

کیا وہ اس کے اس طرح آنے کو کوئی معمول کا واقعہ قرار دینا چاہتا تھا تاکہ اس کی توجہ اس کمرے کے اسرار سے ہٹ سکے؟

''یہاں کون رہتا ہے؟'' وہ اس کے سوال کا جواب دیئے بنا پوچھنے لگی تھی۔

''ایک خوب صورت لڑکی' ملو گی کیا؟'' وہ سمجھی تھی وہ آئیں بائیں شائیں کرے گا اور اس کے سوال کا کوئی مناسب جواب نہیں دینا چاہے گا۔ مگر جس طرح وہ اپنی آنکھیں اس پر جمائے بولا تھا' وہ غالباً حیران ہوئی تھی۔

تو کیا وہ کوئی راز' راز نہیں رکھنا چاہتا تھا؟

''کون لڑکی؟'' وہ متجسس ہوئی۔

''میری گرل فرینڈ۔'' وہ مسکرا دیا۔ وہ خاموش سی رہ گئی۔

Digitized by Google

"چلو اب، وہاں ایشاع تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔" وہ موضوع بدلتے ہوئے بولا تھا۔ وہ خاموش سی اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں کئی سوال سہی مگر معارج تعلق جیسے کسی ایک کا جواب دینے پر بھی مائل نہیں تھا۔ اس کا ہاتھ تھاما تھا اور تقریباً کھینچتا ہوا وہاں سے لے کر نکل آیا۔ وہ اس کی حرکت پر ششدر تھی۔

ایسا کون سا راز تھا اس کے سینے میں جس کی پاسداری وہ کرنا چاہتا تھا..... وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"اس طرح موڈ کیوں آف ہے تیرا؟" انابیتا نے اسے غصہ کے ساتھ بیگ اور پیکٹ ایک طرف ڈالتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ فوری طور پر کچھ نہیں بولی تھی۔ فریج سے بوتل نکال کر گلاس میں پانی انڈیلا اور ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گئی۔ انابیتا نے اسے چپ چاپ دیکھا تھا۔

"تمہیں کوئی پریشانی ہے؟" اس نے پارسا کی جانب بغور دیکھ کر پوچھا۔ پارسا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ بس خاموشی سے اس کے قریب آن بیٹھی تھی۔

"پارسا!" انابیتا نے اس کے عجیب سے انداز پر اسے دیکھا تھا۔ تب اس نے بنا اس کی جانب دیکھے سر نفی میں ہلایا۔

"مجھے پیاس لگی تھی۔ گرمی کی شدت بڑھ گئی ہے نا! مون سون کا موسم ہے اور حبس اتنی زیادہ ہے۔ جانے بارش کب آئے گی اور یہ حبس ختم ہوگی۔" اس کا لہجہ مدہم تھا۔

"تم نے مجھے فون کر دیا ہوتا، میں تمہیں لے لیتی یا ڈرائیور بھجوا دیتی۔" انابیتا نے نرمی سے کہا تھا پھر اس پیکٹ کی طرف دیکھا تھا۔ "تمہارا گفٹ ہے..... ؟ یقیناً گھر سے آیا ہوگا۔" وہ مسکرائی تھی اور پیکٹ الٹ پلٹ کر دیکھا تھا۔

"تم یلماز کمال سے ملنے گئی تھیں؟" انابیتا نے اچانک کہا تھا۔ پارسا اس سے ایسے نگاہ چرا گئی جیسے کوئی چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔ انابیتا کو لگا تھا جیسے وہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تبھی موضوع بدل دیا تھا۔

"تم کچھ کھاؤ گی؟"

"نہیں! مجھے بھوک نہیں ہے۔" پارسا نے انکار کیا۔

"بھوک کیوں نہیں ہے، تم نے کچھ کھایا تو نہیں ہوگا؟" انابیتا نے کہا۔

"نہیں، مگر مجھے بھوک محسوس نہیں ہو رہی۔" پارسا نے کہا۔

"ٹھیک ہے پھر جوس بنا دیتی ہوں۔"

"نہیں! اس کی بھی ضرورت نہیں۔ میں نے پانی پیا ہے ابھی....." پارسا بولی۔

"اوہ! پانی نا ہوا ٹانک ہو گیا۔ اپنا چہرہ دیکھا ہے..... کیا اُترا ہوا لگ رہا ہے؟"

"اب اس کا کچھ نہیں ہو سکتا، میرا چہرہ ہی ایسا ہے۔" پارسا نے کہا اور وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔

"کہیں یلماز کمال نے تو کچھ نہیں کہا؟" وہ اندازہ لگاتی ہوئی بولی۔

"نہیں!" وہ فوراً بولی۔ "اس نے کچھ نہیں کہا۔"

"کہیں اس نے تمہیں دھمکایا تو نہیں؟"

"نہیں! وہ ایسا نہیں کر سکتا۔" پارسا مضبوط لہجے میں بولی۔

"وہ اچھا لڑکا نہیں ہے پارسا! ایسے لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" انابیتا اس کی فکر کرتی ہوئی بولی۔

"مجھے اس سے خوف نہیں ہوتا۔" پارسا بہادری سے بولی۔

"تم بہت بہادر ہو نا! مجھے بہادر لوگ بہت اچھے لگتے ہیں، تم میں ضرور رضیہ سلطانہ کی روح ہوگی نا!" انابیتا نے اسے چھیڑا۔ وہ مسکرا دی اور انابیتا جیسے یہی چاہتی تھی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر خود بھی مسکرا دی تھی۔

"دیکھو مسکرانے سے چہرے پر کتنی دلکشی آ جاتی ہے۔ تم اچھی خاصی لگ رہی ہو۔" انابیتا نے اسے آگاہ کیا۔

"اچھی خاصی.....؟" پارسا اس کی تعریف پر چونکی۔

"ہاں! کوئی بھی بندہ آرام سے اس مسکراہٹ پر جان وار سکتا ہے۔"

"اوہ!" پارسا نے ہونٹ سکوڑے۔

"کون کس پر جان وار رہا ہے؟" عدن جانے کب وہاں آیا تھا۔ پارسا نے چونکتے ہوئے اسے سر اٹھا کر دیکھا۔

"آؤ بھائی! آپ تو آج کل عید کا چاند ہو گئے ہیں، ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے کئی دنوں آپ کا چہرہ دکھائی نہیں دیتا، اتنا مصروف کر لیا ہے آپ نے خود کو....."

"یار کیا کروں! کام بھی ضروری ہے۔ نیا کاروبار جمانے میں محنت تو درکار ہوتی ہے۔ تم جوس لاؤ گی میرے لیے؟" انابیتا کی جانب دیکھا۔

"ضرور بھائی!" انابیتا اٹھ کر اندر بڑھ گئی۔ عدن نے پارسا کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" پارسا نے اس کی سمت دیکھا تھا اور سر انکار میں ہلایا تھا۔

"کس جان وارنے کا قصہ چل رہا تھا؟" عدن نے دریافت کیا۔

"انابیتا کی عادت ہے مذاق کی....." پارسا نے جان چھڑائی۔

"ہاں مگر مذاق کے پیچھے کوئی پس منظر بھی تو ہو سکتا ہے نا!" عدن جانے پر بضد ہوا تھا۔

"نہیں، پس منظر تو کچھ نہیں ہے۔" وہ انکاری ہوئی تھی۔ وہ نظریں اس کے چہرے پر گاڑھ کر بغور دیکھنے لگا۔

"پکا کہ کوئی پس منظر نہیں ہے؟"

"اوں ہوں....."

"ہمم....." وہ مسکرایا۔

"کیوں؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"منظر، پس منظر کے بنا ہو نہیں سکتا نا!" وہ جیسے اسے زچ کر رہا تھا۔ وہ اکتا کر اٹھنے کو تھی جب عدن بیگ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ چونک کر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ "آپ کی مسکراہٹ بھلی لگتی ہے۔ مسکرایا کریں۔"

کیا وہ کوئی درخواست کر رہا تھا؟

پارسا چوہدری نے حیرت بھری نظروں سے اس شخص کی سمت دیکھا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

"آپ....." پارسا نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے تھے' مگر جیسے وہ بھول گئی تھی کہ کیا کہنا ہے۔
اس کی یادداشت اتنی کمزور کب سے ہوگئی تھی؟ وہ خود حیران ہوئی تھی۔ کیا وہ اس کی موجودگی کے باعث ایسے ظاہر کررہی تھی؟ سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا' وہ جیسے اس کی کیفیت سے لطف لے رہا تھا۔
"کچھ پریشان لگ رہی ہیں آپ..... آپ کے پرستان میں آج کل لوڈشیڈنگ چل رہی ہے کیا؟" وہ مسکرایا یقیناً وہ ایک اچھی حسِ مزاح رکھتا تھا مگر وہ محظوظ نہیں ہوسکی تھی۔
"میرے پرستان کے اپنے مسائل ہیں' جو آپ کی دنیا کی لوڈشیڈنگ سے یقیناً بڑھ کر ہیں۔" پارسا نے اسے مطلع کیا۔
"اوہ!" عدن بیگ نے ہونٹ سکوڑے۔ "اس سے بڑھ کر بھی کوئی مسائل ہیں کیا؟ مجھے لگا یہی مسائل سب سے بڑے ہیں۔ ویسے آپ کے پرستان میں لوڈشیڈنگ تو یقیناً نہیں ہوتی ہوگی نا!" وہ چھیڑ رہا تھا اور اس میں یقیناً اسے لطف بھی آرہا تھا۔
"نہیں وہاں لوڈشیڈنگ نہیں ہوتی۔ ہم نے کچھ ترقی یافتہ ملکوں سے بجلی گھر لے رکھے ہیں۔ وہاں لوگ احتجاج کرنے سڑکوں پر نہیں آتے' نا صنعتیں بند ہوتی ہیں نا سرمایہ دار روتے ہیں۔ وہاں کے رہائشی چین کی نیند سوتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔
"زبردست! بڑی مزیدار جگہ لگ رہی ہے' آپ کا پرستان ہے کہاں؟ دنیا کے کس خطے پر..... اتنا کچھ ہے تو وہاں فسادی سیاست دان تو یقیناً نہیں ہوں گے نا؟" وہ مسکرایا۔ وہ ہنس دی تھی۔ وہ جیسے یہی چاہ رہا تھا' اسے ہنستا دیکھنے لگا تھا۔
"آپ کی دنیا شان دار ہے' کیا مجھے وہاں کا ویزا مل سکتا ہے؟"
"نہیں!" اس نے سر نفی میں ہلایا۔
"ارے! ایسا کیوں..... کیا میں اہل نہیں؟ اچھا دکھائی دیتا ہوں' کما بھی ٹھیک ٹھاک لیتا ہوں' کوئی ایسی بُری عادت بھی نہیں' دل کا بھی اچھا ہوں پھر کیوں نہیں؟" وہ افسردہ ہونے کی اداکاری کررہا تھا۔ وہ مسکرادی تھی۔
"پرستان میں صرف پرستان کے لوگ جاسکتے ہیں' باہر کے نہیں....." پارسا نے مطلع کیا تھا اور اسے ڈھارس بندھاتی ہوئی بولی تھی۔ "سوری.....!"
"اوہ! یہ تو ٹھیک نہیں تو پھر کیا کریں؟ آپ کو فانی دنیا میں لانے کی اجازت ہے؟" وہ پُرخیال انداز میں سوچتے ہوئے بولا تھا۔ وہ خاموش ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی پھر آہستگی سے سر انکار میں ہلا دیا تھا۔
"آپ کی دنیا میں مسائل بہت زیادہ ہیں۔ گزارا ہو نہیں پائے گا۔" اسے اداس دیکھ کر مناسب طریقے سے انکار کیا تھا۔
"بات مسائل کی ہے تو حل ڈھونڈ لیں گے۔ لوڈشیڈنگ سے خوف زدہ ہیں تو ہم جنریٹر کا بندوبست کروالیں گے۔" وہ کچھ ایسے مسکین انداز سے بولا کہ وہ مسکرادی تھی۔
"بات صرف جنریٹر کا بندوبست کرنے سے ختم نہیں ہوگی۔" وہ انکاری تھی۔

"تو پھر.....؟" وہ جاننے پر بضد ہوا تھا۔ "تو بات کیوں نہیں بن سکتی؟"
"اس کا پتا تو مجھے نہیں ہے۔" وہ اس کی نظروں میں موجود رنگوں کو دیکھ کر نگاہ ہٹانے پر مجبور ہوگئی تھی۔ اب اتنی ناسمجھ تو نہیں تھی کہ اس کی ذومعنی باتوں کا مفہوم نہ سمجھتی اور نہ جان پاتی کہ اس کا مدعا کیا ہے۔ وہ یقیناً جانتی تھی۔ تبھی تو مسلسل انکار کررہی تھی۔
"اچھا سنو! ایک بات ہے۔" وہ اس کے چہرے اور پلکوں کی لرزش کو جیسے بغور جانچتے ہوئے بولا۔
"کیا؟" وہ بنا اس کی جانب دیکھے بولی۔
"میری طرف دیکھو! جیسے کوئی حکم صادر ہوا تھا..... پارسا چوہدری کا سارا اعتماد جیسے سر پر پاؤں رکھ کر کہیں بھاگ گیا تھا۔ کیا تھا ایسا کہ وہ اس شخص سے کنی کترا کر نکل جاتی تھی اور اس کے سوالوں کا جواب نہیں دے پاتی تھی اور جب وہ اسے دیکھ رہا تھا تو وہ فرار کی راہیں تلاشنے لگتی تھی۔
"پارسا!" اس کے عمل نہ کرنے پر وہ دوبارہ بولا اور تب پارسا چوہدری نے جیسے ہمت کرکے نگاہ اٹھائی اور عدن بیگ کی سمت دیکھا تھا۔
"میرے پاس کسی سوال کا کوئی جواب نہیں ہے عدن بیگ! تم اچھے دوست ہو اور اچھے انسان بھی مگر.....! میں بہت سے سوالوں کے جواب ڈھونڈ نہیں پاتی اور الجھ جاتی ہوں۔" اس کے کچھ بھی کہنے سے قبل وہ اٹھ کر تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ عدن کی نظریں اس کا تعاقب کرتی رہ گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁

"عجیب لڑکی ہو تم مجھے بتایا تک نہیں اور اجنبی لوگوں کی طرح بس رسم نبھانے کو کارڈ بھجوادیا۔ کوئی طریقہ ہے یہ.....؟ کیا کھچڑی پکا رہی ہو تم آج کل.....؟" انابیتا کو جیسے ہی کارڈ موصول ہوا تھا وہ اس کے پاس پہنچ گئی۔
"انابیتا ملک! جانتی ہو' مجھے یہ معاملہ عشق کا لگتا ہے۔"
"کیا؟" انابیتا بیگ کے کہنے پر اسے جیسے چار سو چالیس والٹ کے کرنٹ نے چھوا تھا۔ "دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا' کیسا عشق؟ پیپر پر سائن تمہارے سامنے کیے تھے نا! پھر عشق کہاں سے ہوگیا؟ دعوت نامہ میری اطلاع میں نہیں کہ کب اور کون پہنچا رہا ہے۔ یہ سب ایشاع سنبھال رہی ہے۔" انائیا ملک نے کہا تھا۔
"تمہاری شادی کی ساری رسمیں ہورہی ہیں اور تم ہی بے خبر ہو؟"
"نہیں۔" وہ سر جھکا کر بولی۔
"تمہیں علم ہے نا!" انابیتا نے اس کی کلاس لی تھی۔
"ہاں! مگر....."
"اگر مگر کیا.....؟" انابیتا نے گھورا۔
"انابیتا تم بھی نا! میں پہلے ہی پریشان ہوں اور تم اور....."
"کیا اور.....؟" انابیتا نے گھورا تھا۔ "شادی کروا رہی ہو' رسمیں ادا ہورہی ہیں۔ اپنے تمہارے رشتے داروں کو دعوت نامے بانٹے جارہے ہیں۔ تم خوش ہو..... اور کیا چاہیے؟" انابیتا نے اسے کشن کھینچ کر مارا تھا۔ اس کے پاس جیسے غصہ نکالنے کا ہی ایک راستہ تھا۔ مگر وہ کشن بہت اطمینان سے کیچ کرکے اسے بے بسی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

سے دیکھنے لگی تھی۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا! تمہیں لگتا ہے میں خوش ہوں اور اس شادی کو بہت انجوائے کررہی ہوں؟" انائیا ملک نے منہ بسور کر اس کی طرف دیکھا۔

"بس...... بس اب منہ بگاڑ کر میرا دل نرم کرنے کی کوشش مت کرو۔ سارے ڈرامے میں سمجھتی ہوں۔" وہ کچھ سننے کو تیار نہیں تھی۔

"کیا ڈرامے ہیں؟ یہ شادی کی رسموں کے ساتھ باقاعدہ کرنا۔ میرا منصوبہ یقیناً نہیں ہے۔ نا ان محترم کو بندوقوں کے سائے میں شادی کے پیپرز سائن کرنے کا مشورہ میں نے دیا تھا۔ وہ پیدائشی ایڈونچر پسند ہیں تو اس میں میرا قصور کیا ہے؟ بیٹے نے نکاح کیا' ماں باپ یہاں اس گھر میں اٹھالائے' نند آئی تو باقاعدہ استقبالیہ کا آئیڈیا دے ڈالا۔ اب بتاؤ' میں اس میں کہاں ہوں؟ تمہیں میرا یہ ڈراما لگتا ہے یا ان سب کا......؟" کسی اپنے کو پاس دیکھ کر اس کی آواز روہانسی ہوگئی تھی۔ انابیتا بیگ کو اپنی پیاری سی بہن پر جیسے ترس آ گیا تھا۔ اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی اور ساتھ لگالیا۔

"انائیا ملک! میں زیادہ تو نہیں جانتی مگر سنا ہے کہ جو ہوتا ہے اس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے' ہوسکتا ہے آسمانوں میں تمہارا جوڑا اس طرح اس بندے کے ساتھ جوڑا گیا ہو' تبھی تو یہ رشتہ زمین پر بنا۔ سو یہ سوچنا فضول ہے کہ کیا اور کیسے ہوا...... سوچنا یہ اہم ہے کہ اس سب کو لے کر اب آگے کیا ہونا چاہیے۔ خوشیوں پر حق تمہارا بھی ہے انائیا! تم مجھے بہت عزیز ہو' سو میرا چاہنا صرف یہی ہے کہ تم بہت خوش رہو۔ اتنا سوچا مت کرو کیونکہ بعض اوقات بہت سوچنا' بہت الجھا بھی دیتا ہے۔ جب بات خوشیوں کی آئی تو دماغ کو ذرا آرام دینا چاہیے۔" انابیتا بیگ نے اس کی پشت کو تھپک کر اس کی ڈھارس بندھائی تھی۔ "اور میں بھی خفا کب ہوں؟ مجھے تو اچھا ہی لگے گا اگر تیری زندگی میں کچھ اچھا ہوتا ہے تو...... میں نے تو بہت دنوں سے تجھے دیکھا نہیں تھا' بس ساری ناراضگی اس بات کی تھی تبھی جیسے ہی کارڈ ہاتھ لگا سیدھا تیرے گھر کی راہ لی...... لیکن سن تجھے نہیں لگتا تو بھی کچھ بے وفا ہوگئی ہے؟ جب سے سسرال آئی ہے بس یہیں کی ہوکر رہ گئی ہے۔ ممی' پاپا' دادا' پھوپو زائرہ اور عدن بھائی ہم سب تجھے کتنا یاد کرتے ہیں' تجھے تو اس کی بھی پروا نہیں رہی' تبھی تو لڑنے آئی ہوں۔ بہت سا جھگڑا کرنا باقی ہے' بس تُو یہ آنسو پونچھ لے تو پھر سے آغاز کروں گی۔" انابیتا بیگ نے اس کی آنکھوں کو ہاتھ سے پونچھا تھا اور اسے منہ پھلا کر گھورا تو وہ مسکرادی۔

"میں کسی کو بھولی نہیں انا! بس سب سے بھاگتی رہتی ہوں شاید یہ فرار مجھے اس لیے درکار ہے کہ میں نہیں چاہتی مجھے لے کر کوئی پریشان ہو یا دل بُرا کرے۔" انائیا ملک نے جواز دیا۔

"تجھے کس نے کہا کہ ہم تیری وجہ سے یا تیرے سامنے آنے سے پریشان ہوتے ہیں؟ پاگل ہوگئی ہے تو......؟ کچھ بھی سوچ لیتی ہے۔ اچھا سن تیرے "وہ" کہاں ہیں؟" انابیتا بیگ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا......" وہ سر جھکا کر لاتعلقی سے بولی۔

"ویسے اصولاً مایوں کی رسم میکے میں ہونا چاہیے۔ لڑکی کے اپنے گھر میں...... ہے نا!" انابیتا بیگ نے نکتہ اٹھایا۔

"مجھے نہیں معلوم...... یہ سب تو تم لوگوں کو طے کرنا چاہیے تھا۔"

"ہمیں موقع کس نے دیا؟ تمہاری نند یہ کارڈ تھما آئی تب خبر ہوئی۔ اچھا سنو' تم مایوں پر دھپہ کیسے مارنے والی ہو؟" انابیتا نے دریافت کیا تھا۔

"تم کہو اور اگر تمہیں جلدی ہو تمہیں ماردوں؟" انائیا ملک پہلی بار ہلکے پھلکے انداز میں مسکرائی تھی۔ انابیتا اسے گھورنے لگی تھی۔

"میرا شادی کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں ہے۔ تمہاری طرح تو شادی بالکل نہیں کرنی۔ بڑے اطمینان سے کروں گی وہ بھی تب جب کوئی میری پسند کا ملے گا۔" انابیتا بیگ نے کہا۔

"تجھے کس نے کہا کہ دھپہ مارنے سے ہی شادی ہوتی ہے؟ میں نے کوئی شادی پہلے اٹینڈ نہیں کی تھی پھر اچانک میری شادی کیسے سر پر آن پڑی؟" انائیا ملک نے کہا۔

"ہاں یہ بھی ہے...... مگر جو بھی ہو' ابھی شادی نہیں......"

"کیوں تجھے کوئی پسند نہیں؟" انائیا ملک نے کریدا تھا۔ نگاہ میں کوئی چہرہ چھم سے آیا تھا اور اس نے فوراً سر نفی میں ہلادیا تھا۔

"نہیں!" اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے تھے۔

"تم نے کسی کے بارے میں سوچا جو لب یوں سختی سے بھینچ لیے؟" انائیا ملک نے جیسے اسے بھانپ لیا تھا۔ انابیتا بیگ نے سر انکار میں ہلادیا۔

"پکا؟" انائیا ملک نے چھیڑا۔

"ہاں بابا!" وہ کہہ کر چائے پینے لگی۔

"اچھا ٹھیک ہے پھر ہم تمہارے لیے کوئی اچھا سا لڑکا ڈھونڈتے ہیں۔" انائیا ملک نے چھیڑا تو وہ اسے گھورنے لگی۔

"یہ میرا ذکر بیچ میں کہاں سے آ گیا؟ مجھے فی الحال معاف رکھو۔ تم اپنی شادی کا بتاؤ۔ جیولری کی شاپنگ ہوگئی...... دکھاؤ کیسے ڈیزائن ہیں؟" انابیتا بیگ بولی۔ انائیا ملک نے جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب معارج تغلق کی آواز آئی تھی۔

"یوں تو بہت سی خاندانی جیولری پہلے سے ممی نے اپنی پیاری بہو کے لیے سنبھال رکھی ہے مگر باقی کی شاپنگ کا وقت آپ کی بہن کے پاس تھا نہیں۔ ہم نے کئی بار عرضی دی مگر منظور نہیں ہوئی۔ کچھ ٹیڑھی کھیر ہیں آپ کی بہن۔" معارج تغلق کے کہنے پر جہاں انائیا متوجہ ہوئی تھی' وہیں انابیتا بیگ مسکرادی تھی۔

"معارج بھائی! میری بہن پر کوئی الزام مت لگایئے۔ بہت اچھی ہے یہ...... قصور یقیناً آپ کا ہی ہوگا۔"

"ہاں' آپ کی بہن تو چوزی ہیں انہیں کہاں کچھ معلوم ہے۔ ٹھیک کہا آپ نے...... تو پھر سارا الزام ہمارے سر آ گیا؟" وہ انائیا کی جانب دیکھتے ہوئے محظوظ ہوا۔ "بتاؤ انہیں مسز تغلق! قصوروار کون ہے؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں شرارت تھی اور انداز محظوظ ہونے والا تھا۔ انائیا ملک جانتی تھی وہ صرف دکھاوے کو اچھا بننے کی کوشش کررہا ہے' سو ایک اکتاہٹ سی اس کے چہرے پر صاف دکھائی دی تھی۔

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

''لگتا ہے آپ خیال نہیں رکھتے ہماری انائیا کا.....'' انابیتا نے انائیا کے گرد بازو پھیلایا تھا۔

''خیال رکھنا تو چاہتا ہوں مگر یہ رکھنے نہیں دیتیں۔ غلطی تو ساری ان کی ہوئی نا! ویسے آپ اپنی بہن سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ پہلے کہاں تھیں آپ؟'' اس کا انداز شرارت سے بھرپور تھا اور انابیتا ملک نے اسے گھورا تھا۔

''معارج بھائی! خبردار جو آپ نے ایسی کچھ بات سوچی.....؟'' باقاعدہ دھمکی دی تھی مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

''کیا حرج ہے یار! سالی بھی تو آدھی گھر والی ہوتی ہے؟'' کہتے ہوئے انائیا ملک کو دیکھا تھا۔ اس کا مزاج رشتوں کو لے کر ایسا فطری ہوگا وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ اس کے مزاج سے جیسے یکسر بے خبر تھی۔ ایک روبوٹ جیسا بندہ کہیں غائب تھا اور وہ معارج تغلق جیسے کوئی اور تھا۔ چھیڑ چھاڑ کرنا' مسکرانا۔ یہ بندہ کتنے چہرے رکھتا تھا؟

''آپ کو شرم آنی چاہیے معارج بھائی! ایسی بات کہتے ہوئے بھی.....'' انابیتا بیگ اسے آڑھے ہاتھوں لے رہی تھی مگر وہ مسکرا دیا تھا۔

''تمہیں کس نے کہا کہ میں مذاق کر رہا ہوں.....؟ اگر مجھے انائیا سے پہلے تم نظر آ جاتیں تو بندوق کے زور پر تمہیں ہی اٹھا لاتا۔ مسز تغلق جیسی خراٹے' جلے کٹے مزاج والی بیوی تو نہ ہوتی نا!'' وہ جیسے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔ مگر اس بار انابیتا بیگ مسکرا دی تھی۔

''شکر کریں معارج بھائی! دنیا کی بہترین لڑکی ملی ہے آپ کو.....''

''ہاں ہاں دنیا کی انوکھی روح! جسے دیکھ کر صرف صبر کیا جا سکتا ہے شاید یہ اپنی جگہ شکر کر رہی ہوں۔ اگر دیکھا جائے تو ہم دونوں اپنی اپنی جگہ جنتی ہیں۔'' معارج تغلق نے ایک سرد آہ بھری۔ انابیتا بیگ مسکرا دی۔

''انائیا ملک! دیکھو کتنے شکوے ہیں تمہارے شوہر کو تم سے.....'' خیال رکھا کرو' اگر کہیں اور نکل گئے تو.....؟'' انابیتا بیگ نے ڈرایا تھا۔

''بے فکر رہو' موصوف خاصے مستقل مزاج ہیں اور قوت برداشت بھی اچھی ہے۔ کہیں جانے والے نہیں یہ۔'' انائیا ملک کو جیسے یقین تھا۔

''بڑے دل گردے والے ہو معارج بھائی! اب یقین ہو گیا۔'' انابیتا بیگ مسکرائی۔

''اب کیا ہو سکتا ہے' گلے پڑا ڈھول تو بجانا پڑتا ہے نا! سوائے صبر کے کوئی راستہ ہے نا چارہ..... صرف ایک خوش کن سوچ پر جیا جا سکتا ہے کہ جنت میں حوریں ملیں گی پھر شاید سارا ازالہ ہو جائے۔'' وہ سرد آہ بھر کر بولا تو انابیتا بیگ ہنس دی۔

''معارج بھائی! بُری بات۔ میری بہن اتنی بُری تو نہیں؟'' انابیتا نے اسے ساتھ لگایا۔

''یہی تو قلق ہے۔'' وہ انائیا ملک کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''ایک کام کرو۔ اپنی بہن کو اپنی صحبت میں رکھو' شادی ہونے تک..... شاید کوئی اثر ہو جائے اور ان کا مزاج بھی تمہارے جیسا ہو جائے۔'' معارج تغلق نے مشورہ دیا۔

''ٹھیک ہے! میں انہیں لے جاتی ہوں۔ اب آپ گھوڑے پر بیٹھ کر ہی لینے آئیے گا۔ اس سے پہلے کوئی ملاقات کا سلسلہ نہیں۔ آئی بات سمجھ میں۔'' انابیتا بیگ نے دھمکایا۔

''ارے میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم چاہو تو تم بھی یہیں قیام کر سکتی ہوں۔ انائیا کو بھی کمپنی مل جائے گی اور

مجھے بھی اچھا لگے گا۔ لے کر جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' معارج تغلق کا فوراً مزاج بدلا تھا۔ انابیتا بیگ مسکرا دی تھی۔

''معارج بھائی! ایک بات تو صاف دکھتی ہے کہ آپ انائیا ملک کو خود سے دور کرنا نہیں چاہتے۔ چاہے وہ کچھ دنوں کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔''

''ہاں! یہی نہیں چاہتا میں..... نظر رکھنا چاہتا ہوں نا اس پر..... دور چلی گئی تو یہ ممکن نہیں رہے گا نا!'' وہ انائیا ملک کو بغور دیکھتے ہوئے مسکرایا۔

''اوہ ہو..... اتنی محبت؟'' انابیتا نے چھیڑا۔

''محبت یا کچھ اور..... جو بھی..... مگر انائیا ملک کو میری نظروں کے سامنے ہی رہنا ہے۔'' وہ کسی ضمن میں کہہ رہا تھا' تیور کیا تھے؟ انداز کس بات کی غمازی کر رہا تھا' وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''ویسے اصولاً رسموں کے لیے انائیا ملک کو اپنے میکے میں ہونا چاہیے معارج بھائی!'' انابیتا بیگ نے نکتہ اٹھایا۔

''تو ٹھیک ہے تم سب یہیں آ جاؤ نا!'' وہ مشورے دیتے ہوئے مسکرایا۔

''توبہ ہے معارج بھائی! آپ سمجھتے نا..... کوئی میکے والے بیٹی کے سسرال میں آ کر بیٹھتے ہیں؟ ہر بات کا کوئی اصول ہوتا ہے' طریقہ ہوتا ہے۔'' انابیتا بولی۔

''ہوتا ہوگا' مگر یہ ہماری شادی ہے۔ سو قاعدے قانون ہم طے کریں گے پھر مسز تغلق کو بھی تو کوئی اعتراض نہیں۔ کیوں مسز انائیا تغلق!'' وہ اس پر نظر جما کر دیکھنے لگا۔ انائیا ملک کچھ نہیں بولی تھی' بس خاموشی سے اسے دیکھا تھا۔

''مگر روپ کیسے آئے گا؟ اگر انائیا آپ کی نظروں کے سامنے دن رات رہے گی تو شادی والا مخصوص دلہنوں والا انداز نہیں ہوگا۔'' انابیتا بولی تھی۔

''اس کی ضرورت نہیں۔ تمہاری بہن بقول تمہارے دنیا کی بہترین لڑکی ہے۔ اسے بناوٹی روپ سروپ کی ضرورت نہیں۔ ان کا حسن بناوٹوں کا محتاج نہیں۔ ماشاءاللہ چہرہ یونہی گلال گلال ہے۔ اب چاہے وہ جلن سے ہو یا غصہ سے!'' معارج تغلق نے کہا تھا اور انابیتا بیگ مسکرائے بنا نہ رہ سکی۔

''آپ کا بھی جواب نہیں معارج بھائی! اب یقین ہو گیا کہ جوڑے آسمانوں پر بھی کہیں بنتے ہیں۔ کیا ڈھونڈ کر جوڑی بنائی ہے خدا نے..... ایک سیر تو دو جا سوا سیر۔'' انابیتا بیگ کو یقین کرنا پڑا تھا۔ معارج تغلق مسکرا دیا تھا۔

''اب اگر آپ کو یقین ہو گیا ہو تو اپنی بہن کو بھی سمجھا دیں۔ انہیں جو مجھ سے منوں کے حساب سے شکایتیں ہیں شاید وہ دور ہو سکیں۔'' نگاہ انائیا ملک کے چہرے پر گڑ گئی تھی۔ وہ اس کی سمت سے دانستہ نگاہ پھیر گئی تھی۔

''بس بس معارج بھائی! اب میری بہن کو تنگ نہ کریں۔ دیکھیں پہلے ہی چہرہ کیسا اترا ہوا سا ہے۔'' انابیتا نے درخواست کی۔

''ابھی کہاں تنگ کیا ہے' ابھی تو کئی حساب بے باق کرنے باقی ہیں۔'' اس کی نظریں انائیا ملک کے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

چہرے پر گڑی تھیں۔ اناثیا ملک اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

⌘......⌘

"تجھے جوڑا پسند آیا؟" وہ کلاس سے نکلی تھی جب یلماز کمال اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں نظر آئی تھی۔

"میں نے دیکھا نہیں۔" پارسا نے لاتعلقی سے جواب دیا۔

"اوہ......!" یلماز کمال نے ہونٹ سکوڑے۔ "خفا تو ایسے ہوتی ہے جیسے ناز نخرے اٹھوانے کا بڑا ارمان ہو؟" وہ اس کے چہرے کو بغور جانچتا ہوا بولا۔

"تمہیں کیا کہ میں وہ جوڑا دیکھوں یا نہ دیکھوں؟ یہ تمہارا مسئلہ تو نہیں ہے نا!" وہ سخت لہجے میں بولی۔

"اگر پوچھ لیا تو کیا غضب ہو گیا؟ تم ہمیشہ گنوار پینڈو ہی رہو گی گلابو! تم میں تہذیب نہیں ہے۔ اگر تم تک کوئی تحفہ پہنچایا گیا ہے تو اس کی تعریف کر دینے میں کیا حرج ہے؟"

"مگر تم تو یوں کہہ رہے ہو جیسے وہ تحفہ تم نے خرید کر دیا ہو؟" وہ بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"تم چاہتی ہو تمہارے لیے گفٹ خریدوں' بڑی خواہش ہے تمہاری......؟" وہ جلتی پر تیل چھڑکنے والے انداز میں بولا۔ پارسا چوہدری نے اسے گھورا تھا۔ "گلابو! بڑے قاتلانہ تیور ہیں تیرے......نظروں سے مار دینا چاہتی ہے کیا؟"

کیا وہ اسے چھیڑ رہا تھا...... اسے اکسا رہا تھا کہ وہ اس سے الجھے...... وہ شخص کیا تھا...... آوارہ مزاج' بدنام زمانہ' جسے لوگ بہت ناپسندیدہ قرار دیتے تھے اور لڑکیاں تو اس کے قریب آنے کا نام بھی نہیں لیتی تھیں۔ ایسے میں وہ اگر اس کے قریب آئی تھی تو کیوں...... جب کہ وہ جانتی تھی وہ بدتمیز تھا' آوارہ مزاج تھا اور بدنام زمانہ تھا۔ کئی اسکینڈلز مشہور تھا اس کے......

"تم مجھ سے ایسے بات مت کیا کرو۔" پارسا چوہدری لاتعلق انداز میں بوی۔

"کیسے؟" وہ چونکا۔

"جیسے تم کرتے ہو۔" وہ اکتا کر بولی۔

"کیسے کرتا ہوں؟" وہ اکسانے والے انداز میں گویا ہوا۔

"دیکھو مجھے ڈرامے بازی پسند نہیں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"اور ڈرامے کرتا کون ہے؟" وہ الٹا اسے آڑے ہاتھوں لینے لگا۔

"میں تم سے کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتی۔" وہ جیسے قصہ ختم کرنا چاہتی ہو۔

"اور مدعا یہ ہے کہ ہر بات پر تم ہی الجھتی ہو۔" وہ جیسے اسے ایک پل میں مات دیتا ہوا بولا۔

"مجھے تم سے الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ لاتعلقی سے بنا اس کی سمت دیکھے بولی تھی۔

"تم جانتی ہو اس کیمپس میں تم واحد "اچھی لڑکی" ہو جو میرے اردگرد موجود رہتی ہے' وہ بھی خاصی کثرت کے ساتھ...... گاہے بگاہے...... دانستہ یا نادانستہ یا پھر حیلے بہانے سے......" وہ مسکرایا تھا۔

"معاف کرنا! مجھے تمہارے آس پاس رہنے کے لیے حیلوں بہانوں کی ضرورت نہیں۔" وہ فوراً بولی تھی۔

Digitized by Google

علم مومن کی میراث ہے یہ جہاں سے ملے اسے حاصل کرو (حدیث)

تشنگان علم کیلئے محترم مشتاق احمد قریشی کی
جانب سے ایک اور تحفہ قرآن آسان تحریک کے تحت

اللہ کون ہے اور کیوں ہے جانیے اور سمجھیے صرف کلام اللہ کی روشنی میں
بقول ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر یہ کتاب بطور خاص
ان لوگوں کیلئے ہے جو عصری تعلیم کے دلدادہ اور سائنسی ترقی کی چمک سے
چندھیائے ہوئے اور اللہ کی صفت خالقیت مالکیت اور رزاقیت سے ناآشنا
بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہی منکر ہیں

اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنوی روڈ لاہور۔ فون: 042-37116257
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400 فون: 021-35620771/2

''یعنی مانتی ہوتم......؟'' وہ جیسے یہی ثابت کرنا چاہتا تھا اور اسے اپنی حماقت کا اندازہ ہوا تھا کہ جلدی میں وہ کسی قدر غلط کہہ گئی تھی تبھی وضاحت دیتی ہوئی بولی۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ میرا مطلب تھا تم جیسے بندے کے پاس آنے کے لیے مجھے حیلوں بہانوں کی قطعاً ضرورت نہیں...... اپنی شہرت تم جانتے ہو۔''

''ہاں جانتا ہوں تبھی تو کہا تم وہ واحد لڑکی ہو جو میرے پاس آنا چاہتی ہے۔''

''میں تمہیں کسی غلط فہمی سے نکالنے کی کوشش نہیں کرنا چاہتی کیونکہ جانتی ہوں کہ یہ کوشش بے کار ہوگی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

''گلابو! تمہاری یہ عادت اچھی لگتی ہے۔ نہ ہار ماننے والا انداز بہت بھاتا ہے مگر تم سے مزاج میل نہیں کھاتا' بس یہی بات اچھی نہیں۔'' وہ جیسے افسوس کرتا ہوا بولا۔

''ایک بات تمہیں سمجھ لینا چاہیے یلماز کمال! کہ ہم میں کچھ بھی میل نہیں کھاتا اور......؟''

''اور اس کے باوجود ہم ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں اور ہر بار تم کچی ڈور سے بندھی کھنچی چلی آتی ہو۔'' وہ اسے مات دینے کے درپے تھا۔ اس کے لبوں کی مسکراہٹ اسے چڑا رہی تھی۔

''تم جیسے بندے سے بات کرنا فضول ہے اور قریب کون آتا ہے' یہ تم اچھے طریقے سے جانتے ہو' میرا راستہ روکے کون کھڑا ہے' یہ واضح ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے بولی۔

''اوہ! اس کا اندازہ مجھے ہوا نہیں دراصل......'' وہ بات جیسے مذاق میں اڑاتے ہوئے بولا۔ ''چلو کیا ہو سکتا ہے ہم تو یوں بھی بدنام ہیں۔'' اس نے کہتے ہوئے پارسا چوہدری کے لیے راستہ چھوڑا تو وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

⌘......⌘

وہ جیولری کی ایک بڑے شوروم میں اس کے ساتھ تھی۔ جیولر انہیں بہت سے جدید ڈیزائن والی جیولری دکھا رہا تھا مگر انائیا ملک کی توجہ اس سب پر نہیں تھی۔

''میڈم! آپ یہ دیکھیں' یہ آپ کو ضرور پسند آئے گا۔'' سیلز بوائے نے ایک قیمتی سیٹ نکال کر اس کے سامنے رکھا تھا۔ انائیا ملک نے خالی خالی نظروں سے دیکھا تھا۔ تبھی معارج تغلق نے وہ سیٹ سیلز بوائے کے ہاتھ سے لیا اور اس کی توجہ پانے کو سیٹ اس کے سامنے کیا تھا۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' بظاہر مسکراتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا مگر درپردہ وہ اسے جتانا چاہتا تھا کہ وہ جگہ کا اندازہ کرے کہ وہ اس لمحہ کہاں کھڑی ہے۔ ''مسز تغلق! یہ سیٹ آپ کی توجہ چاہتا ہے۔ دیکھیے آپ کو پسند ہے؟'' معارج تغلق نے سیٹ آگے کیا تھا۔ وہ بے دلی سے دیکھنے لگی تھی۔

''آپ کا دماغ کہاں ہے؟'' وہ اس کے کھوئے کھوئے انداز پر دریافت کر رہا تھا۔ انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ معارج تغلق نے اس بیش قیمت نیکلس کو ہاتھ میں لیا تھا اور پھر اس کے پیچھے رُک کر نیکلس اس کی گردن میں رکھا تھا اور آئینے میں اسے دیکھا تھا۔

''دیکھیے کیسا لگ رہا ہے؟'' انائیا ملک خود کو بے دلی سے دیکھنے لگی تھی۔ معارج تغلق نے جھمکے اس کے کانوں میں پہنائے تھے اور اس کے چہرے کو اپنی طرف موڑ کر ناقدانہ نظروں سے دیکھا تھا۔

Digitized by Google

''کچھ خاص بُرا نہیں لگ رہا نا!'' جس طرح بے دلی کا وہ مظاہرہ کر رہا تھا اس پر غالباً یہ اس کا طنز تھا۔

''مجھے نہیں پتا!'' وہ جیسے خود کلامی میں بولی تھی۔ آواز اتنی تھی کہ معارج تغلق کو قریب کھڑے ہونے کے باوجود سنائی نہیں دی تھی یا پھر وہ سنتے ہوئے نظر انداز کر گیا تھا اور اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر اسے کنگن پہنانے لگا تھا۔ اس کی گرفت اس کی کلائی پر کچھ سخت تھی۔ کیا وہ اس پر خفا تھا اور اپنے اندر کی کیفیت اس کو دبانا چاہ رہا تھا؟

اس کی انگلیاں انائیا ملک کی کلائی میں جیسے کھب رہی تھیں۔ کنگن پہنانے کا انداز انوکھا تھا۔ اسے درد ہو رہا تھا اس نے نگاہ اٹھا کر معارج تغلق کی سمت دیکھا تھا' اس کی آنکھیں پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ معارج تغلق کو اس لمحہ اس طرح اس شوروم کے اندر کوئی تماشا بنانا مقصود نہیں تھا' تبھی نیکلس ٹھیک کرنے کے بہانے جھک کر اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔

''خود پر کنٹرول رکھیں مسز تغلق! جگہ ایسے رویے کے لیے مناسب نہیں۔'' وہ اپنے اندر ان نمکین پانیوں کو جذب کرنے لگی تھی۔ معارج تغلق نے اسے آئینے کی سمت گھما دیا تھا۔

''دیکھو کیسا لگ رہا ہے؟'' انائیا ملک نے خود کو آئینے میں دیکھا تھا۔ انداز بے دلی لیے ہوئے تھا۔ ''آپ کو پسند ہے؟''

''سر یہ مایوں کا دوپٹا اوڑھ کر دیکھیں۔ اس کے ساتھ مناسب لگے گا۔'' اس کی ڈیزائنر ساتھ آئی تھی۔ بروقت مشورہ دیا تھا۔ معارج تغلق نے اس کے ہاتھ سے دوپٹا لے کر اس کے سر پر اوڑھا دیا تھا اور اس کی پشت پر کھڑے ہو کر اسے آئینے میں بغور دیکھا تھا۔

''بہترین!'' انداز ستائشی تھا۔ ڈیزائنر مسکرائی تھی۔

''میڈم اچھی لگ رہی ہیں سر! یہ مناسب رہے گا۔''

''میڈم کی مرضی بھی تو ضروری ہے۔ کیوں میڈم! ٹھیک ہے؟'' معارج تغلق نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔ اس نے جان چھڑانے کو سر جھکا کر گردن ہلا دی تھی۔ ڈیزائنر نے سنگیت اور شادی کے دن کے لیے ڈیزائن کیے گئے لباس دوپٹے نکال کر سامنے رکھ دیئے تھے اور معارج تغلق اس کے لیے جیولری کا چناؤ کرنے لگا تھا۔

''یہ کام لڑکیوں کے کرنے کا ہوتا ہے اور بالخصوص لڑکیاں جن کی شادی ہونے جا رہی ہو' وہ ان باتوں میں بہت دلچسپی لیتی ہیں۔'' معارج تغلق اسے مجسمہ سا بنا دیکھ کر بولا تھا۔ مگر انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ شادی کے دن والا سرخ رنگ بھاری آنچل اس کے سر ڈالے اسے ناقدانہ نظروں سے ایک بے حد قیمتی جیولری سیٹ میں دیکھ رہا تھا' تبھی وہ بولی تھی۔

''میرا دم گھٹ رہا ہے۔ کیا ہم یہ سب کل کر سکتے ہیں۔'' وہ اس کی جانب دیکھے بنا بولی۔ معارج تغلق نے اسے دیکھا تھا۔ اس کا چہرہ زرد رنگ ہو رہا تھا۔

''سر! میڈم کو پانی دیں۔'' سیلز بوائے نے پانی کی بوتل ان کی طرف بڑھائی تھی۔

''نہیں' اس کی ضرورت نہیں۔'' انائیا نے منع کر دیا۔

"اے سی کی کولنگ بڑھائیں۔" معارج تغلق نے کہا تھا اور اس کے سر سے آنچل اُتار کر ڈیزائنر کو تھمایا تھا۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" وہ اسے اس وقت بچوں کی طرح لگ رہی تھی۔ سر جھکائے کھڑی' ضدی انداز میں کہتی۔

"ٹھیک ہے' ہم چلتے ہیں۔" معارج تغلق نے اسے بچوں کی طرح پچکارا تھا اور پلٹ کر جیولر سے مخاطب ہوا تھا۔

"جتنے سیٹ منتخب کیے ہیں انہیں پیک کروا کر گھر پہنچا دیں' باقی کی شاپنگ ہم کل کرلیں گے۔" ہدایت دے کر وہ پلٹا تھا اور اس کی جانب دیکھا تھا مگر وہ اس کی سمت متوجہ نہیں تھی۔

"چلو.....!" وہ اسے شانوں سے تھام کر چلنے لگا۔ گاڑی میں بیٹھ کر وہ فوراً بولی تھی۔

"مجھے ممی کے گھر جانا ہے' پلیز وہاں ڈراپ کردیں۔" اس نے جیسے درخواست کی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ انائیا ملک نے سر ہلا دیا تھا اور سیٹ کی پشت گاہ سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں۔ معارج تغلق سمجھ نہیں پایا تھا کہ یہ کس بات کا ردعمل تھا۔ کیا واقعی اس کی طبیعت خراب تھی..... مگر اس طرح اچانک.....!

معارج تغلق نے زیادہ سوچے بنا گھر کی سمت گاڑی موڑ دی تھی۔

❁ ❁ ❁

"سنو! اب جب کہ دو دو شادیوں کا معاملہ ہے تو یوں سر جھاڑ منہ پہاڑ مت چلی جانا۔ پارسا کے ساتھ جا کر کچھ شاپنگ کرلو۔" ممی نے اس کی کلاس لیتے ہوئے کہا تھا۔ پارسا اس کی سمت دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"لو اب تو آنٹی نے بھی تاڑ لیا۔ اب تو شاپنگ کرنا ہی پڑے گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے ممی! کرلوں گی۔ ایکسل کے بھائی کی شادی کی تو چلو خیر ہے مگر انائیا کی شادی یقیناً ایک خاص موقع ہے۔ سو میں اسے نظر انداز نہیں کرسکتی۔" انابیتا بیگ نے کہا تھا۔

"اور سنو اس کی مایوں میں اس کے پاس رہنا تاکہ یہ دھپہ تمہیں مارے۔" ممی نے ہدایت کی تھی اور پارسا نے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ کیا ماجرا ہے؟ تمہاری شادی کا ارادہ بن رہا ہے اس کا ذکر تم نے پہلے تو کبھی نہیں کیا۔" پارسا کی سمت گھورتے ہوئے انابیتا نے ممی کی سمت دیکھا تھا۔

"ممی یہ باتیں پرانے زمانوں کی ہیں۔ اس کمپیوٹر کے دور میں ایسی باتوں پر اعتقاد کرنا کچھ عجیب لگتا ہے۔" انابیتا نے میگزین اٹھا کر دیکھنا شروع کیا تھا۔

"پھر بھی تم اس کے ساتھ رہو گی۔ اگر اس کے بعد تمہاری باری آجائے تو کوئی عجیب بھی نہیں۔ دیر یا بدیر اس کا وقت تو آنا ہی ہے۔" ممی نے کہا تھا۔

"ہاں ممی! مگر دھپہ مارنے سے تھوڑی نا ہوتی ہے شادی....." انابیتا نے احتجاج کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا تھا۔ "اور آپ سب کو میری شادی کی فکر اچانک کیسے ہونے لگی؟"

"اچانک نہیں بیٹا! لڑکیوں کو ماں باپ کے گھر ہمیشہ نہیں رہنا ہوتا' یہ جتنی چاہے پیاری ہوں مگر ان چڑیوں

کو ایک دن اڑ جانا ہوتا ہے۔"

"آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں انا! تم الجھنا بند کرو اور اپنی شادی کا سوچو۔ میرا مطلب ہے انائیا کی شادی کی شاپنگ پلان کرو۔" پارسا نے اس کی ٹانگ کھینچی تھی۔ وہ گھورنے لگی تھی۔ "آنٹی آپ بس لڑکا دیکھنا شروع کردیں۔" پارسا نے شرارت سے اسے دیکھا تھا۔ انابیتا نے کشن کھینچ مارا تھا۔

"بکواس مت کرو پارسا! شادی اتنی ضروری نہیں ہے ابھی مجھے بہت کچھ کرنا ہے اور شادی میں یوں نہیں کروں گی۔"

"پھر کیسے کرو گی؟" پارسا نے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"اپنی مرضی کے بندے سے کروں گی' جس سے ذہنی مطابقت ہو' جسے میں اچھے سے جانتی ہوں اور جو مجھے سمجھتا ہو۔ شادی بہت بڑا فیصلہ ہے' عمر بھر کی بات ہے۔ محبت چاہے بعد میں ہو مگر ایک دوسرے کو جاننا بہت ضروری ہے۔ اگر وہ مجھے سمجھے گا نہیں تو گزارا کیسے کرے گا؟" انابیتا نے کہتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تھا اور اپنے پیچھے کھڑے دامیان سوری کو دیکھ کر چونک گئی تھی۔ وہ وہاں کیسے اور کس لمحے آیا تھا اسے اس کا انداز بالکل نہیں ہوا تھا۔

"آؤ بیٹا دامیان! فون تو تمہارا ایک گھنٹہ پہلے آیا تھا کہ تم راستے میں ہو اور پہنچے اب ہو؟" ممی نے اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"بس ممی! ایک کام سے نکل آیا تھا اور پھر ہمارے شہر کی ٹریفک جام سے تو آپ واقف ہیں۔" اس نے انابیتا سے نگاہ ہٹاتے ہوئے کہا تھا۔

تو آج کل وہ ممی سے رابطے میں تھا۔ اسے جان کر حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کی ممی سے اچھی بنتی تھی اور ممی خیال کرتی تھیں' وہ ایک اچھا لڑکا ہے۔ جس طرح وہ اس کے ساتھ بچن میں ہاتھ بٹا رہا تھا اور جس طرح وہ ان کی عزت کرتا تھا' وہ ان کے دل میں بیٹے جیسا مقام بنا چکا تھا اور غالباً اس سے اچھا برتاؤ کر کے ممی بیٹی کے بُرے رویے کا ازالہ بھی کرنا چاہتی تھیں یا پھر وہ گھر والوں کا تاثر بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں کہ اس گھر کے لوگوں میں تمیز تہذیب نہیں۔

"بیٹھو نا! کھڑے کیوں ہو؟" ممی نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ غالباً کچھ خاص باتیں کررہے تھے۔ میں پھر آجاؤں گا۔" اس نے انابیتا کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔

"ارے نہیں' ایسی کچھ خاص باتیں نہیں ہورہی تھیں۔ میری نند کی بیٹی کی شادی ہے سوانا سے کہہ رہی تھی کہ کچھ شاپنگ کرلے۔ تم تو جانتے ہو اسے لڑکیوں والے شوق نام کو نہیں..... ناڈھنگ سے پہننا آتا ہے نا سجنا سنورنا سر جھاڑ منہ پہاڑ کہیں بھی پہنچ جاتی ہے۔ چلو عام موقعوں کی تو خیر ہے مگر شادی بیاہ کے معاملات میں تو یہ سب نہیں چلتا نا!" ممی اس کی شکایت اس سے کررہی تھیں اور یہ بات اسے قطعاً اچھی نہیں لگی تھی۔ جس طرح وہ اس کی سمت دیکھ رہا تھا اس پر اسے کسی قدر شرمندگی ہورہی تھی۔

"انائیا کی مایوں کل ہے؟" پارسا نے دریافت کیا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

”ہاں! اوہ..... تب تو تمہیں خود ہی شاپنگ کی ضرورت ہے۔“
”ٹھیک ہے میں کرلوں گی۔“ انابیتا نے کہہ کر دھیان ہر طرف سے ہٹا کر میگزین پر جمایا تھا۔
”تم کچھ کھاؤ گے بیٹا! کیا بناؤں؟“ ممی بہت پیار سے اس سے پوچھ رہی تھیں۔ انابیتا کو اس کی موجودگی کھل رہی تھی۔
”نہیں ممی! مجھے بھوک نہیں ہے اور یوں بھی یہ کھانے کا وقت نہیں۔ ممی نے کہا تھا وہ میری پسندیدہ ڈش بنائے گی سو کھانا میں ان کے ساتھ ہی کھاؤں گی۔ یوں بھی پاپا اگلے دن جرمنی کے دورے پر جا رہے ہیں اور اس کے بعد میری آفس کی ذمہ داریاں اور بھی بڑھ جانا ہیں۔“ وہ بتا رہا تھا۔ دھیان انابیتا کی سمت نہ تھا۔
تو کیا وہ نظر انداز کر رہا تھا؟
”جب اتنی ذمے داریوں کی بات ہے تو پھر تمہیں ڈٹ کر کھانا چاہیے۔ دیکھو کیسا اتنا سا منہ نکل آیا ہے۔ تم آج کل کے بچے بھی نا۔“ ممی نے کہا تھا اور وہ مسکرا دیا تھا۔
”ممی! آپ مائیں ساری ایک جیسی ہوتی ہیں۔ بچہ چاہے کتنا ہی ہٹا کٹا اور تگڑا کیوں نہ ہو آپ کو اس کا چہرہ اترا ہوا ہی دکھائی دے گا۔“
”ہاں تو ماں کی نظر سے جو دیکھتے ہیں۔ یہ بات تم بچے تب سمجھو گے جب اپنی زندگی میں بچوں کی ذمے داریاں سنبھالو گے۔ تب پتا چلے گا بچے کیا چیز ہوتے ہیں۔ تم بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ بنا کر لاتی ہوں۔ تم لوگ باتیں کرو جب تک.......!“ ممی مسکراتی ہوئی کہہ کر کچن کی سمت بڑھ گئی تھیں۔ انابیتا اگرچہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی مگر اس کی موجودگی سے کچھ بے چین رہی تھی اور چونکہ وہ وہاں پہلے سے بیٹھی تھی سو اٹھ کر وہاں سے جانا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔
”اور سناؤ تمہارا پروجیکٹ کیسا جا رہا ہے۔ کتنا کام باقی ہے؟“ پارسا کو غالباً مناسب نہیں لگا تھا کہ اس طرح خاموش چھوڑے اور بات نہ کرے۔ یہ تہذیب کے خلاف تھا کہ وہ گھر آیا تھا۔ جو بھی تھا وہ مہمان تھا اور گھر آئے مہمان کو سب معاف ہوتا ہے اور پارسا سے یوں بھی اس کی کوئی دشمنی نہیں تھی۔
”میرے پاس وقت زیادہ نہیں ہے۔ پاپا کے کاروبار نے خاصا الجھا رکھا ہے۔ مگر کوشش کروں گا کہ جلد ختم کرلوں۔ یوں بھی آج کل یونیورسٹی اور پاپا کے آفس کے بعد مجھے ایکسل خاصا مصروف رکھتا ہے۔ ممی تو اسے میری گرل فرینڈ بلاتی ہیں۔ جو بھی فارغ ٹائم دیکھتا ہے آن دھمکتا ہے۔“ وہ بولا تو پارسا مسکرا دی تھی۔
”آنٹی صحیح بلاتی ہیں۔ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ دم چھلا بنا چپکا رہتا ہے۔“
”تبھی تو آج کل تو یوں بھی اس کے بھائی کی شادی ہے تو کرنے کے لیے کام نکل آتے ہیں۔ سو اس کی دوڑ مجھ تک۔“ وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔ جب پارسا کا موبائل بجا تھا۔
”معاف کیجیے گا۔“ وہ سہولت سے کہہ کر اٹھی تھی اور وہاں سے نکل گئی تھی۔ انابیتا بیگ کو میگزین کو کھوجتے رہنا شاید مناسب نہیں لگا تبھی ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر چینل بدلنے لگی تھی۔ دامیان سوری اسے خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔ انابیتا بیگ اسے اس طور نظر انداز کر رہی تھی جیسے وہ اس ماحول کا حصہ ہے ہی نہیں۔ یا وہ دامیان سوری کی موجودگی سے واقف ہے ہی نہیں......!

Digitized by Google

”تم شادی کر رہی ہو؟“ جانے کب اس نے سوچا تھا اور پوچھ بھی ڈالا تھا۔ انابیتا بیگ کو نہیں لگا تھا کہ وہ اس کی مخاطب ہے یا وہ اس سے پوچھ رہا ہے۔ وہ خود میں اپنی جنگ لڑنے میں اتنی مگن تھی کہ اسے پارسا کے جانے کی خبر نہیں ہوئی تھی۔
”تم نے لڑکا دیکھ لیا؟“ دوسرا سوال کسی باؤنسر کی طرح پھینکا گیا تھا۔ انابیتا بیگ نے یوں ہی ترچھی نظر سے اس کی سمت دیکھا تھا۔ وہ اس کی سمت متوجہ تھا۔ اس کی مخاطب وہی تھی یقیناً کہ کمرے میں اس وقت کوئی اور نہیں تھا۔
”ہاں۔“ اس نے بنا سوچے سمجھے ہاں کہہ دیا تھا۔ بنا اس کی سمت دیکھے۔ دامیان سوری نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔
کیا وہ اندازہ کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے یا جھوٹ؟ یا پھر اسے اس سے کوئی سروکار نہ تھا اور اس سوال کا مقصد ٹھہرے ہوئے پانی میں کنکر اچھالنا نہیں تھا۔
”تم سنجیدہ ہو؟“ وہ بولا تھا تو لہجہ بہت متوازن تھا۔
”ہاں۔“ وہ بنا اس کی جانب دیکھے بولی تھی۔
”اوہ۔“ دامیان سوری نے ہونٹ سکوڑے تھے۔
”کون ہے وہ بے چارہ۔“ وہ مسکرایا تھا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ انابیتا بیگ نے دیکھا تھا اور اسے وہ مسکراہٹ اپنا منہ چڑاتی محسوس ہوئی تھی۔ جس طرح اس نے اسے بے عزت کیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا اس میں شاید ایسی کوئی خصوصیات موجود نہیں کہ کسی لڑکے کو اپنی جانب مائل کرسکے۔ دامیان سوری کے خیال میں تو وہ للی میک سے مقابلہ کرنے کے قابل بھی نہیں تھی۔
”ہے ایک۔“ وہ سرسری انداز میں بولی تھی۔
”اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے مجھے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔ نا کسی سے مقابلہ کرنا پڑا ہے۔“ وہ اپنے اند کا غبار اس پر نکالنا چاہتی تھی۔ شاید اس کے اندر کے اس غبار کو ابھی تک کوئی راہ نہیں ملی تھی۔
”اوہ، بہت اچھے۔“ وہ متاثر ہوا تھا۔
”تو تم میں اتنی خوبیاں ہیں کہ تم کسی کو متاثر کرسکو؟“ وہ غالباً اسے چڑاتا ہوا مسکرایا تھا۔
جس طرح وہ حالت سکون میں تھی اسے کیا یہ اچھا نہیں لگ رہا تھا؟ انابیتا بیگ کے اندر ایک طوفان پل میں اٹھا تھا اور وہ اسے گھورنے لگی تھی۔
”تم اس طرح بار بار میری توہین نہیں کرسکتے۔ میں تمہیں پہلے ہی باور کروا چکی ہوں کہ مجھ سے دور رہو۔“ وہ ناپسندیدہ نظروں سے اسے دیکھتی بولی تھی۔
”ہاں، مگر میں تو تم سے دور ہی ہوں۔“ وہ بہت اطمینان سے مسکرا رہا تھا۔
وہ اس کے اندر کے سکون کو تہس نہس کر رہا تھا اور وہ بھی بہت آرام اور سکون کے ساتھ۔ انابیتا بیگ کی نظروں میں اس کے اندر کے مدوجزر کی کیفیت بھانپ جاسکتی تھی۔

''تمہارے پیٹ میں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟'' وہ جیسے کسی طوفان کی زد پر تھی۔

''میرے پیٹ میں کوئی مروڑ نہیں اٹھ رہے اور نا ہی مجھے کوئی اور تکلیف ہے۔ میں تو بس یونہی جاننا چاہ رہا تھا کہ اگر کوئی پوچھے تو کیا جواب دوں۔'' وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

''تم ایسا کرو اس خبر کو اپنے سوشل نیٹ ورک سائٹ پر لکھ دو۔ پھر شاید تمہیں بہت سے سوالوں کے جوابات دینے کی ضرورت نہ پڑے۔'' وہ تپ کر بولی تھی۔

''بہتر!'' دامیان سوری نے مودب انداز میں سر ہلا دیا تھا۔

وہ اپنے اندر کے غصے کو دباتی اٹھی تھی۔ اسے گھورا تھا اور پھر پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔ دامیان شاہ سوری اسی اطمینان سے اسے جاتا دیکھتا رہا تھا۔

☆

اس کا دل جیسے کسی بھاری بوجھ تلے دب رہا تھا۔ اسے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ ممی سے اور نانا سے مل کر بھی وہ کیفیت ختم نہیں ہوئی تھی۔ شاید بڑی سازش کا شکار ہو رہی تھی..... ! کتنے راز دبے تھے اس گھر کی دیواروں میں اور کتنے راز اس شخص کے دل میں؟ وہ اس کے قریب کیوں آیا تھا۔ جب کہ وہ اس اسٹیس کا حامل تھا کہ لڑکیاں اس کے اردگرد رہتیں اور جان و دل نثار کرتیں اور اس کے ایک اشارے پر اس انتہا پر جا کر اس نکاح نامہ پر دستخط لینا وہ بھی عین اس کی منگنی والے دن جب وہ کسی اور کے نام کی انگوٹھی پہننے جا رہی تھی..... ! دنیا کا انوکھا ترین نکاح رہا ہوگا یہ..... ! اس کی ناز برداریاں کرنا شادی کی رسمیں ادا کرنے کا پلان کرنا اور..... !

''اف خدایا۔'' اس کا سر جیسے پھٹا جا رہا تھا۔

آخر اس کمرے کی حقیقت کیا تھی؟

اسے کیوں لگ رہا تھا کہ اس کی زندگی کا اس کمرے کی زندگی سے کوئی تعلق جڑا ہے؟

''تم کیا سوچ رہی ہو؟ کچھ پریشان لگ رہی ہو تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' ممی نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''نہیں ممی! ایسا کچھ نہیں ہے۔'' وہ ان کی پریشانیوں کو مزید بڑھانا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی بولی تھی۔

''پھر..... ! جب کہ کل تمہاری مایوں ہے۔ تم اس طرح اداس کیوں ہو؟ چہرہ اترا ہوا کیوں ہے؟'' زائرہ ملک نے پوچھا۔

''آپ کی یاد آ رہی تھی ممی! بہت دنوں سے آپ کو دیکھا نہیں تھا نا!'' اس نے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

''تم خوش تو ہو نا انائیا!'' ممی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ انائیا ملک نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

میں جانتی ہوں، جن حالات میں اور جس طرح یہ شادی ہوئی اور رشتہ جڑا۔ اس کے بعد یہ پوچھنا بہت عجیب ہے کہ تم خوش ہو یا نہیں۔ مگر بیٹا! زندگی میں بہت سے حادثے کوئی خوش گوار تبدیلی بھی لا سکتے ہیں۔ اگر سوچ مثبت رکھی جائے تو کبھی کچھ غلط نہیں ہو سکتا اور اگر غلط ہو بھی جائے تو اسے درست کیا جا سکتا ہے۔'' زائرہ ملک اسے بہت پیار سے سمجھا رہی تھیں۔ جس طرح پیار سے اس کے بالوں میں آہستہ آہستہ ہاتھ پھیر رہی تھیں اس پر اسے بہت سکون مل رہا تھا۔

''ممی! میں آپ کی بیٹی ہوں۔ میں اگرچہ آپ کی طرح حالات پر کنٹرول پانا نہیں جانتی مگر میں کوشش ضرور کر سکتی ہوں، مگر مجھے ڈر لگتا ہے کبھی کچھ ٹھیک نہ ہو پایا اور میں کسی گرداب میں مزید پھنس گئی تو؟'' انائیا ملک نے ماں کے سامنے اپنے اندر کا مدعا رکھا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہوگا انائیا! مجھے یقین ہے تمہاری زندگی میں کبھی کچھ غلط نہیں ہوگا۔'' زائرہ ملک اس کی ہمت بندھانا چاہتی تھی۔

''کیوں؟ آپ کو کیوں لگتا ہے ایسا؟'' وہ بچوں کے سے انداز میں بولی تھی۔

''ماں کا دل ہے نا! ماں کا دل دور اندیش ہوتا ہے۔ آنے والی چیزوں کو بھانپ سکتا ہے اور خطرات سے نمٹنے کے لیے چوکنا بھی کر سکتا ہے۔''

''آپ کا دل کہتا ہے کہ میں ہر شے پر قابو پا لوں گی؟'' وہ یقین چاہ رہی تھی۔

''ہاں، مجھے ایسا لگتا ہے۔'' زائرہ ملک نے پر یقین لہجے میں کہا۔

''مگر مجھے ایسا نہیں لگتا ممی!'' وہ ان کی نفی کرتی ہوئی بولی۔ زائرہ ملک اس کے چہرے کو بغور دیکھنے لگی تھیں۔ وہ ایسی بے یقینی کیوں ہو رہی تھی..... ! کیوں اتنی خوف زدہ تھی اور اس کے خوف کی وجہ کیا تھی.....؟ زائرہ ملک نے اس سے پہلے کبھی اس کی ایسی کیفیت نہیں دیکھی تھی۔ وہ ماں تھیں جو بچے کو کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی، مگر اس کا مداوا کیا تھا؟ یا ان اندیشوں اور خدشوں کو کیسے ختم کرنا تھا۔ اس کے متعلق زائرہ ملک کو ہزار سوچنے کے بعد بھی اندازہ نہیں ہو پایا تھا۔

☆

ممی نے اسے پارلر کے سات زبردستی بھیجا اور شاپنگ کروائی تھی شاپنگ تو اس نے جیسے تیسے کر لی تھی مگر شادی کی رسموں میں جانے کا اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟'' پارسا کان میں جھمکے پہنتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی اور اسے اس طرح بیڈ پر اوندھا لیٹا دیکھ کر حیرت سے بولی تھی۔

وہ بے زاری سے دیکھنے لگی تھی۔

''ارادہ نہیں؟''

''مجھے کچھ الجھن ہوتی ہے ایسی تقریبات میں شرکت کرنے سے پھر آج انائیا کی مایوں بھی ہے۔ میں یہاں جاؤں گی تو انائیا کی طرف کیسے جاؤں گی؟ عدن بھائی شہر سے باہر ہیں اور گاڑی ورکشاپ میں ہے۔ ڈیڈی کو زحمت دینا مجھے مناسب نہیں لگے گا سو تم چلی جاؤ۔ میں انائیا کی مایوں میں شرکت کرنا چاہوں گی۔ زائرہ پھوپو ہمیں پک کر لیں گی اور واپسی میں ڈیڈی لینے آ جائیں گے۔''

''اوہ، یہ تو خاصا بڑا مسئلہ ہے!'' پارسا نے ہونٹ سکوڑے تھے۔

''تمہیں پتا ہے میری اماں کیا کہتی ہیں؟ لڑکیوں کو ان تقریبات سے دور نہیں رہنا چاہیے۔ ایسے لمحے بڑے خوش کن ہوتے ہیں۔ جب سب اچھا ہو رہا ہوتا ہے۔ سو ایسے میں خود کو دور نہیں رکھنا چاہیے۔''

''تو کیا دور رکھ رہی ہوں میں خود کو.....؟ جا تو رہی ہوں انائیا کی مایوں میں شرکت کرنے.....!'' وہ مسکرائی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

تھی۔ پارسا اسے آئینے میں دیکھتی ہوئی لبوں پر لپ اسٹک پھیرنے لگی تھی۔

"اچھی لگ رہی ہو تم پر نیلا رنگ بچ رہا ہے۔" انابیتا نے اس کے جدید تراش خراش کے ڈریس کو دیکھا تھا۔

"شکریہ! مگر سنو! ایکسل بے چارے کا دل ٹوٹ جائے گا نا! جب اسے پتا چلے گا کہ تم نے اپنی کزن کی مایوں تو اٹینڈ کرلی مگر اس کے بھائی کی تقریب نہیں۔" پارسا نے احساس دلایا تھا۔

"اوہ! اب تم مجھے احساس جرم میں مبتلا مت کرو نا! تم جانتی ہو میں پہلے ہی کتنی حساس ہوں۔ کسی کو نہ کہنا کتنا برا لگتا ہے۔" انائیا نے منہ بسورا۔

"اچھا اب اٹھو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ' تم شاور لو میں تمہارا ڈریس نکالتی ہوں۔ فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ پہلے ایکسل کے بھائی کی تقریب اٹینڈ کرنا اور پھر انائیا کی مایوں کے لیے نکل جانا۔" پارسا نے مشورہ دیا تھا۔

"مگر یہ ممکن ہو سکے گا؟" انابیتا نے گھورا تھا۔

"ہاں' تم معذرت کر کے جلدی نکل جانا۔"

"اور مجھے کون انائیا کے "تغلق محل" تک پہنچائے گا؟"

"میں ایکسل سے بات کر لیتی ہوں نا! تم جلدی سے تیار ہو۔" پارسا نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیا تھا اور واش روم کی طرف دھکیل دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آئینے کے سامنے کھڑی بے دلی سے تیار ہو رہی تھی۔

"تم پر زرد رنگ بچ رہا ہے۔ تمہارا لباس بہت خوب صورت ہے۔" پارسا نے اس کے شانے پر آنچل ٹھیک کیا تھا اور اسے آئینے میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"یہ تمہاری پسند ہے نا اس لیے..... مجھے تو یہ کچھ بھاری بھرکم لگ رہا ہے اور.....!"

"شش۔ خاموش اور جلدی تیار ہو۔ میں اپنی سینڈل نکال کر پہنتی ہوں جب تک.....!" پارسا کہہ کر نکل گئی تھی۔ انابیتا لبوں پر لپ گلوس لگاتے ہوئے اپنے سراپا کو اجنبی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔

☆

واہ' زبردست۔" ماہر آرائش نے اسے تیار کر کے اس کے سر پر آنچل ڈالا تھا اور ایشاع اسے دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

"بھابی! آج مجھے یقین ہو چلا کہ میرے معالج بھائی آپ پر فریفتہ کیوں اور کیسے ہوئے۔ یقیناً وہ حق پر ہیں۔" ایشاع کے لبوں پر شرارت سے بھری مسکراہٹ تھی' مگر انائیا نے اسے انجوائے نہیں کیا تھا۔ یہ پیار بھری چھیڑ چھاڑ' جملے اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ایشاع آگے بڑھ کر اسے پھولوں کے گہنے پہنانے لگی تھی۔

"آج تو بھائی کی خیر نہیں ہے۔" ایشاع نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔ مگر اس کے رخسار کان کی لوؤں تک سرخ نہیں ہوئے تھے۔ "میں بھائی کو بلاتی ہوں۔ وہ تمہیں ایک نظر دیکھ لیں۔" ایشاع جانے کو بڑھی تھی۔ انائیا نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"تم میرے ساتھ رہو۔" نظروں میں درخواست تھی۔ اسے روکنے کا اس کے علاوہ طریقہ نہیں تھا۔

کیا وہ اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی؟

یہ کوئی فرار تھا؟

"میرے گھر سے سب آ گئے؟" اس نے ایشاع سے پوچھا تھا۔

"نہیں' ابھی نہیں' ممی نے فون کر دیا ہے۔ جلد پہنچ جائیں گے۔ تم گھبرا کیوں رہی ہو بھابی؟" ایشاع نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔

"نہیں' بس کچھ دل بیٹھ سا رہا ہے۔" اس نے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"تم فکر مت کرو' یہ ٹھیک ہے میں اے سی کی کولنگ بڑھا دیتی ہوں ساتھ ہی آپ کے لیے جوس بھی منگواتی ہوں۔" ایشاع پلٹ کر کسی رشتے دار لڑکی سے جوس لانے کا کہنے لگی۔

"اوہ خدا! یہ سب کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ۔ یہ کیا ڈراما ہو رہا ہے میرے اور میرے ہی ساتھ کیوں؟" انائیا ملک نے دل ہی دل میں سوچا تھا۔

☆

وہ پارسا کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی۔ جب ٹکراؤ للی میک سے ہوا تھا۔ وہ زرد رنگ کی ساڑھی میں بہت سادگی سے تیار تھی۔ انابیتا بیگ کو اس نے سر تا پیر بغور دیکھا تھا۔ اتنا وہ اسے ساڑھی میں دیکھ کر نہیں چونکی تھی جتنا وہ اسے اس تقریب میں دیکھ کر چونکی تھی۔

"واؤ' ساڑھی؟ تم اچھی لگ رہی ہو للی میک!" پارسا نے اس کی تعریف کی تھی۔ "مگر تمہیں یہ کس نے پہننا سکھایا؟ تم تو اس سب کی عادی نہیں ہو نا۔"

"ہاں مگر دامیان سوری کی ممی بہت اچھی لگتی ہیں ساڑھی میں..... میں نے یہ ان ہی سے سیکھا۔ یہ ساڑھی بھی مجھے انہی نے گفٹ کی تھی۔" وہ انائیا کی سمت دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ ان دونوں کے درمیان کوئی دوستی کا ماحول نہیں تھا۔ ایک کیمپس میں ساتھ پڑھنے کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے جیسے اجنبی سے زیادہ کچھ نہیں تھیں۔

"تم پر ساڑھی اچھی لگ رہی ہے اور لگ نہیں رہا کہ تم نے پہلی بار پہنی ہے۔" پارسا نے تعریف کی تھی للی مسکرا دی تھی۔ انابیتا بیگ نگاہ پھیرے ان دونوں کے بات کرنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"آپ بھی اچھی لگ رہی ہیں اگر آپ کہیں تو میں آپ کو بھی ساڑھی باندھنا سکھا سکتی ہوں۔" للی میک شرارت سے مسکرائی تھی۔

"اوہ' ٹھیک مگر فی الحال میری ساڑھی کی عمر نہیں' میں یقیناً شادی کے بعد پہننا چاہوں گی۔ اماں کہتی ہیں لڑکیاں ساڑھی پہن کر اپنی عمر سے بڑی لگتی ہیں۔" پارسا عمر کو لے کر کونشس تو نہیں تھی مگر صرف ہلکا سا مذاق کرتی ہوئی بولی تھی۔ للی میک مسکرا دی تھی۔ ساؤنڈ سسٹم بہت تیز بج رہا تھا اور ارد گرد ہجوم بھی زیادہ تھا۔ لگتا تھا ایکسل نے پورے شہر کو مدعو کر لیا ہو۔ اسے اتنے ہجوم میں کچھ گھٹن محسوس ہوئی تھی تبھی وہ ایکسل کو ہاتھ ہلاتی وہ پارسا کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ آئی تھی۔ اس کا آنچل کہیں اٹکا تھا۔ ایک لمحے کو اس نے رک کر پلٹ کر گلاب کی شاخ میں اٹکا آنچل نکالا تھا مگر وہ اتنی مہارت کا استعمال نہیں کر سکی تھی اور نتیجتاً اس کا آنچل کونے سے پھٹ چکا تھا۔ وہ الجھن سے دیکھ رہی تھی جب کان میں آواز پڑی تھی۔

"کیا ہوا؟ کوئی مسئلہ؟" اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا دامیان سوری اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے چھید

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

والا آنچل کا حصہ مٹھی میں دبا لیا تھا۔

"کیا چھپا رہی ہو تم؟ کیا ہے ہاتھ میں؟" اسے حیرت ہوئی تھی وہ اتنا متجسس کیوں ہو رہا تھا؟

"کچھ نہیں ہے۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔" انابیتا بیگ نے لاتعلق لہجے میں کہا تھا۔ دامیان سوری نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی بند مٹھی والا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا تھا اور بغور دیکھنے لگا تھا۔ جہاں کانٹے کی چبھن سے خون رس رہا تھا۔

"اوہ آپ نے تو خود کو سزا دے ڈالی۔" وہ پرافسوس انداز میں بولا۔

"سزا؟" وہ چونکی۔

"ہاں ملّی میک کو ساڑھی میں دیکھ کر کچھ جلن تو ہوئی ہوگی نا!" وہ سرسری انداز میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔

انابیتا بیگ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ؟" اس نے ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچنا چاہا تھا۔ مگر گرفت مضبوط تھی۔ وہ سنی ان سنی کرتا جیب سے رومال نکال کر اس کے زخم پر باندھتے ہوئے مسکرایا۔

"اتنی جلن اچھی نہیں ہوتی کہ نقصان اپنا ہی ہو جائے۔" وہ ایسے اطمینان سے بات کر رہا تھا جیسے معمول کی کوئی بات ہو۔ انداز و لہجہ سرسری تھا۔

"میں کیوں جلنے لگی کسی سے؟ دماغ خراب ہو گیا ہے آپ کا؟" وہ سخت لہجے میں بولی اور اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ وہ دلچسپی سے اسے تکنے لگا تھا۔

"جلن کتنی ہے اس کا اندازہ تو ہے مجھے......! دیکھو میرا ہاتھ بھی جل گیا۔ ویسے میں نے زخم پر پٹی باندھنے کو ہاتھ نہیں تھاما تھا۔ میں تو دیکھنا چاہتا تھا تمہارے ان موصوف نے کتنی مہنگی رنگ پہنائی ہے تمہیں؟ مگر لگتا ہے موصوف دل کے نہیں نیت کے بھی کالے ہیں۔ کوئی رنگ سرے سے پہنائی ہی نہیں۔" وہ مسکرایا تھا انداز بے فکر تھا اور اطمینان قابل دید تھا۔ وہ دنگ رہ گئی تھی۔

کیا وہ شکل سے اتنی ہونق یا بے وقوف لگتی تھی کہ اسے کوئی بھی آسانی سے شکار بنا سکتا یا جو من میں آتا سنا کر چلتا بنتا؟ اسے خود اپنے آپ پر حیرت ہوئی تھی۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے کہ میرے وہ مجھے کوئی رنگ پہناتے ہیں یا نہیں۔" اس نے اسے اپنے معاملات سے دور رہنے کی ہدایت کی تھی۔ مگر لگتا تھا وہ باز آنے والا نہیں تھا۔

"مسئلہ نہیں بنا رہا واسطہ بھی نہیں بنا رہا مگر فطری تجسس تو ہر انسان کے اندر ہوتا ہے نا!" وہ صاف گوئی سے کہتا ہوا اطمینان سے مسکرایا۔

"ویسے تم چاہو تو ملّی میک کا ہاتھ تھام کر چیک کر سکتی ہو۔" اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔ وہ اس کے اچانک قریب آنے پر دنگ رہ گئی تھی۔ ایک قدم پیچھے کی سمت لیا تھا مگر سینڈل کیاری میں کہیں اٹکی تھی اور وہ گرنے کو تھی جب دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ اسے سوچنے یا سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ حواس بحال ہونے تک وہ اس کے قریب ترین ساکت سی کھڑی رہی

Digitized by Google

تھی۔ پھر کانوں میں "دھک دھک" کی آواز پڑی تھی تو اسے اندازہ کرنا مشکل ہوا تھا کہ یہ اس کے اپنے دل کی آواز ہے۔

اس نے چونک کر سر اٹھایا تھا اور دامیان سوری کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ اطراف میں موجود لوگوں پر ڈالی تھی مگر کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ سب کی توجہ تقریب پر تھی۔ ڈی جے ساؤنڈ بہت بلند تھا۔ سو ایسے میں دامیان سوری کی سرگوشیاں کس نے سنی تھیں؟

"انارکلی! تم اچھی لگ رہی ہو۔ پیلا رنگ تم پر کھل رہا ہے۔ کیا ارادہ ہے؟ کہو تو یہیں آج اسی موقع پر بلدی لگا دوں؟" دامیان سوری نے اس کے کان کے قریب ایک سرگوشی کی تھی اور اس نے لمحہ میں اس کے اور اپنے مابین حد بندیاں قائم کی تھیں۔

گل میٹھی میٹھی بول
بجنے دے تاشے ڈھول
گل میٹھی میٹھی بول
رس کانوں میں گھول
بجنے دے تاشے ڈھول
مستی میں تو بھی ڈول
من کے نیناں تو کھول
چاہت کے موتی رول
دل ہوتا ہے انمول
یہ دولت سے نہ تول
آ سوہنی تینوں چاند کی میں چوڑی پہناواں
مینوں کر دے اشارہ تو میں ڈولی لے آواں

ڈی جے ساؤنڈ پر لڑکے لڑکیاں بھنگڑے ڈال رہے تھے۔ مگر اس کی ساری توجہ اس سامنے کھڑے چہرے پر تھی۔ وہ اسے بغور دیکھ رہی تھا۔ جیسے یہ چاند آج پہلی بار دیکھا ہو۔

جان لیوا تیری ادا
کیسے نہ کوئی ہو فدا
تیرے انگ شرارہ جیسے
مار الشکارا سوہنیئے
دیکھوں تو دل دھڑکے
تن میں اگن بھڑکے
صورت ایسی سوہنی ہے
لگا جیسے سوہنی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

سوہنیے

ایکسل نے اسے دور سے اشارہ کیا اور اس نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ کھینچ لیا اور اسے لے کر فلور پر آ گیا تھا۔ جہاں ایکسل دیگر دوستوں کے ساتھ بھنگڑا ڈال رہا تھا۔ وہ اتنی زبردستی پر اچانک حیران رہ گئی تھی۔ دامیان سوری یہ کیا کر رہا تھا؟ کوئی شرارت تھی؟

چاہنے والا ہوں تیرا
دیکھو تو ادھر ذرا
تو جو دیکھے اک نظر
کروں لکھ شکر سوہنیے
دیکھو تو کہہ کے تو مجھے
جان بھی دے دوں گا تجھے
تیرا ایسا ہوں دیوانہ
تو نے اب تک یہ نہ جانا ہیریے

انابیتا بیگ کو بھنگڑا کرنا کب آتا تھا؟ وہ اس کے گھمانے پر چکرا رہی تھی۔

گل میٹھی میٹھی بول
رس کانوں میں گھول
بجنے دے تاشے ڈھول
آ سوہنی تینوں چاند کی میں چوڑی پہناواں
مینوں کر دے اشارہ تو میں ڈولی لے آواں

اس کی سینڈلز پر جیسے کوئی قیامت ٹوٹ رہی تھی۔ اس سے پہلے اس نے ہائی ہیلز پہنے نہیں تھے اور ڈانس یا بھنگڑا اس کا تو اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا ابھی گر جائے گی۔ اس کی صورت ہوتی تھی اور سارا اعتماد کہیں غائب تھا۔ دامیان سوری کو کیا اس پر ترس آ گیا تھا؟

اس نے چکراتے سر کو تھام کر دامیان سوری کے شانے پر سر رکھا تھا۔ دامیان سوری نے رک کر اس کے سر کو دیکھا تھا پھر اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔ انابیتا بیگ!" وہ سر اٹھا کر بے بسی سے اسے دیکھنے لگی تھی۔ نظروں میں ایسا کیا تھا کہ دامیان سوری نگاہ ہٹا ہی نہ پایا تھا اور سارے ماحول سے کٹ کر رہ گیا تھا۔

اس دنیا سے آگے جیسے کوئی دنیا نہیں تھی اور ساری کائنات جیسے ایک ہی لمحے میں بند ہو کر ایک ہی نقطے پر رک گئی تھی۔

☆

اپنی فیملی کے لوگوں کو دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس بندھی تھی۔

"ممی! انابیتا اور عدن کہاں ہیں؟" اس نے ممی کو نانا کے ساتھ تنہا بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔

"انابیتا کچھ دیر میں آ جائے گی۔ اس کے کسی دوست کی فیملی میں شادی تھی۔ سو وہ وہیں مدعو ہے۔ عدن شہر سے باہر ہے اس نے معذرت کر لی ہے۔ مگر وہ تمہیں فون کرے گا۔ ہم سب یہاں ہیں نا تمہارے پاس۔" ممی نے پیار سے احساس تحفظ دینے کو اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

اتنا سج دھج کر وہ پہلی بار تیار ہوئی تھی۔ اتنا روپ آیا تھا کہ زائرہ ملک کی اپنی نگاہ نہیں ٹھہر رہی تھی۔ کہیں ان کی نظر ہی نہ لگ جائے اس خوف سے وہ اس پر سے نظریں ہٹا گئی تھی۔

"کیا ہوا ممی!" انائیا ملک نے پوچھا۔

"کچھ نہیں تو بہت اچھی لگ رہی ہے۔ مجھے لگا کہیں میری نظر ہی نہ لگ جائے۔" کہنے کے ساتھ ہی زائرہ ملک نے دل ہی دل میں دعا پڑھ کر اس کی نظر اتاری۔

"آنٹی! آپ لوگ باہر چل کر بیٹھیں۔ میں انائیا کو لے کر آتی ہوں۔" ایشاع نے اندر آتے ہوئے کہا تھا تو ممی اٹھ کر باہر کی سمت بڑھ گئی تھیں۔

"تمہارے بھائی کہاں ہیں؟" انائیا کو جانے کیوں اس لمحے اس بندے کی یاد آئی تھی۔ ایشاع چونکی اور پھر مسکرا دی۔

"بھائی کو یاد کر رہی ہو بھابی!" انداز میں شرارت تھی۔ انائیا ملک نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔

"بلوا دوں؟" ایشاع نے شرارت سے کہا۔

"میں نے انہیں دیکھا نہیں تھا تو بھی پوچھا۔" وہ نگاہ چرا کر مدھم لہجے میں بولی۔

"آپ کو باہر لے چلوں؟"

"نہیں ابھی نہیں میری بہن ابھی تک نہیں آئی اور اس کے آنے سے قبل میں رسم نہیں کروا سکتی۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"ابھی تھوڑی دیر میں وہ آ جائے گی تو ہم رسم کر لیں گے۔ کوئی بات نہیں۔" ایشاع بہت ملائمت سے مسکرائی۔

"آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟" ایشاع نے پیار سے اس کا چہرہ تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، شکریہ۔" اس نے رسمی انداز میں مسکرا کر کہا اور ایشاع باہر نکل گئی تھی۔ اس کی پشت پر موجود دروازے پر کچھ کھٹکا ہوا تو اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ تنہا تھی اور اس کے علاوہ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ وہ بھاری آنچل سنبھال کر آہستگی سے اٹھی۔ اس دروازے کی سمت گئی۔ کچھ دیر تک ٹھہر کر اندازہ کرنا چاہا تھا کوئی شور نہیں تھا۔ مگر اسے جانے کیوں تجسس ہوا تھا۔ اس نے ہینڈل گھمایا تھا۔ دروازہ مقفل نہیں تھا اور دوسرے ہی لمحے دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔ یہ کمرا اس کے استعمال میں نہیں تھا۔ یہ معارج تغلق کا کمرا تھا جسے ایشاع نے اس کے لیے چنا تھا۔ بہت بڑا کمرا تھا اور باقی کمروں سے منفرد بھی مگر اس لمحے اس کی نگاہ کسی آرائش یا زیبائش پر نہیں تھی۔ اس کا ذہن متجسس تھا کہ اس کے کمرے کے اس طرف یہ راستا کہاں نکلتا ہے اور اس کے پیچھے کا راز کیا ہے؟ ایک لمبی راہ داری اس کے سامنے تھی۔

کیا اسے اس راہ داری کو پار کر کے آگے بڑھنا چاہیے؟ ابھی ایشاع اس کی تلاش میں آ جاتی تو.....؟ ایک

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

لمحے کو ذہن میں خیال آیا تھا مگر وہ یہ راز جاننے کو اتنی بے قرار تھی کہ اس نے قدم آگے بڑھا دیے تھے۔

دور تک راہ داری میں کوئی نہیں تھا۔ یہ غالباً عقبی طرف کا حصہ تھا۔ راہ داری کے اختتام پر سیڑھیاں تھیں اور اس نے ان سیڑھیوں کے اترنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں کی تھی۔ جانے اس گھر میں کتنے کمرے تھے اور کتنی راہ داریاں۔ وہ اتنے دنوں کے قیام میں بالکل اندازہ نہیں کر سکی تھی۔ آج بھی اسے اس گھر کے کونے اور راہ داریاں پہلے دن کی طرح اجنبی لگتے تھے جب وہ پہلی بار اس گھر میں آئی تھی اور رستم نے اسے گائیڈ کیا تھا۔ میٹنگ کے لیے مسز تغلق تک پہنچنے میں اور مسز تغلق کی جگہ وہ معارج تغلق کو وہاں سامنے دیکھ کر چونک گئی تھی۔ تب وہ راستے کتنے اجنبی تھے اور وہ راستے آج بھی جانے پہچانے نہیں تھے۔

اس نے سیڑھیوں کے اختتام پر دیکھا تھا۔ سامنے بڑا ہال تھا اور اس سے آگے پھر بہت سے کمرے اور راہ داریاں۔

اس نے قدم سنبھال کر پیش قدمی کی تھی۔ سامنے سوئمنگ پول کو دیکھ کر اسے ڈھارس بندھی تھی۔ یہ حصہ اس کا جانا پہچانا تھا۔ اس نے پول یاد کیا تھا اور آگے بڑھتی ہوئی راہ داری کی سمت آ گئی تھی اور اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ وہ وہاں کھڑی تھی جہاں سے اسے اس روز معارج تغلق کھینچ کر لے گیا تھا۔ اس راہ داری کے اختتام پر وہی کمرا تھا۔ اس کمرے کی حقیقت کیا تھی؟

کس کا قیام تھا وہاں.....؟

اور اس وجود کا کیا رشتہ تھا اس گھر کے مکینوں سے.....؟ اس کمرے کی بابت اسے کیوں آگاہ نہیں کیا گیا تھا؟

اگر وہ اس گھر کی بہو تھی تو پھر اتنے سارے پہلو اس سے چھپائے کیوں جا رہے تھے۔ اتنا کچھ مخفی کیوں رکھا جا رہا تھا؟

اس نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس کمرے کی جانب پیش قدمی کی تھی۔ مگر عین اسی موقع پر کسی نے اسے کلائی سے پکڑ کر کھینچ لیا تھا۔ وہ سب اتنا غیر متوقع اور اچانک ہوا تھا کہ وہ حیران رہ گئی تھی۔ توازن بگڑا تھا اور وہ لڑکھڑائی تھی مگر کھینچنے والے نے اس کے گرد اپنا آہنی حصار باندھ دیا تھا۔

ایک خوش بو نے اس کے نتھنوں میں گھس کر گھر کیا تھا۔ وہ خوش بو جانی پہچانی تھی۔ انائیا ملک نے سنبھل کر سر اٹھایا تھا۔ اوسان پوری طرح بے دار ہو چکے تھے۔ اس کے سامنے معارج تغلق تھا۔

وہ وہاں کب آیا تھا؟ اسے اپنے ہدف تک پہنچنے سے پہلے ہی شکست ہو چکی تھی۔ اس کھوج کی وہ کوشش اپنی موت مر چکی تھی۔ معارج تغلق اس کی سمت خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

کیا اس کی نظروں میں کوئی شکوہ تھا۔ یا پھر شکایت.....؟

"مسز تغلق! اس طرف کیسے آنا ہوا آپ کا؟ آج کیا پھر رستہ بھٹک گئیں آپ۔" وہ طنز کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ یا واقعی سنجیدہ تھا۔ وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ کچھ لمحوں تک یونہی سر جھکائے کھڑی رہی تھی۔ اس کے آہنی بازوؤں کے حصار میں اپنا آپ بہت تنگ اور گھٹا گھٹا سا لگا تھا۔

"وہ..... میں.....!" اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کوئی وضاحت دینا چاہی تھی۔ مگر معارج

تغلق نے اس کے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ دی تھی۔

"آپ اتنی راہ داریاں عبور کرتی سیڑھیاں پھلانگتی دیوانہ وار لپکتی میری تلاش میں یہاں تک آئیں ہے نا؟" وہ اس کا چہرہ تھوڑی سے تھام کر اٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

"آپ اتنی خائف کیوں ہیں؟" وہ اپنے طور پر وضاحتیں چاہ رہا تھا۔

انائیا ملک نے ایک لمحے کو دیکھا تھا اور نگاہ دوبارہ جھک گئی تھی۔ معارج تغلق نے اس کے رخساروں پر پلکوں کی لرزش کو بغور دیکھا تھا۔

"ماجرا کیا ہے مسز تغلق!" وہ جیسے تمہید باندھتے ہوئے بولا تھا۔

"مجھے ڈھونڈنے نکلی تھیں؟" اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس لمحے وہ اس کے رحم و کرم پر تھی۔ کیا وہ اس سے خوف زدہ تھی کہ وہ اسے کوئی نقصان پہنچائے گا؟ "تم اچھی لگ رہی ہو.....! یہ لفظ بہت معمولی ہے آج کے لیے مسز تغلق! دیکھو میرے بازو مجھے اجازت ہی نہیں دے رہے کہ میں تمہیں اس گرفت سے باہر جانے دوں۔"

"آپ..... پلیز.....!" انائیا ملک نے کان کی لوؤں تک سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ بنا نگاہ اٹھائے کچھ کہنے کا قصد کیا تھا۔ دل دھڑکنے کی آواز اتنی تھی کہ جیسے اس کے کانوں میں دھڑک رہا ہو۔ اس نے اس کی گرفت سے باہر نکلنے کی اپنی سی کوشش کی تھی مگر معارج تغلق جیسے اسے زچ کر رہا تھا۔ اس کے لیے سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔

"سنو! مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے مگر آج کے دن نہیں۔ تمہیں دیکھ کر ہوش کھونے لگا ہوں۔ یہ روپ سروپ بہت انوکھا ہے۔" بہت دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ مگر وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"دیکھو تم نے آج مجھے بے بس کر دیا۔ میں اپنے دل کے خلاف کھڑا ہوں اور عقل کے کاموں سے مجھے جیسے کچھ لینا دینا ہی نہیں۔ ایسا کیا ہے تم میں؟" وہ اس کا دھیان ہر طرف سے جیسے ہٹانا چاہتا تھا۔ انائیا ملک نے نگاہ کا زاویہ پھیر کر ترچھی نظروں سے اس بند کمرے کو دیکھا تھا جس کے پیچھے یقیناً کوئی راز تھا۔ کون تھی وہ لڑکی.....؟

اس گھر میں کیوں رہتی تھی اور گھر کے مکین کیوں اس کی موجودگی کو اس سے چھپانا چاہتے تھے۔ انائیا ملک سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اس طرف نہیں، میری طرف دیکھو۔ راز اس طرف نہیں میری آنکھوں میں ہے۔ اس طرف۔" معارج تغلق نے اس کا رخ اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

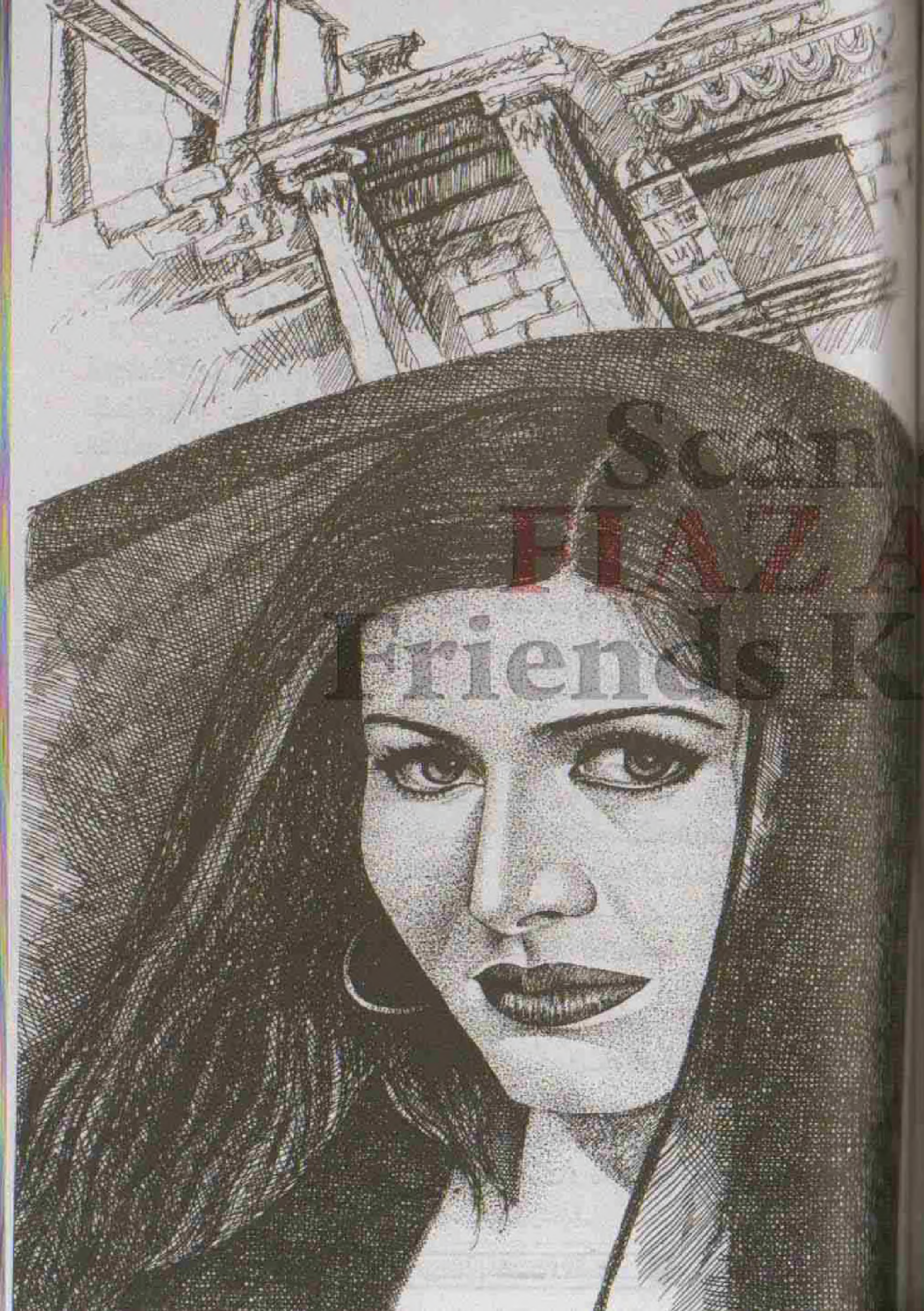

صبح نو آزادی

سباس گل

سچائی کے رستے میں نہیں سائبان کوئی
چلتا ہے تو پھر چھاؤں کی خواہش میں نہ رہنا
لکھنا تو چراغوں کی طرح روشنی لکھنا
بے چہرہ کبھی حرفِ نگارش میں نہ رہنا

''اُف! یہ مہنگائی تو آسمان کو چھو رہی ہے۔'' زلیخا بیگم سبزی اور دالوں وغیرہ سے بھرے تھیلے پلنگ پہ رکھتے ہوئے بولیں۔ وہ ابھی ابھی بازار سے مہینہ بھر کی خریداری کر کے لوٹی تھیں۔

''شکر ہے اس ملک میں کوئی چیز تو آسمان کو چھو رہی ہے ورنہ ایک تو ہم ٹھہرے ترقی پزیر ملک اوپر سے امریکا اور آئی ایم ایف ورلڈ بینک کے قرض دار..... ہم تو احساسِ کمتری میں ہی مرجاتے۔'' فرید نے اخبار پڑھتے ہوئے کہا۔

''خیر اب ایسا بھی نہیں ہے' آسمان کو تو بہت سی چیزیں چھو رہی ہیں' جیسے تمہارا دماغ اور دہشت گردی وغیرہ۔'' ارم نے مسکراتے ہوئے اس پر طنز کیا' تو فرید نے اسے گھورا۔

''ارے تم دونوں تو چپ کرو۔ پہلے ہی گرمی سے دماغ اُبل رہا ہے۔ اری پنکھا تو چلا دے' جان نکلی جارہی ہے اس گرمی سے.....'' زلیخا بیگم نے اپنی بیٹی ارم اور بھتیجے فرید کو الجھتے دیکھ کر ڈپٹا۔

''بجلی نہیں ہے امی!'' ارم نے بتایا۔

''اے لو ابھی تک نہیں آئی؟'' زلیخا بیگم نے تھوڑی پکڑ کر حیرت اور صدمہ سے کہا۔ ''یہ موئی بجلی بھی اچھے وقت کی طرح اس گھر کا راستہ ہی بھول گئی ہے۔''

''ایک دن ایسا آئے گا جب لوگ اپنے بچوں کو کہانی سنایا کریں گے کہ پرانے وقتوں میں پاکستان میں بھی بجلی ہوا کرتی تھی اور آج کا پاکستان.....! نہ بجلی' نہ گیس' نہ صاف پانی' نہ علاج' نہ تحفظ ہے' کیا یہاں؟''

''کیا نہیں ہے یہاں؟ تم تو ہر وقت ناشکرا پن ہی کرتے ہو۔ ان لوگوں سے آزادی کی قدر پوچھو جن کو آزاد ملک میسر نہیں ہے اور وہ آج تک اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ پاکستان تو اللہ کا دیا تحفہ ہے' ہم سب کے لیے۔'' ارم نے سنجیدگی سے وطن کی محبت میں لبریز لہجے میں کہا تو فرید ہنس کر کہنے لگا۔

ہاں نہ بجلی' نہ پانی
پھر بھی دل ہے پاکستانی

''میرا بس چلے تو آج ہی یہ ملک چھوڑ کے چلا جاؤں۔''

''گھر کا خرچ تو تجھ سے چلتا نہیں ہے' بس کیا خاک چلائے گا۔'' زلیخا بیگم سامان کو دیکھتے ہوئے اپنے ہی خیال میں بولیں تو فرید جھنجلا اٹھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

"اُف! یہاں تو بات بھی سمجھانا مشکل ہے۔" فرید نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"امی! پکانا کیا ہے آج؟ جلدی بتادو اس سے پہلے کہ گیس بھی چلی جائے۔ میں نے مسالا بھون دیا ہے کون سی سبزی پکانی ہے؟" ارم نے سبزی علیحدہ ٹرے میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹنڈے یا بینگن پکالو۔" زلیخا بیگم نے جواب دیا تو ارم نے بینگن کی تھیلی کو اٹھالیا' اسے بینگن پسند جو تھے۔ "ہر چیز کو آگ لگی ہوئی ہے' انسان کیا کھائے اور کیا بچائے؟ اب تو سبزی بھی سونے کے بھاؤ بک رہی ہے۔ ہزار کا نوٹ لے کر جاؤ تو ذرا سی سبزی میں ختم...... ایک ہمارا زمانہ تھا جب سبزی کے ساتھ دھنیا' پودینہ مفت مل جایا کرتا تھا اور ہری مرچیں بھی ہم کہہ کے ڈلوالیا کرتے تھے اور اب دیکھو' پندرہ بیس روپے میں تھوڑا سا دھنیا' پودینہ ملتا ہے' کیا سالن میں ڈالیں اور کیا اس کی چٹنی بنائیں۔"

"قسم سے امی' اگر یہی حال رہا نا اس مہنگائی کا تو ایک دن سبزی بھی چوری ہونے لگے گی۔" ارم نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ ساتھ ہی بینگن بھی کاٹ رہی تھی۔

"ہاں تو اور کیا......!" گویا زلیخا بیگم ارم کی بات سے متفق تھیں۔ "سونے کے زیور خریدنے کی حیثیت اور ضرورت بھی نہیں رہے گی۔ کانوں میں سونے کے جھمکوں کی جگہ توریاں لٹک رہی ہوں گی' گلے میں ہری مرچوں اور ٹماٹر کا ہار ہوگا تو دلہن پورا سبزی کا کھیت لگے گی۔" فرید نے کہا تو دونوں ہنس پڑیں۔

"لو اب گیس بھی چلی گئی۔ پکالو کھانا اور گالو گانا۔" ارم نے سبزی دھو کر دیگچی میں پکنے کے لیے ڈالنے کے بعد چولہا جلانا چاہا تو گیس نہیں آرہی تھی۔ وہ تپ کر بولی۔ "پستیوں کی جانب لے جارہے ہیں یہ حکمران ہمیں...... یہی حال رہا نا تو ایک دن ہم کاسہ لے کر بھیگ مانگتے نظر آئیں گے۔"

"کیوں......! اب تم بھی تو ملک کو بُرا کہہ رہی ہو۔ مان رہی ہو نا کہ یہاں کچھ اچھا نہیں ہے اور نہ اچھا ہونے والا ہے؟" فرید نے اس کی بات سن کر باورچی خانہ کے دروازے سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی۔

"میں ملک کو بُرا نہیں کہہ رہی۔ یہ ملک بہت اچھا' بہت پیارا ہے' اس ملک نے ہمیں سب کچھ دیا ہے لیکن ہم نے اس ملک کی قدر نہیں کی۔ اس میں جو خرابی پیدا ہوچکی ہے' اس میں عام پاکستانی کا کوئی قصور نہیں ہے' یہ مفاد پرست سیاست دانوں' بیوروکریٹس اور فسادی لوگوں کا کیا دھرا ہے۔"

"لیکن سزا تو ہم عوام کو مل رہی ہے نا۔ ہر طرف خوف اور دہشت طاری ہے کہ جانے کب کیا ہو جائے۔ گھر سے نکلنے والا زندہ سلامت گھر لوٹے گا کہ نہیں' یہ کوئی نہیں جانتا۔ ہر طرف دہشت گردی خود کش حملے' ٹارگٹ کلنگ' بم دھماکے' لوٹ مار جاری ہے' اوپر سے مہنگائی کا عفریت منہ کھولے عوام کو نگلنے پر تلا ہے' جائیں تو جائیں کہاں؟" فرید نے سنجیدگی سی تلخی مسائل گنواتے ہوئے آخر میں بےبسی سے سوال کیا۔

"باہر برآمدے میں جاؤ' یہاں گرمی بہت ہے۔" ارم نے دوپٹے سے چہرے پر آیا پسینہ صاف کرتے ہوئے کہا تو وہ اس کے گندمی دلکش چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"تم بھی تو اسی گرمی میں کھڑی ہو۔"

"مجبوری ہے' مجھے تو کام کرنا ہے۔" اس نے گیس پھر سے چیک کرتے ہوئے جواب دیا۔ گیس آگئی تھی اس نے چولہا جلا کر ہانڈی رکھ دی۔

"مجھے بھی کام کرنا ہے۔" وہ اس کے چہرے کو چاہ سے دیکھنے لگا۔

"کیسا کام؟" ارم نے حیرانی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں دیکھنے کا کام۔" وہ محبت لٹاتے لہجے میں بولا۔

"روز تو دیکھتے ہو' اب نیا کیا ہے؟" وہ شرما کر پوچھنے لگی۔

"روز دیکھتا ہوں اور ہر روز تم مجھے نئی نئی سی لگتی ہو۔"

"جھوٹ!" وہ شرمیلے پن سے مسکرادی۔

"سچ! یقین نہیں ہے تو میری آنکھوں میں دیکھ لو۔" فرید نے اسے شانوں سے تھام کر اس کی صورتِ زیبا کو اپنی آنکھوں کے آئینوں میں جذب کرتے ہوئے مخمور لہجہ میں کہا تو ارم نے اس کی گہری بھوری آنکھوں میں جھانکا جہاں اسے اپنی ہی شبیہہ نظر آئی۔ دل کی دھڑکن بہت تیز ہوگئی تھی' وہ سر سے پاؤں تک پسینے میں شرابور ہوگئی' کچھ گرمی تھی' کچھ فرید کے لمس کی حدت نے اسے دو آتشہ کردیا تھا۔

"اچھا اب بناؤ نہیں مجھے' جاؤ کوئی اور کام کرو۔" ارم نے اس کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے چولہے کی طرف رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ نیا کرنا چاہتا ہوں۔" وہ ہنس کر بولا تو اسی وقت زلیخا بیگم سبزی فریج میں رکھنے کے لیے باورچی خانہ میں داخل ہوئیں اور اس کی بات سن کر کہنے لگیں۔

"کچھ نیا......؟ اچھا تو چل میرا بچہ جا کے نماز پڑھ لے' کتنے مہینوں سے نہیں پڑھی۔"

"پچھلے جمعہ ہی تو پڑھی تھی۔" وہ خجالت سے سر کھجاتا ہوا بولا۔

"واہ' کیا بات ہے! جمعہ کو پڑھی تھی یہ یاد ہے' پورا ہفتہ نہیں پڑھی وہ یاد نہیں؟ اللہ کو یاد تو ہم کرتے ہیں جمعے کے جمعے اور اس کی نعمتیں ہمیں چاہئیں پورا سال۔ واہ بیٹا! شکر کا ایک دن' کفر کا ہر دن۔ تو یہ حالات تو ہوں گے نا اس ملک کے...... اوپر سے لے کر نیچے تک آوے کا آوا بگڑا ہوا ہے۔ درست فیصلہ کون کرے؟ کوئی سوجھ بوجھ سے' برداشت سے کام نہیں لے گا' ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھے گا تو امن' سکون' ایمان داری' بھائی چارہ کہاں سے آئے گا؟" زلیخا بیگم فریج میں سامان رکھتی جارہی تھیں اور بولتی جارہی تھیں۔ "بھائی چارہ کہاں سے آئے؟ ہاں یہاں تو گائے' بھینس کا چارا بھی اتنا مہنگا ہوگیا ہے کہ وہ بھی ہمیں گھورنے لگی ہیں اور احتجاجاً انہوں نے بھی دودھ کم دینا شروع کردیا ہے۔ کم بخت اس مہنگائی نے تو جانوروں تک کا دودھ خشک کردیا۔ انسان کیا کھائے' کیا پیئے۔ بچوں سے ان کا دودھ تک چھین لیا اس مہنگائی نے۔"

"ٹھیک کہا ہے آپ نے...... اچھا چھوٹی امی! میں ایک دوست سے مل کر آتا ہوں۔" فرید نے بحث سمیٹتے ہوئے کہا تو وہ ڈپٹ کر بولیں۔

"ارے سورج سوا نیزے پر ہے اور آج ہے بھی اتوار...... یہ کون سا وقت ہے دوست سے ملنے کا؟ بہت ضروری ہو تو شام میں مل لینا۔ اتنی گرمی میں گھر سے باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اوہو چھوٹی امی! میں کوئی لڑکی تو نہیں ہوں کہ گھر میں بیٹھا رہوں۔" فرید نے چڑ کر کہا تو وہ اسے کڑے تیوروں سے گھورتے ہوئے بولیں۔

"ارے تو مرد ہو کے بھی تم نے کون سی توپ چلالی ہے یا باہر جا کے کون سا ایٹم بم بنالو گے؟"

"بم تو پہلے ہی پھٹ رہے ہیں شہر میں' مجھے کیا ضرورت ہے توپ چلانے یا ایٹم بم بنانے کی......؟" فرید نے بیزاری سے کہا اور باورچی خانہ سے باہر نکل گیا۔

Scan & PDF EJAZ AHMED
FriendsKorner.com
Digitized by Google

"کیا امی! آپ بھی حد کرتی ہیں۔ جانے دیا ہوتا اسے باہر..... گھر میں فارغ بیٹھ کر بے کار کی سوچیں ہی دماغ میں آتی ہیں۔" ارم نے فرید کا پھولا ہوا چہرہ دیکھ لیا تھا' جبھی بے چینی سے کہا۔

"گھر سے باہر کون سا واعظ سننے جاتا ہے یہ۔ جہاں چار لڑکے اکٹھے ہوئے وہاں تماشا شروع ہوگیا۔ آتی جاتی لڑکیوں پر آوازیں ہی کستے ہیں' گانے گا گا کے انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔" زلیخا بیگم نے درشتی سے جواب دیا۔

"فرید ایسا نہیں ہے۔"

"ہاں' وہ تو دودھ کا دُھلا ہے۔" زلیخا بیگم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ فرید باہر برآمدے میں ہی بیٹھ گیا تھا اور ان دونوں ماں بیٹی کی باتیں اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ اسے زلیخا بیگم کی اپنے متعلق سوچ پر افسوس ہو رہا تھا اور یہ اطمینان بھی تھا کہ ارم اسے غلط نہیں سمجھتی۔

☆☆☆

عصمت اللہ اور نعمت اللہ دو بھائی تھے۔ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ دونوں سرکاری محکموں میں ملازم تھے۔ عصمت اللہ اور زلیخا کی دو بیٹیاں تھیں بڑی انجم' چھوٹی ارم۔ جس نے بی اے' بی ایڈ کیا تھا اور آج کل ایک اسکول میں ملازمت کرنے کے علاوہ گھر میں بھی شام کو ٹیوشن پڑھایا کرتی تھی۔ انجم کی شادی تین سال پہلے اس کے ایف اے کرتے ہی اس کے خالہ زاد ارشد سے کردی گئی تھی' وہ اپنے گھر میں خوش تھی شوہر اور دو بچوں کے ساتھ۔ عصمت اللہ اور رخسانہ بیگم کے تین بچے تھے۔ بڑا بیٹا فرید تھا جو ایم بی اے کرنے کے بعد ایک پرائیوٹ کمپنی میں جاب کر رہا تھا۔ بیس ہزار تنخواہ تھی اور میڈیکل فری کی سہولت تھی۔ ان دونوں کی شادی دو سال پہلے فرید اور عصمت اللہ نے مل کر کی تھی کیونکہ نعمت اللہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ رخسانہ بیگم نے کافی چیزیں دونوں بیٹیوں کے جہیز کے لیے بنا رکھی تھیں۔ عصمت اللہ نے کھانے کے تمام اخراجات اٹھائے تھے اور باقی سارا انتظام فرید نے کیا تھا۔ جس کے لیے اسے کمپنی سے پچاس ہزار روپے قرض بھی لینا پڑے تھے اور چالیس ہزار اس نے اپنے دوستوں سے ادھار لیے تھے۔ وہ اس قرض کی ادائیگی کی وجہ سے پریشان تھا۔ کمپنی تو ہر ماہ پانچ ہزار اس کی تنخواہ میں سے کاٹ رہی تھی۔ قرض کی واپسی کے لیے یہی طے ہوا تھا کہ قرض لینے کے تین ماہ بعد قرض کی ادائیگی لازمی ہے جو نہ کی جائے گی یا فرید کی تنخواہ میں سے ہر ماہ ایک مخصوص رقم کی کٹوتی کی جائے گی۔ رخسانہ بیگم شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کی مریضہ تھیں۔ ان کے لیے دوائیں بھی آیا کرتی تھیں' پھر بیٹیوں کے میکے آنے پر بھی اچھا خاصا خرچا ہو جاتا تھا۔ جاتے وقت انہیں ہزار' پانچ سو روپے دے کر بھیجنا بھی ضروری تھا تاکہ سسرال میں ان کی ناک اونچی رہے۔

زلیخا بیگم کو اسی بات پر غصہ آتا تھا۔ "اب اگر بیاہی بیٹیاں ہر دوسرے دن میکے آیا کریں گی تو کیا ہر بار انہیں تحفے' تحائف اور نوٹوں سے لاد کر بھیجیں گے؟ ہمارے گھر میں کون سا تُن برس رہا ہے یا تیل کا کنواں نکل آیا ہے جو اس قدر فضول خرچی کی جا رہی ہے۔ باپ سر پہ رہا نہیں' ماں بیمار ہے۔ ایک بھائی کی تنخواہ پہ پورا کنبہ پل رہا ہے۔ بجلی' گیس' ٹیلی فون کے بل ادا ہوتے ہیں۔ موٹر سائیکل کا پیٹرول' کھانا پینا' کپڑا' کتاب' بیاہی بہنوں کو ہی بھرتا رہا تو اپنا گھر کب بسائے گا۔ اپنے بیاہ کے لیے تو اس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں بچتی۔ وہ بے چارہ تو اب تک بہنوں کی شادی کا قرضہ ہی اُتارنے میں ہلکان ہوا

جا رہا ہے۔ ارے بھئی' بیٹی ہم نے بھی بیاہی ہے مگر یوں روز روز تو ان پر نوٹ نچھاور نہیں کرتے۔ زیادہ ہوا تو کسی خاص موقع پر کچھ دے دلا دیا۔ عید تہوار پہ تحفے یا روپے پیسے دے دیئے۔ یہ تھوڑی کہ آئے دن گھر کا بجٹ خراب کر کے بیٹی کے ناز اٹھاتے رہیں۔ بھئی اب وہ گھر والی شادی شدہ ہے' خود سمجھتی ہے کہ گھر کیسے چلتا ہے۔ فضول خرچی کے ہم جیسے لوگ متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے عقل کے ناخن لو' تم لوگ اور بے چارے فرید پر بھی رحم کرو۔ میں نے بھی اپنی ارم کو بیاہنا ہے یوں قرض میں ڈوبے لڑکے سے تھوڑی بیاہوں گی اسے۔" زلیخا بیگم کی آخری بات نے فرید کے دل پر چھریاں چلا دی تھیں۔ وہ ارم کو بہت چاہتا تھا اور پیار تو ارم بھی کرتی تھی اس سے' بس کبھی اظہار نہیں کر پائی تھی اور فرید اس کے کہے بنا ہی اس کے دل کا حال جانتا تھا کہ ارم بھی اس سے پیار کرتی ہے' وہ اکیلا ہی راہِ محبت کا مسافر نہیں تھا بلکہ ارم بھی اس کے قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔

☆☆☆

"پپو یار! میں پارٹ ٹائم جاب کرنا چاہتا ہوں۔ یہ اتنے سارے اخراجات میرے بس سے باہر ہیں' سب کچھ تو قرض کی ادائیگی میں نکل جاتا ہے' ایسے تو چھوٹی امی کبھی بھی ارم سے میری شادی نہیں کریں گی۔" فرید نے اپنے بچپن کے دوست اور پڑوسی پپو سے پریشان لہجہ میں کہا تو وہ بے نیازی سے بولا۔

"تو نہ کریں' تجھے کیا شوق ہے خوامخواہ کی ذمہ داری بڑھانے کا؟ شادی پہ لاکھوں خرچ ہوں گے پھر بیوی کے ناز نخرے..... اس کے بعد بچوں کے اخراجات..... تو اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی مارنے کی سوچ رہا ہے۔ پاگل نہ ہو تو! تیری کون سی عمر نکلی جا رہی ہے۔"

"لیکن ارم تو میرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ چھوٹی امی اس کی شادی کہیں اور کر دیں گی۔" فرید نے تڑپ کر کہا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایسا کچھ کریں گی کیونکہ اب تم دونوں ہی بچے ہو' اس خاندان کو مستقبل میں جوڑے رکھنے کے لیے۔ عصمت انکل ارم کو تم سے ہی بیاہنا چاہیں گے تاکہ دونوں بھائیوں کی فیملی جڑی رہے۔ ارم کو وہ باہر نہیں بیاہ سکتے۔" پپو نے اپنی سمجھ کے مطابق بڑی عقل کی بات کہی تھی جو فرید کے دل کو بھی لگی تھی مگر اس کی الجھن جوں کی توں تھی۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن میں قیاس آرائیوں پر اپنی زندگی کا اتنا اہم معاملہ نہیں چھوڑ سکتا۔ تُو جانتا ہے نا! میں ارم سے محبت کرتا ہوں۔" فرید نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"جانتا ہوں..... سب جانتا ہوں۔ اس مہنگائی میں محبت بھگتنا بہت مشکل ہے۔" پپو نے دھیرے سے ہنس کر گنگناتے ہوئے کہا۔

"اڑا لے ہنسی! جب تیری باری آئے گی نا تب پوچھوں گا۔" فرید نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اچھا چل' ناراض نہ ہو' کرتا ہوں کچھ۔ ادھر ہوٹل پہ ایک مولوی صاحب آیا کرتے ہیں' ان کو ایک ایمان دار آدمی کی ضرورت ہے جو ان کا مال مختلف دکانوں پر پہنچا سکے۔ تنخواہ توقع سے بھی زیادہ دیں گے' بس کام میں ایمان داری شرط ہے' کہے تو میں ان سے بات کروں؟ کل ہی وہ بات کر رہے تھے کہ انہیں ایک آدمی کی ضرورت ہے۔"

"تُو نے بتایا کہ وہ مولوی ہیں پھر یہ کاروبار کیسا؟"

"او یار! وہ کسی مسجد کا مولوی نہیں ہے بس داڑھی

Digitized by Google

ہے ان کی' اس وجہ سے مولوی صاحب کہتے ہیں سب انہیں۔'' پپو نے وضاحت کرتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

''یار! سوچ لے۔ یہ مولوی ٹائپ داڑھی والے پہلے ہی شک کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ وہاں جاکے پتا چلے کہ ہمیں بھی جنت کی چابی تھمارہے ہیں۔ میرا فی الحال جنت میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ مجھے ارم سے شادی کرنی ہے' ایک خوشیوں بھری زندگی گزارنی ہے اس کے ساتھ' اپنے بچوں کے ساتھ۔'' فرید نے خدشوں میں گھر کر کہا اور اپنے دل کی آرزوؤں اور خوابوں کا نقشہ اس کے سامنے کھنچا تو وہ ہنسنے لگا۔

''یار! ہم کون سا بم دھماکے کرنے جارہے ہیں' ہماری نیت تو صاف ہے نا! اتنا ایمان خراب نہیں ہے ہمارا کہ کوئی ہم سے بم دھماکا کرنے کے لیے کہے اور بدلے میں ہمیں لاکھوں' کروڑوں کی پیشکش کرے اور ہم قبول کرلیں۔ اللہ کا شکر ہے ہم میں انسانیت باقی ہے اور اپنے ہم وطنوں کی جان کا احساس اور خیال بھی ہے۔ ہم کوئی غلط کام نہیں کریں گے' ان شاء اللہ۔'' پپو نے سنجیدہ لہجے اور سچے دل سے کہا تو فرید نے بھی ''ان شاء اللہ'' کہا اور پپو کے ساتھ مولوی صاحب سے ملنے چلا گیا۔

☆☆☆

ارم گھر میں اسکول کے بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی تھی۔ فرید بہت خوش گوار موڈ میں گھر میں داخل ہوا اور ارم نے اس کے دلکش چہرے پر خوشی کے رنگ دیکھے تو خود بھی مسکرادی۔

''بہت خوش نظر آرہے ہو؟'' وہ قریب رکھی کرسی پر آ کر بیٹھا تو ارم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں میں بہت خوش ہوں' آج میرا سارا قرضہ اُتر گیا ہے اور میں ہلکا پھلکا ہوگیا ہوں۔''

''بہت بہت مبارک ہو تمہیں۔'' ارم کو بھی دلی خوشی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے قرضہ کا بوجھ اُتر گیا تھا۔ اب وہ بے فکری سے اپنے اور اس کے مستقبل کے بارے میں کچھ سوچ سکتا تھا۔

''شکریہ ارم! بس دعا کرو دلیر خان صاحب اسی طرح میرے کام سے خوش رہیں۔ وہ بہت بھلے آدمی ہیں۔ لاکھوں کا کاروبار ہے اور غرور ایک پیسے کا بھی نہیں ہے ان میں..... صرف تین بار میں نے ان کا مال ان کے ''بائرز شاپ'' پہ پہنچایا ہے اور انہوں نے مجھے ڈیڑھ لاکھ روپیا دیا ہے۔ ایک چکر کے پچاس ہزار روپے۔ کہہ رہے تھے۔

''برخوردار! تمہاری ایمان داری کی قیمت ہے۔ تم نے بنا ہمارے مال میں ڈنڈی مارے مال صحیح جگہ تک پہنچایا ہے ورنہ پہلے جو تین' چار ملازم رکھے تھے۔ سب حرام خور اور چور تھے۔ راستے میں ہی کارٹن میں سے مال اڑا لیتے تھے لیکن تم نے پوری ایمان داری کے ساتھ ہمارا مال پورا مطلوبہ جگہ تک پہنچایا ہے۔ آج سے تمہاری نوکری پکی ہے اور اگلے کام پر تمہیں پورے پانچ لاکھ دیئے جائیں گے اور انعام کی رقم اس کے علاوہ ہوگی۔'' فرید نے حرف بہ حرف دلیر خان کی بات اس کے گوش گزار کردی۔ ارم کو یک لخت تشویش لاحق ہوگئی۔ اتنا پیسہ تو کوئی نہیں لٹاتا ایک ملازم پر..... مال کی قیمت سے زیادہ ملازم کی تنخواہ کیسے ہوسکتی ہے اور انعام بھی اتنا زیادہ۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ ارم نے سوچا اور اس خدشہ کا اظہار فرید سے کردیا۔

''فرید! محتاط رہنا محض مال ایمان داری سے مطلوبہ مقام پر پہنچانے کی اتنی بڑی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی۔ اس کام کی تو ماہوار تنخواہ بھی پانچ' سات ہزار روپے سے زیادہ نہیں دیتے لوگ اور یہ تمہیں ڈیڑھ

لاکھ دے چکے ہیں؟ مال اور معاملہ میں ضرور گڑبڑ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔ یہ دو نمبر کام کرنے والے ایسے ہی پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں اپنے کام کے آدمیوں پر..... ان کی مجبوریوں اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے اور پھر وہ بے چارے ان کا کام چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑ سکتے۔ ایسا کرنے کی کوشش میں انہیں دنیا چھوڑنی پڑ جاتی ہے۔ تم بھی اچھی طرح جانچ پڑتال کرلو۔ میری مانو تو یہ نوکری چھوڑ دو۔''

''تم نے خوف زدہ اور پریشان کردیا ہے ارم۔'' فرید نے سنجیدہ اور فکرمند لہجے میں کہا۔ واقعی ان خطوط پر تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ارم بالکل صحیح کہہ رہی تھی۔

''میرا مقصد تمہیں خوف زدہ اور پریشان کرنا نہیں تھا۔ خبردار کرنا تھا۔ تم اپنے طور پر پتا لگانے کی کوشش کرو کہ یہ دلیر خان اصل میں ہے کون اور اس کا اصل کاروبار کیا ہے۔ کہیں کوئی دہشت گرد تو نہیں ہے؟'' ارم نے سنجیدگی سے کہا۔

''یار! کیوں ڈرا رہی ہو؟ ایسا ہے تو میں کل ہی نوکری چھوڑ دوں گا۔ کہہ دوں گا رات میں کام مجھ سے نہیں ہوتا اور میرے گھر والوں کو میری پارٹ ٹائم جاب پسند نہیں ہے یا کوئی اور بہانہ بنادوں گا۔'' فرید نے پریشانی کے عالم میں اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا۔

''لیکن بہت ہوشیاری سے..... ان کا دھیان بھی اس طرف نہ جائے کہ تمہیں ان پر شک ہوگیا ہے ان کے کاروبار کی اصلیت کا علم ہوگیا ہے۔'' ارم نے مدبم آواز میں صلاح دی۔

''اور اگر سب ٹھیک ہوا تو؟''

''تو سجدہ شکر ادا کرنا۔'' ارم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہوں!'' وہ سر ہلا کر بولا۔

☆.....☆.....☆

''مس! پاکستان کا قومی پھل کون سا ہے؟'' ارم کے ایک شاگرد نے سوال کیا تو ارم سے پہلے ہی فرید بے ساختہ بول پڑا۔

''صبر کا پھل۔''

''اور قومی لباس؟''

''کفن!'' فرید بولا تو ارم نے اسے ابرو چڑھا کے دیکھا۔

''قومی کھیل؟'' بچہ فرید کے جواب نوٹ بک پر لکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا اور وہ مزے سے بتا رہا تھا۔

''خودکش حملہ۔''

''جی سر! قومی کھیل خودکش حملہ؟'' تیسری جماعت کا طالب علم حیرت سے فرید کا چہرہ تکنے لگا۔

''ہاں تو اور کیا! یہی کھیل تو کامیابی کے ساتھ اس ملک میں جارہی ہے۔ کرکٹ' ہاکی میں تو اپنی ٹیم بُری طرح ناکام رہی اور یہ بھی سن لیں آپ سب کہ ہمارا قومی فیشن ہے ''مذاکرات'' یعنی یہ مذاق' رات کو ہوتا ہے اور صبح ایک نئی پالیسی' مہنگائی کی نئی تھیوری ہمارے سامنے رکھ دی جاتی ہے اور ہم یعنی بے چارے عوام مہنگائی اور مفاد پرستی کے سامنے ہاتھ جوڑ کے سر جھکانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔''

''سر! یہ تو بہت زیادتی ہے نا!'' دوسری طالبہ ملیحہ نے کہا۔

''ہے تو.....!'' فرید نے کندھے اُچکائے۔

''دعا کریں' اللہ ہم پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔'' ارم نے کہا تو سب نے دل سے آمین کہا جب کہ فرید کہنے لگا۔

''ہماری دعا یہ نہیں ہے بلکہ ہماری قومی دعا یہ ہے کہ ''یا اللہ! بجلی آجائے۔''

''یہ تو حقیقت ہے سر! بجلی جتنی دیر کے لیے آتی

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com Digitized by Google

ہے اس سے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں بھی بجلی ہے۔ نظر کم کم آتی ہے تو کیا ہوا؟ ہم اس جدید ایجاد سے واقف ہیں اور مستفید بھی ہو جاتے ہیں کبھی کبھار....." ملیحہ نے ان دونوں کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ہنس کر بولا۔

"تو اس خوشی میں نعرہ ہو جائے "پاکستان..... زندہ باد۔" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"نہیں! پاکستان سے زندہ بھاگ۔" فرید نے تصحیح کی۔ سب ہنسنے لگے۔ ارم نے فرید کو دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"فرید! یہ کیا کہہ رہے ہو؟ بچوں کو الٹی سیدھی معلومات کیوں دے رہے ہو؟ کچھ اچھا بتاؤ ورنہ انہیں بھی اپنے وطن سے پیار نہیں رہے گا۔ ہر کوئی بے زار رہے گا اور ملک چھوڑ کے جانے کو تیار رہے گا۔"

"ہاں تو اس میں برائی کیا ہے؟" فرید نے بے نیازی سے سوال کیا۔ "اس ملک میں اب رکھا ہی کیا ہے؟ مجھے اگر موقع ملا تو میں تو پاکستان چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔"

"پاکستان تمہارا دیس ہے۔ تم کیسے اپنے ملک کو چھوڑ کے جا سکتے ہو؟"

"کیوں..... کیوں نہ جاؤں میں یہاں سے.....؟"

"فرید! مجھے ایک بات بتاؤ۔ اپنے کھیت میں کیڑے پڑ جائیں تو کیا کرو گے؟ کھیت تباہ کر دو گے' بیچ دو گے؟ نہیں نا! دوا کا چھڑکاؤ کرو گے نا کیڑے مارنے کے لیے.....! ہم پاکستان کو اپنے کھیت کو پیار کا بیج' محبت کی کھاد ڈال کر اس میں خلوص و ایمان داری کا ہل چلا کر پھر سے ہرا بھرا کر سکتے ہیں۔" ارم نے سنجیدگی اور رسان سے اسے سمجھایا تو سب طلباء نے ایک ساتھ کہا۔

"بالکل کر سکتے ہیں اور ہم کریں گے۔ ہم اپنے پاکستان کو پھر سے ہرا بھرا کریں گے۔ خوشیوں کا گہوارہ بنائیں گے۔ ان شاء اللہ!"

"ان شاء اللہ!" ارم کے لب ہلے۔

☆☆☆

فرید کو صابن اور شیمپو سے بھرے کارٹن مختلف دکانوں پر پہنچانے کی ڈیوٹی سونپی گئی تھی اور یہ کام شام چھ بجے سے رات نو بجے تک کرتا۔ ارم کی باتیں اس کے دل و دماغ کو ہلا گئی تھیں۔ واقعی اگر کوئی غیر قانونی دھندہ ہو رہا تھا یا ان بند ڈبوں میں دہشت گردی کا کوئی سامان مہیا کیا جا رہا تھا تو یہ بہت خطرناک کھیل تھا' جس میں وہ انجانے میں پھنس چکا تھا۔

مگر میں نے جگہوں پر مال پہنچایا تھا وہاں تو کسی قسم کی کوئی دہشت گردی نہیں ہوئی' کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہیں آیا۔" فرید نے سوچا۔

"ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں چیک کر رہے ہوں' تین چار بار صحیح مال بھیجا ہو تاکہ تمہیں ان کی نیت پر شک نہ ہو اور اچانک کسی دن وہ کوئی بم رکھ کر تمہیں حسب معمول بھیج دیں' تمہیں پتا بھی نہ چلے اور وہاں دھماکا ہو جائے۔" فرید کے دماغ نے کہا تو فرید نے گہرا سانس لیا اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ جیسے اللہ سے راہنمائی اور مدد مانگ رہا ہو۔

"مجھے چوکنا رہنا ہوگا' اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھنے ہوں گے۔ کچھ بھی ہو میں کوئی غلط کام ہرگز نہیں کروں گا۔ اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں یہاں خوش نہیں ہوں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں اپنے وطن کو نقصان پہنچانے والوں کا ساتھ دینے لگوں۔ پاکستان نے مجھے کچھ اور دیا ہو یا نہ دیا ہو' اپنی الگ شناخت اور پہچان اور بے خوفی سے سانس لینے کی آزادی ضرور

دی ہے اور اس آزادی کا کچھ قرض ہے مجھ پر.....! میں اپنے وطن کی آزادی کے دشمنوں کا ساتھ کبھی نہیں دوں گا بلکہ انہیں ان کے انجام تک پہنچانے کی کوشش کروں گا ان شاء اللہ!" فرید نے اپنے دل میں یہ عہد مصمم کیا اور صابن فیکٹری چلا آیا پھر چپکے سے دلیر خان کے دفتر کے عقبی حصہ کی طرف آ گیا۔

"ہم نے فرید کو اپنے کام کے بارے میں بھنک بھی نہیں پڑنے دی' بس وہ اسی طرح صابن اور شیمپو کے ڈبے دکانوں پر پہنچاتا رہے گا اور اچانک کسی ڈبے میں بم دھماکا ہوگا جو سیکڑوں لوگوں کو لقمۂ اجل بنا دے گا۔ ہاہاہا.....! بے چارہ فرید.....! ہزاروں روپے پا کر بہت خوش ہے۔ پیسہ بڑے بڑوں کا دماغ خراب کر دیتا ہے اور مفلس اور مجبور انسان تو پیسے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔" یہ دلیر خان کی آواز تھی۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ فرید کے پیروں تلے سے زمین کھینچ کر لے گیا تھا۔

"ارم نے صحیح کہا تھا یہ تو واقعی دہشت گرد ہے اور میرے ہاتھ میرے ملک کے معصوم لوگوں کے خون سے رنگنا چاہتا ہے۔ اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو موت کے منہ میں نہ دھکیل دیا تو فرید نام نہیں میرا۔" فرید نے دل میں کہا اس کے کان دلیر خان کی آواز پر لگے تھے۔ اس کا منیجر امجد خان اس کے دھندے سے واقف تھا اور اسی سے اس وقت دلیر خان محو گفتگو تھا۔

"اور اگر فرید کو پتا چل گیا کہ ہم اس سے کیا کام کروانا چاہتے ہیں تو.....؟" امجد خان نے پوچھا۔

"تو فرید کا کام تمام کر دیا جائے گا۔"

"ہوں! وہ جاب چھوڑنے کی بات کر رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ شہر کے حالات ٹھیک نہیں رہتے' اس لیے ماں پریشان ہو جاتی ہے۔ اکیلی ہوتی ہے اس لیے ڈرتی رہتی ہے میرے لیے۔" امجد خان نے بتایا۔

"جتنا پیسہ ہم نے اسے دیا ہے' وہ سال بھر میں بھی نہیں کما سکتا۔"

"خیر باس ایسا تو نہیں ہے' اچھی خاصی نوکری ہے اس کے پاس چھ ماہ میں لاکھ سے اوپر کماتا ہے۔" امجد خان نے معلومات دیتے ہوئے کہا تو بھڑک کر بولا۔

"تو اسے یہ نوکری کیوں دی؟ ہمیں ایسا نوجوان چاہیے جو غربت کے ہاتھوں تنگ ہو اور اپنے وطن سے بے زار ہو۔ وہ ہمارا کام فوراً کرے گا۔ فرید پر اتنا پیسہ ہم نے اس لیے نہیں خرچ کیا کہ اس کی ماں کی ذرا سی پریشانی کی وجہ سے برباد کر دیں۔ پرسوں ہر صورت میں دھماکا ہونا چاہیے' اس کے بعد فرید کو فارغ کر دینا اور کچھ رقم بھی دے دینا مگر اسے بھنک بھی نہ پڑے کہ جو ڈبے تم اسے دے رہے ہو' ان میں سے کسی ایک میں بم ہے' سمجھے....."

"سمجھ گیا باس.....!" امجد خان کی آواز پر فرید دبے پاؤں واپس پلٹ گیا۔

"کیا کرنا چاہیے مجھے.....؟" وہ گھر آ کر بھی اس مسئلہ پر دماغ کھپا رہا تھا' خود سے سوال جواب کر رہا تھا۔

"پیسہ جیب میں رکھو اور ہو نے دو دھماکا.....! تم نے ٹھیکہ تو نہیں لے رکھا لوگوں کی زندگیاں بچانے کا؟" شیطان بہکانے پر آمادہ تھا۔ فرید نے الجھ کر سر جھٹکا اور اپنے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "فرید! کیا تم ایسا کر سکو گے؟ تم نے کبھی سوچا ہے کہ تم اگر کسی بم دھماکے میں مارے جاؤ تو کیا ہوگا تمہاری ماں کا' کیسے سنبھالیں گی تمہاری بہنیں خود کو.....؟ ضمیر نے فرید کو کچوکے لگانا شروع کر دیئے۔ "لیکن اگر دلیر خان یا اس کے کسی آدمی کو مجھ پر شک ہو گیا تو بھی تو یہ سب ہوگا ہی۔" وہ بآواز بولا۔

"انسان کی نیت نیک اور ارادہ مضبوط ہو تو وہ کبھی

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

ناکام نہیں ہوگا اور تم کیا چاہتے ہو تھوڑے سے پیسوں کے لیے یا اپنی ماں کی خوشی کے لیے سیکڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتارنا' تم کو ایک مسلمان اور پاکستانی کی حیثیت سے زیب دیتا ہے؟ اسلام نے ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے اور تم سیکڑوں بے گناہوں کو مارنے جارہے ہو۔ ان کے مرنے سے ہزاروں افراد بے موت مرجائیں گے۔ کتنے گھروں کے چراغ گل ہوں گے' کتنے گھروں کے چولہے ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور نجانے کتنی سہاگنیں بیوہ ہوں گی' کتنے بچے یتیم اور بے سہارا ہوجائیں گے؟ صرف اور صرف ایک بم دھماکے سے......! جو تم کرنے جاؤ گے۔ کیا تم ایک مسلمان ہوکر اپنے مسلمان بھائی کا ناحق خون کرسکو گے...... کیا تم اپنے ہم وطنوں کی جان لے سکو گے؟"

"نہیں! میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گا۔ چاہے اس کے لیے میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ یہ بم دھماکا ہوگا' ضرور ہوگا لیکن کہاں......؟ یہ میں طے کروں گا۔" فرید نے اپنے ضمیر کی آواز پر تڑپ کر باآواز بلند کہا۔ ارم نجانے کب اس کے کمرے میں آئی تھی۔ اس کی بات سن کر پریشان ہوگئی۔

"فرید! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" فرید نے دیکھا چمپئی رنگ والی ارم ہراساں سی اسے تکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ لمحہ بھر کو فرید کے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید اس بم دھماکے کی وجہ سے اسے اپنی محبت' اس سندری لڑکی کو بھی کھونا پڑے مگر ساتھ ہی یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوگئی کہ وہ کتنی لڑکیوں کا سہاگ اُجڑنے سے بچالے گا۔ ایسے میں اگر اس کی جان بھی جاتی ہے تو یہ سودا بُرا تو نہیں ہے۔

"فرید! ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا کیا؟" ارم نے اسے اپنی جانب یوں محویت سے تکتے پایا تو سراسیمگی کے عالم میں پوچھا۔ وہ چونک گیا اور ذرا سا مسکرا دیا۔

"تمہارا اندازہ درست نکلا ارم۔"

"مطلب......؟"

"دلیر خان دہشت گردوں کے ایک گروہ کا سرغنہ ہے۔"

"اوہ میرے خدا۔"

"تم گھر میں کسی سے بھی اس بات کا ذکر مت کرنا۔ وہ لوگ مجھ سے بم دھماکا کروانا چاہتے ہیں۔ میرے ہی ہاتھوں میرے ہم وطنوں کا خون کروانا چاہتے ہیں لیکن میں ان کے ناپاک عزائم خاک میں ملادوں گا۔" فرید نے اس کے چہرے پر پھیلی حیرت اور دہشت کو دیکھتے ہوئے مدھم آواز میں کہا تو وہ کانپتی آواز میں اٹک اٹک کر پوچھنے لگی۔

"ک...... کیا کرو...... گے تم......؟"

"ان کا ہتھیار ان ہی کے خلاف استعمال کروں گا۔" فرید نے پُرسوچ انداز میں جواب دیا۔

"کیسے......؟ تمہاری جان کو خطرہ ہوسکتا ہے فرید!"

"خطرہ بہت ساری جانوں کو ہے ارم! اور میں ان سب کو بچانے کی پوری کوشش کروں گا۔ ان دہشت گردوں کو اپنے وطن میں دہشت گردی کا یہ گھناؤنا کھیل مزید نہیں کھیلنے دوں گا۔" فرید نے پُرعزم اور بے خوف لہجے میں کہا۔

"فرید! تم اکیلے کیسے کرو گے یہ سب۔ ایسے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔" ارم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پریشانی سے کہا۔

"جانتا ہوں مگر میں اپنا فرض ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان دہشت گردوں پر ثابت کردینا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے۔ مانا کہ یہاں بہت مسائل ہیں۔ مگر یہ سب تو ہمارے حکمرانوں کی غلطی ہے نا کہ اگر دہشت گردی کی آگ یہاں سلگ رہی ہے تو اسے بجھانے کے لیے بھی تو ہم عوام کو ہی کوشش کرنا ہوگی! میرے کچھ کرنے سے چاہے یہ آگ مکمل طور پر نہ بجھ سکے' مگر میرا دل اور ضمیر تو مطمئن ہوگا کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ کوشش کی' قیامت کے روز روحِ قائدِ محمد علی جناحؒ کے سامنے مجھے شرمندہ تو نہیں ہونا پڑے گا!" فرید نے سنجیدہ اور مدلل انداز میں جواب دیا۔ اس لمحہ ارم کو فرید پر بے حد فخر محسوس ہورہا تھا۔

"تم تو ہر وقت پاکستان کی بُرائی کرتے تھے' اس کے خلاف بولتے تھے فرید! پھر یہ حب الوطنی کیسے جاگ اٹھی؟"

"ارم! میں پاکستان سے نہیں بلکہ اس ملک میں پھیلی برائیوں اور ناانصافیوں کے خلاف' فسادات کے خلاف بولتا رہا ہوں ہمیشہ۔ تم پلیز میری حب الوطنی پر شک مت کرو۔ میں وطن سے پیار کرتا ہوں' اسی لیے اس میں پھیلی برائیوں اور فسادات پر جلتا کڑھتا ہوں۔ دکھی ہوتا ہوں۔" فرید نے سچائی سے کہا تو وہ بے اختیار بولی۔

"یہ سب جاننے کے بعد تو میرے دل میں تمہاری محبت اور بھی بڑھ گئی ہے۔"

"اوہو جی! شکر ہے اس بہانے تم نے یہ تو تسلیم کیا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" فرید نے شوخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سٹپٹا گئی پھر فوراً ہی سنبھل کر بولی۔

"ہاں جیسے تمہیں تو خبر ہی نہیں تھی نا پہلے......!"

"خبر تو تھی مگر تمہاری زبان سے سن کر بہت اچھا لگا۔" وہ اسے چاہت سے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ یک دم سنجیدہ ہوگئی۔

"فرید! تم اب کیا کرو گے؟ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہوگیا تو میرا کیا ہوگا؟" وہ خدشوں میں گھری پوچھ رہی تھی۔

"تمہارا "بیاہ" ہوگا اور کیا ہوگا؟"

"بکومت! میں صرف تمہاری دلہن بنوں گی۔"

"اچھا! واقعی پھر سے کہو۔" فرید نے شوخ و شریر لہجے میں کہا تو وہ اپنی بے اختیاری پر شرمندہ سی ہوگئی۔ فرید کو اس کا یہ بے اختیارانہ اظہارِ محبت بہت اچھا لگ رہا تھا اور اس پر وہ لجائی' شرمائی سی اس کے دل میں اُتری جارہی تھی۔

"جاؤ میں نہیں بولتی تم سے۔" وہ مصنوعی خفگی سے رُخ پھیر کر بولی۔

"سوچ لو! اگر میں زندہ واپس نہ آسکا تو......"

"فرید! اللہ نہ کرے۔" ارم نے تڑپ کر اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ اس کی یہ تڑپ اور بے قراری فرید کی روح تک کو شاداب کررہی تھی۔

"بہت پیار کرتی ہو نا مجھ سے! تمہارا یہ پیار میری طاقت بن کر دشمن کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنانے میں میری مدد کرے گا۔ دعا کرنا اللہ مجھے کامیاب کرے۔"

"آمین!" ارم نے صدق دل سے کہا۔

"لیکن مجھے کیسے پتا چلے گا کہ تم کہاں ہو؟ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے فرید!"

"جو ڈر گیا وہ مرگیا اور ارم ڈیئر! میں ڈر کر مرنا نہیں چاہتا۔ کچھ اچھا کر کے مرنا چاہتا ہوں۔ رہی بات کہ پتا کیسے چلے گا تو تم ٹی وی آن کرلینا۔ بم دھماکا اگر مارکیٹ میں ہوا تو سمجھ لینا کہ میں ناکام ہوگیا اور اگر......" وہ کہتے کہتے رک گیا۔ ارم نے الجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"بس ٹی وی آن رکھنا اور دعا کرتی رہنا' میری کامیابی کے لیے۔" فرید یہ کہہ کر رُکا نہیں تھا۔ ارم نے اپنے خوف سے دھڑکتے دل پر بمشکل قابو پایا۔

......☆☆☆......

Scan & PDF
IJAZ AHMED
Friends Korner.com

ایک انسان اور ایک خاندان سے بڑھ کر بہت سے انسان اور ان سے جڑے خاندان ہیں‘ جنہیں بچانا میرا مقصد ہے۔ اب میں‘ میرا خاندان اگر اس نیک مقصد میں کام آ جائے تو کوئی پروا نہیں۔‘‘ فرید نے دل میں کہا‘ اس نے بڑی مہارت سے کارٹن بدل دیئے تھے۔ امجد خان نے جو کارٹن اسے دیئے تھے‘ ان میں سے ایک میں بم تھا اور فرید نے اس کے دیئے کارٹن دلیر خان کے دفتر کے میٹنگ روم میں چھپا دیئے تھے‘ جہاں آج دلیر خان اور اس کے ساتھیوں نے جمع ہونا تھا۔ بم دھماکے کا جشن منانے کے لیے۔

’’چودہ اگست! جشن آزادی کا تحفہ ہم پاکستانیوں کو دے رہے ہیں اور ہم اس آزادی کا جشن مل کر منائیں گے‘ اپنے پسندیدہ مشروب کے ساتھ۔ ہاہاہا......!‘‘ دلیر خان کے الفاظ فرید کے کانوں میں گونج رہے تھے اور وہ اللہ سے دعا مانگ رہا تھا کہ اس کے ہاتھوں کسی بے گناہ کی جان نہ جائے۔ وہ امجد خان کے سامنے مطلوبہ مارکیٹ کی طرف آ گیا تھا۔ مارکیٹ پُرہجوم تھی۔ دہشت گردوں نے بہت سوچ سمجھ کر اس جگہ کا انتخاب کیا تھا‘ جہاں زیادہ سے زیادہ انسانی جانوں کو لقمۂ اجل بنایا جا سکے۔ فرید کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اسے یہ خیال بھی پریشان کر رہا تھا کہ اگر اس کی تمام تر منصوبہ بندی اور احتیاط کے باوجود بم انہیں ڈبوں میں ہوا اور دھماکا ہو گیا تو کیا ہوگا...... وہ مطلوبہ دکان پر پہنچ گیا تھا۔ حسب سابق کارٹن دکان دار کے حوالے کیے۔ دکان دار نے اسے ٹھنڈا پلانے کے لیے روک لیا۔

اس سے فرید کی اچھی سلام دعا ہو گئی تھی۔ فرید کو گرمی بھی لگ رہی تھی۔ اس لیے انکار نہیں کیا اور اس کے پاس دکان میں ہی بیٹھ کر کولڈ ڈرنک پینے لگا۔ یوم آزادی کی آمد قریب تھی‘ جس کی وجہ سے بازار میں قومی پرچم اور جھنڈیوں کے علاوہ دیگر سجاوٹی اشیاء کی خرید و فروخت جاری تھی۔ بازار میں جگہ جگہ سبز ہلالی پرچم لہرا رہے تھے۔ قومی نغمے فضا میں گونج رہے تھے۔

’’ملک دشمن ان خوشیوں اور رونقوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ان شاء اللہ! وہ اپنے ناپاک ارادوں میں ضرور ناکام ہوں گے۔‘‘ فرید نے دل میں کہا‘ اس کے کانوں میں ملی نغمہ گونج رہا تھا جو برابر والی دکان پر دکان دار نے لگا رکھا تھا۔

’’ہے اپنے وطن سے پیار ہمیں ہم گیت اسی کے گاتے ہیں
ہم اسی کے نام سے دنیا میں پہچانے جاتے ہیں
ہے اپنے وطن سے پیار ہمیں......
ہے اپنے وطن سے پیار ہمیں......‘‘

سلیم کہنے لگا۔

’’فرید بابو! جب تک ہم اس ملک سے پیار کرتے رہیں گے‘ تب تک پاکستان کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔‘‘

’’ان شاء اللہ!‘‘ فرید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ’’سلیم بھائی ٹی وی تو آن کریں۔‘‘

’’ابھی لیجیے فرید بابو! اب تو آئے روز حادثات کی خبر آ رہی ہوتی ہے۔ ہر روز کتنے بے گناہ مارے جاتے ہیں۔ اللہ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہماری قوم پر ہمارے پاکستان پر اپنا کرم فرمائے۔‘‘

’’آمین۔‘‘ فرید نے کہا۔ وہ بہت بے چینی سے خبروں کے چینل ڈھونڈ رہا تھا۔

’’اگر بم دھماکا ادھر ہی ہوا تو...... نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ اگر میں ان لوگوں کو مرنے سے نہیں بچا سکا تو مجھے بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں بھی ادھر ہی ان سب کے ساتھ اپنی جان دے دوں گا۔‘‘ فرید نے دل میں خود سے کہا اور خبروں کا چینل دیکھنے لگا کہ کہیں تازہ بم دھماکے کی خبر آ رہی ہے کہ نہیں۔ وہ

کیا آپ جانتے ہیں بدلے کا دن کون سا ہے
جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا دن فرمایا؟
قیامت کی نشانیاں کیا ہیں؟ دجال کون ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام
کا نزول کب ہوگا؟ ان سب کا جواب
معروف مفسر قرآن پاک کے طالب علم
مشتاق احمد قریشی کی تازہ پر مغز تحقیق

ملکِ یومِ الدین
شائع ہو گئی

یہ کتاب ان تمام لوگوں کیلئے ہے جو کسی وجہ سے قرآن حکیم کی
مکمل تفسیر نہیں پڑھ سکے۔ قیامت کے حوالے سے انسانی ذہن میں
ابھرنے والے ہر سوال کا مفصل جواب آپ کو اس کتاب میں ملے گا

اسلامی کتب خانہ الحمد مارکیٹ غزنوی روڈ اردو بازار لاہور۔ 0423-7116257
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز، 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 0213-5620771/2

Scan & PDF FIAZ AHMED Kitab Korner.com
Digitized by Google

جانتا تھا کہ اگر بم دھماکا مارکیٹ میں نہ ہوا اور وہاں بھی نہ ہوا جہاں وہ امجد خان کا دیا مال بم چھوڑ آیا تھا تو ہر دو صورتوں میں دلیر خان اور اس کے آدمی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اگر ان میں سے کوئی زندہ بچ گیا تب بھی وہ اسے مارنے کی کوشش کرے گا کیونکہ مال تو وہی سپلائی کر رہا تھا۔ چاہے بے خبری میں ہی سہی۔

☆☆☆

ارم کب سے ٹی وی آن کیے بیٹھی تھی اور درود پاک پڑھ پڑھ کر فرید کی کامیابی اور سلامتی سے واپسی کی دعا مانگ رہی تھی۔

''آج ٹی وی پہ کوئی خاص پروگرام آنا ہے' جو سب کام چھوڑ کے ٹی وی کے سامنے بیٹھی ہو؟'' زلیخا بیگم نے ڈانٹنے والے انداز میں ارم سے سوال کیا۔

''جی امی! بہت خاص پروگرام آنا ہے۔''

''تو خبروں کا چینل کیوں لگا رکھا ہے؟ یہاں تو وہی روز کی خبریں ہی ہوں گی آج فلاں جگہ فائرنگ میں اتنے لوگ مارے گئے' فلاں شہر میں بم دھماکے میں سیکڑوں لوگ جاں بحق ہوگئے۔ مہنگائی اور بے روزگاری کے ہاتھوں تنگ ماں باپ نے یا بچوں سمیت خودکشی کرلی یا بچے بیچنے بازار چلے آئے۔ یہ اس آزاد اسلامی ملک کے حالات ہیں۔ یہاں تو ایک ایک سانس مقروض اور غیر محفوظ ہے۔ فرید ٹھیک ہی تو کہتا ہے اس ملک میں اب رکھا ہی کیا ہے؟'' زلیخا بیگم بولنے پر آئیں تو بولتی ہی چلی گئیں۔ ارم نے اپنا سر پکڑ لیا۔

''اس کے باوجود فرید اس ملک سے' اپنے پاکستان سے پیار کرتا ہے۔ اپنی جان تک دے سکتا ہے پاکستان کے لیے' اس کے عوام کے لیے۔'' ارم نے سنجیدگی سے کہا۔

''ارے رہنے دو۔ اس میں اتنا دم کہاں؟''

''اور اگر اس نے ایسا کر دکھایا تو......''

''تو میں فوراً اس سے تیری شادی کرادوں گی۔''

''سچ!'' وہ خوشی سے چہکی۔

''آئے ہائے' کیسی چہک رہی ہے شادی کے نام پر...... کوئی لاج' شرم ہے کہ نہیں......؟ اور ایک بات بتاؤ' جب وہ پاکستان اور پاکستانیوں کے لیے اپنی جان دے دے گا تو شادی کیسے ہوگی تمہاری اس سے؟'' زلیخا بیگم نے اسے گھورتے ہوئے تیز لہجے میں کہا تو وہ ایک دم بجھ سی گئی۔

''تو امی! آپ دعا کریں نا کہ فرید خیریت سے واپس آجائے۔''

''وہ کون سا کسی محاذ جنگ پر ہے؟''

''ایسا ہی ہے امی!''

''مطلب؟'' رخسانہ بھی وہیں چلی آئیں اور بے چینی سے استفسار کیا تو ارم نے انہیں ساری بات بتادی' جسے سن کر زلیخا بیگم اور رخسانہ بیگم دونوں ہی سکتے میں آگئیں۔

☆☆☆

فرید کی نظریں ٹی وی پر جمی تھیں' جب اس کے موبائل کی بپ نے اس کی دھڑکنوں کو ہلا دیا۔ اس کے موبائل کی اسکرین پر پپو کا نام روشن تھا۔

''ہیلو......!'' فرید نے موبائل آن کرکے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

''فرید تو ٹھیک تو ہے نا؟'' دوسری جانب سے پپو کی گھبرائی ہوئی آواز اس کی سماعتوں سے ابھری۔

''ہاں یار! کیا ہوا؟ تو اتنا گھبرایا ہوا کیوں ہے؟''

''بہت بری خبر ہے' دلیر خان کی صابن فیکٹری میں دھماکا ہوا ہے اور وہ اپنے عملہ سمیت مارا گیا۔ بارہ تیرہ آدمی تھے سب ہلاک ہوگئے۔ وہ تو شکر ہے کہ فیکٹری میں کام کرنے والے جاچکے تھے مگر چوکیدار

ٹھی ہے۔ تُو وہاں شام کی نوکری کرتا ہے نا! جبھی خبر سنتے ہی مجھے تیرا خیال آیا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تُو زندہ سلامت ہے۔ تُو ہے کہاں؟'' پپو بنا رکے بولتا چلا گیا اور فرید کا دل سجدۂ شکر بجالیا۔ لبوں پر اطمینان بخش مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ادھر ہی ہوں دکان پہ سامان دینے آیا تھا' بس اب گھر جاؤں گا۔'' فرید نے سلیم کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا جو ٹی وی غور سے دیکھ رہا تھا۔

''چل ٹھیک ہے۔ تُو گھر پہنچ کے مجھے فون کردینا۔ اب صبح ملاقات ہوگی اور سُن احتیاط سے گھر کے لیے نکل! حالات پھر سے خراب ہوگئے ہیں۔'' پپو نے ہدایت دی۔

''چل ٹھیک ہے۔ میں نکلتا ہوں گھر کے لیے...... بات ہوتی ہے پھر...... او کے' اللہ حافظ۔''

فرید نے بات مکمل کرکے آف کا بٹن دبا دیا۔ ٹی وی پر صابن فیکٹری میں بم دھماکے کی خبر نشر ہو رہی تھی۔ فرید بھی خبروں کی طرف متوجہ ہوگیا۔

☆☆☆

یا اللہ! میرے بچے کو اپنی امان میں رکھنا۔'' رخسانہ بیگم نے روتے ہوئے دعا مانگی۔ ارم سے ساری بات جاننے اور ٹی وی پر دلیر خان کی فیکٹری بم دھماکے سے تباہ ہونے کی خبر سننے کے بعد ان کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔ زلیخا بیگم بھی دل تھام کر بیٹھ گئی تھیں۔ عصمت اللہ بڑی بے چینی کے عالم میں گھر سے باہر نکل گئے تھے اور گلی میں چکراتے پھر رہے تھے۔ نگاہیں فرید کے گھر کی جانب آنے والے راستے پر جمی تھیں۔ پپو بھی ادھر ہی آگیا تھا اور عصمت اللہ کو تسلی دے رہا تھا۔

''چاچا جی! فرید سے میری بات ہوئی تھی کچھ دیر پہلے' وہ بالکل خیریت سے ہے۔ بس آتا ہی ہوگا' آپ فکر نہ کریں۔''

alislampk.com
ملک کا منفرد دینی و اصلاحی رسالہ
ماہنامہ الاسلام کراچی
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیر ادارت
قیمت: 20 روپے
دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوری
روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد
خوابوں کی تعبیر: حافظ عبد القیوم نعمانی
اسلام اخوت بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' ہمیں اسے صحیح طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مد نظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔
دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق علمائے کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل
وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں
پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی
فون: 35260771/2 فیکس: 35260773
alislamkhi@gmail.com

Scan & PDF FIAZ AHMED
Friendskorner.com
Digitized by Google

"فکر کیسے نہ کروں اکلوتا بھتیجا ہے وہ میرا۔ میرے خاندان کا وارث۔ میرا سہارا ہے وہ۔ اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی' ہماری ضرورتیں اور خواہشیں پوری کرنے کے لیے...... کس چیز کی کمی تھی ہمارے گھر میں جو ہم نے فرید کو پارٹ ٹائم جاب کرنے پر مجبور کردیا؟" عصمت اللہ نے شرمندگی اور سنجیدگی سے بے کل لہجے میں کہا اور فرید کا نمبر ملانے لگے مگر فرید کا موبائل مسلسل آف جارہا تھا۔ اُدھر ارم بھی کانپتے ہاتھوں سے فرید کا موبائل نمبر ملا رہی تھی۔ مگر اس کے موبائل کے آف ملنے پر ارم کے ہاتھ پاؤں بے جان ہوئے جارہے تھے۔ دل کی دھڑکنیں جیسے رُک رُک کر چل رہی تھیں۔

"امی! فرید......" ارم نے نم آنکھوں سے ماں کو دیکھتے ہوئے کانپتی آواز میں کہا تو زلیخا بیگم کو لمحہ بھر میں احساس ہوگیا کہ ارم فرید کو کتنا چاہتی ہے۔

"کچھ نہیں ہوگا فرید کو...... تو ہے نا اس کے لیے دعا مانگنے کو...... دیکھنا ذرا سی دیر میں ہنستا بولتا گھر میں داخل ہوگا اور رخسانہ بھابی! آپ کیوں رو رہی ہیں؟ ارے آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ آپ نے اتنے بہادر بیٹے کو جنم دیا ہے' بظاہر وطن سے بے زاری کا اظہار کرتا رہتا ہے اور دل اس کا اس وطن کی مٹی سے ہی جڑا ہے۔ شہید ہو یا غازی' دونوں صورتوں میں اس نے اپنے خاندان کا نام روشن کردیا آج۔ وطن سے محبت کا حق ادا کردیا ہے ہمارے فرید نے۔" زلیخا بیگم نے پہلے ارم کو حوصلہ دیا پھر رخسانہ بیگم کو روتے دیکھ کر کہنے لگیں۔

"فرید اس مٹی کا "گمنام ہیرو" ہے۔"

"کیا واقعی...... بہت شکریہ میم!" ارم کی بات پر فرید کی وہی چہکتی آواز سب کی سماعتوں میں زیست کی نوید بن کر کھلی تھی۔ ان سب نے آواز کی سمت دیکھا۔ فرید زندہ سلامت کھڑا فاتحانہ اور دلفریب انداز میں مسکرا رہا تھا۔ اونچا لمبا' وجیہہ شکیل' فرید آج ارم کو بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

"فرید......!" ارم کی زبان سے اس کا نام ادا ہوا اور لب مسکرانے لگے۔ اسے زندہ دیکھ کر سبھی کے دل خوشی سے جھوم اٹھے۔

"جی جانِ فرید!" فرید نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے بہت مدھم آواز میں پیار سے کہا تو وہ شرما گئی۔

"فرید! میرا بچہ...... میرا لعل!" رخسانہ بیگم لپک کر اس تک پہنچیں اور اس کے چہرے کو ہاتھوں میں لے کر چومنے لگیں۔ عصمت اللہ بھی اندر آگئے تھے۔ سب کی آنکھیں خوشی اور تشکر کے آنسو بہا رہی تھیں۔ دل اور پیشانی ربّ کے حضور سجدے میں جھک گئی تھیں۔ ٹی وی اور اخبارات میں بم دھماکے کی خبریں زور و شور سے سامنے آئیں اور یہ بھی بتایا گیا کہ دلیر خان کا تعلق کسی دہشت گرد گروہ سے تھا یا اسے کسی نے دہشت گردی کا نشانہ بنا کر شہر میں خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ دونوں باتیں زیرِ بحث تھیں لیکن حقیقت کیا تھی وہ تو فرید اور اس کے گھر والے ہی جانتے تھے اور اس بات کو راز ہی رہنے دینا چاہتے تھے تاکہ ان کے لیے کوئی پریشانی نہ کھڑی ہوجائے۔ فرید نے سیکڑوں انسانوں کی جانیں بچائی تھیں۔ وہ اس قوم کا "گمنام ہیرو" تھا۔ اسے تعریف، ستائش کی تمنا تھی نہ صلہ کی خواہش۔ وہ تو اس بات سے ہی بہت خوش اور مطمئن تھا کہ اس کی ہمت اور کوشش سے اس کے ہم وطنوں کی جان بچ گئی۔ اس نے کچھ تو اس مٹی کا بیٹا ہونے کا حق ادا کیا تھا اور اس نے اب ملک سے باہر جانے کا خیال بھی دل سے نکال دیا تھا۔ وہ جتنا کما رہا تھا بہت تھا اس کی اور اس

Digitized by Google

کے گھر والوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے۔ زلیخا بیگم کو بھی اب فرید پر فخر محسوس ہورہا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ وہ زندگی میں بہت ترقی اور کامیابی حاصل کرے گا اور ان کی بیٹی ارم کو اس سے اچھا جیون ساتھی مل ہی نہیں سکتا تھا۔

......☆☆☆......

"اپنے وطن سے پیار ہمیں ہم گیت اسی کے گاتے ہیں
ہم اسی کے نام سے دنیا میں جانے پہچانے جاتے ہیں
اپنے وطن سے پیار ہمیں...... ہو ہو ہو ہو"

وطن کا گیت فضا میں گونج رہا تھا۔ ارم اور فرید گھر کو خوب صورت جھنڈیوں اور قومی پرچم سے سجا رہے تھے' ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے۔ گھر' محلہ اور شہر میں یوم آزادیٔ وطن کی تیاریاں' سجاوٹ' جھنڈیوں اور قومی پرچم سے ظاہر ہورہی تھی۔ فرید کو اس بار یوم آزادیٔ پاکستان کی سب سے زیادہ خوشی تھی۔ اس کا دل اس کی روح اندر سے سرشار اور مطمئن تھی۔ اس نے ایک تجربہ سے سیکھ لیا تھا کہ اگر انسان کا عزم پختہ اور ارادہ مضبوط ہو تو وہ چٹان بھی ہلا سکتا ہے' برائی کا راستہ روک سکتا ہے۔ بس ہمت اور ارادے کی مضبوطی شرط ہے۔ عمل نیک ہو تو مدد اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

......☆☆☆......

چودہ اگست تھی اور فرید کو اللہ تعالیٰ نے اس کے اچھے کام کا بہت اچھا صلہ دیا تھا۔ اس کی ترقی ہوگئی تھی۔ تنخواہ میں بھی اضافہ ہوگیا۔ اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کے دوستوں نے آج ترقی کی خوشی میں اسے ڈنر پہ مدعو کرلیا تھا۔ وہ گھر پہنچ کر سب کو یہ خوش خبری سنانا چاہتا تھا لیکن دوستوں نے اسے روکے رکھا۔ رات کافی دیر سے وہ گھر پہنچا تھا' ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبا بھی تھا۔ جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا' کچھ

رنگارنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ

aanchal.com.pk

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

ماہنامہ نئے اُفق کراچی

مسلسل اشاعت کے 35 سال

پکار
ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنادیا تھا طویل ناول

بارھواں کھلاڑی
گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کو دنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان

قارئین کی کئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ' نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لئے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر

قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے

بزمِ سخن شعر و شاعری کا منفرد سلسلہ خوشبوئے سخن منتخب غزلیں و نظمیں' ذوق آگہی اقتباسات' اقوال زریں' احادیث وغیرہ

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

اجنبی، کچھ شناسا سا چہرے گھر سے نکل رہے تھے۔ اسے بہت حیرت ہوئی کہ رات کے ساڑھے گیارہ بجے یہ کون تھے اور اس وقت گھر کیوں آئے تھے۔ بائیک کھڑی کرتے ہی اس کی نظر ارم پر پڑی جو چائے کے برتن اٹھا کر کچن کی طرف جارہی تھی۔

"ارم!" فرید مٹھائی کا ڈبا ہاتھوں میں پکڑے اس کی جانب بڑھا۔ ارم نے دیکھا، فرید کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے ناراضگی کا تاثر چہرے پر سجائے باورچی خانہ میں داخل ہوئی۔ فرید بھی اس کے پیچھے ہی چلا آیا۔ "ارم.....! کیا ہوا ارم!" ارم غصے سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"یہ کوئی وقت ہے گھر آنے کا..... کچھ احساس ہے تمہیں کہ گھر میں کیا ہوا ہے آج؟"

"گھر کا تو نہیں پتا..... ہاں دفتر کا بتا سکتا ہوں کہ آج دفتر میں کیا ہوا ہے؟" وہ پُرجوش لہجے میں بولا۔

"کیا ہوا ہے؟"

"پہلے تم مٹھائی کھاؤ۔" فرید نے مٹھائی کا ڈبا کھولتے ہوئے کہا۔

"مٹھائی میں کھا چکی ہوں۔ فریج میں بہت رکھی ہے اور یہ باسکٹ دیکھ رہے ہو؟ بھری ہوئی ہے۔" ارم نے میز پر رکھی مٹھائی کی ٹوکری کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں مگر کیوں؟ اوہ! لگتا ہے میری ترقی کی خبر مجھ سے پہلے ہی گھر پہنچ گئی۔ آئی ایم سوری! دوستوں نے گھیر لیا تھا، اسی لیے دیر ہوگئی۔" فرید نے خود ہی اندازہ لگاتے ہوئے معذرت کرلی۔

"ترقی مبارک ہو۔" ارم کا لہجہ بھیگ رہا تھا، آنکھیں ایک دم ہی چھلک پڑیں۔

"خیر مبارک.....! مگر تم رو کیوں رہی ہو؟"

"میری شادی طے ہوگئی ہے۔"

"کیا.....؟"

"ہاں وہ مہمان اور یہ مٹھائی کی ٹوکری اسی سلسلے میں آئی ہے۔ کل پورے محلہ میں یہ مٹھائی تقسیم کردی جائے گی۔" ارم نے سر جھکا کر روتے ہوئے بتایا۔

فرید کو تو جیسے ہزار وولٹ کا کرنٹ لگ گیا تھا۔ پل بھر کو وہ سکتے میں آ گیا۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو؟" فرید نے اسے شانوں سے پکڑ کے بے قراری سے کہا تو وہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"عید کے دوسرے دن میری مہندی ہے تیسرے دن شادی۔ یہی طے ہوا ہے۔ مٹھائی کی ٹوکری دیکھ کر بھی تمہیں یقین نہیں آرہا؟"

"نہیں.....! ایسا نہیں ہوسکتا۔ تم میری محبت ہو زندگی ہو میری تم کسی اور کی نہیں ہوسکتیں؟" فرید نے تڑپ کر بے قراری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو میں نے کب کہا کہ میں کسی اور کی ہونے جارہی ہوں؟" ارم نے بہت دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"مطلب.....؟" وہ الجھ گیا تھا۔

"مطلب میں تمہیں سمجھاتی ہوں۔" رخسانہ بیگم کی آواز پر وہ ارم کو چھوڑ کر ایک دم سے پیچھے ہٹا تھا۔ اس نے اب دیکھا ارم شرمیلے پن سے مسکرا رہی تھی۔

"امی! یہ ارم کیا کہہ رہی ہے؟ اس کی شادی طے ہوگئی؟ چھوٹی امی ایسا کیسے کرسکتی ہیں۔ میں تو بہت خوش تھا، آج میری ترقی ہوگئی ہے امی! تنخواہ بھی بڑھ گئی ہے۔ میں ارم کو ہر طرح سے خوش رکھ سکتا ہوں۔" فرید نے رخسانہ بیگم کا ہاتھ پکڑ کر بے قراری سے کہا تو زلیخا بیگم کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"اسی لیے تو ہم نے تمہاری اور ارم کی شادی طے کردی ہے۔"

"جی!" فرید کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا۔

"ہاں جی!" وہ دونوں بولیں تو ارم شرما کر وہاں سے باہر نکل گئی۔ فرید کی تو جیسے رُکی ہوئی سانس بحال ہوگئی تھی۔

"شکر الحمدللہ!" اس نے بے اختیار کلمہ شکر ادا کیا۔ "اوہ، تو یہ ارم کی بچی مجھے ستا رہی تھی۔ میں سمجھا وہ جو مہمان یہاں آئے تھے، ان کے گھر ارم کی شادی طے ہوگئی ہے۔"

"ارے جب گھر میں اتنا قابل اور ذمہ دار لڑکا موجود ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اپنی بیٹی کو غیروں میں بیاہوں؟ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔ بس اب جلدی سے تیاری کرلو۔" زلیخا بیگم نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ خوشی سے ان کے گلے سے لگ گیا پھر رخسانہ بیگم کے گلے لگ کر بولا۔

"آپ دونوں نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے۔ اللہ میاں! آپ کا شکر ہے۔ آپ بہت اچھے ہیں۔" اسی وقت آتش بازی اور ڈھول باجے کے ساتھ ملی نغموں کی آوازیں فضا میں گونجنے لگیں۔ رات کے بارہ بج گئے تھے۔ چودہ اگست کی خوش گوار ساعتیں شروع ہوگئی تھیں۔ ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔ اللہ کتنا مہربان تھا۔ وہ دینے پر آئے تو اس کی نعمتوں کے لیے انسان کا دامن تنگ پڑجاتا ہے۔ فرید کی خوشی دیدنی تھی۔ سبھی گھر والے بہت خوش تھے، ایک ساتھ ان کی زندگی میں اتنی ساری خوشیاں آئی تھیں۔ وہ اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کرتے کم تھا۔

"اچھا! تو تم یہاں کھڑی انجوائے کررہی ہو۔" فرید ارم کو ڈھونڈتا ہوا چھت پہ آ گیا۔ وہ وہیں موجود تھی اور خوشی سے مسکراتے ہوئے آزادی اور شادی کی خوشی پر رب کا شکر ادا کررہی تھی۔

"یوم آزادی مبارک ہو۔" ارم نے اس کے خوشی سے کھلتے چہرے کو دیکھتے ہوئے مبارک باد دی۔

"تمہیں بھی بہت بہت مبارک ہو، آزادیٔ وطن بھی اور شادیٔ من بھی۔" فرید نے اس کے سندر چہرے کو دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا تو وہ شرما کر ہنس پڑی۔

"بہت ظالم ہو تم۔ مجھے تڑپا کے رکھ دیا۔ صاف نہیں بتا سکتی تھیں کہ مجھ سے طے ہوئی ہے تمہاری شادی اور رو میں کیوں؟"

"وہ تو خوشی کے آنسو تھے تمہاری ترقی بھی ہوگئی اور ہماری بھی.....!"

"اچھا تو تم بہت خوش ہو۔ میرے ساتھ شادی طے ہونے پر.....!" فرید نے شرارت سے اس کی جھیل سی گہری آنکھوں میں جھانکا، وہ شرما گئی۔ "سچ کہوں! میں بھی بہت خوش ہوں۔ تمہارے سنگ یہ عمر قید اسی یوم آزادیٔ وطن کی خوشی سے کم خوش گوار نہیں ہے۔ اللہ ہمارے ساتھ کو پیار کو اور پاکستان کی آزادی اور وقار کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

"آمین!" ارم نے دل سے اس کی دعا پر کہا۔

"آؤ! اپنا پرچم لہرائیں!" فرید نے ارم کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور پاکستان کا سبز ہلالی پرچم ان دونوں نے مل کر فضا میں لہرا دیا۔ آزادی کے نغموں اور دعاؤں کی گونج میں یوم آزادی کی ایک اور نئی صبح طلوع ہونے جارہی تھی۔ صبح! جو علامت ہے امید کی..... کامیابی کی، ہمت کی اور دلیل ہے اس بات کی کہ اندھیرا کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو، اسی اندھیرے کی کوکھ سے اُجالا جنم لیتا ہے، روشنی سر اٹھاتی ہے۔ ایک نئی صبح مسکراتی ہے، آزادی کی صبح!"

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsCorner.com Digitized by Google

گھر آ ہونٹ تک

عائشہ خان

ہم جیسے تنہا لوگوں کا' رونا کیا' مسکانا کیا
جب چاہنے والا کوئی نہیں' پھر جینا کیا' مرنا کیا
سو رنگ میں جس کو سوچا تھا' سو روپ میں جس کو چاہا تھا
وہ جانِ غزل تو روٹھ گئی' اب اس کا حال سنانا کیا

مراد شاہ کے الفاظ نے فضا کو چند لمحوں کے لیے جیسے گنگ سا کر دیا تھا وہ تیزی سے پیچھے ہٹی اور کارپٹ پر ان کے قدموں میں آ بیٹھی پھر ہاتھ ان کے گھٹنوں پر رکھ دیئے۔ "اتنی بدگمانی اچھی نہیں ہوتی شاہ جی! وہ بھی ان لوگوں کے بارے میں جو آپ کو ٹوٹ کر چاہتے ہوں۔" ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے بے حد آہستگی سے کہا۔

مراد شاہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"ہاں شاہ جی! فضا نے صرف اور صرف آپ سے محبت کی ہے۔ غور سے دیکھیں' کیا آپ کو ان آنکھوں میں کسی اور کی شبیہہ نظر آتی ہے؟" وہ کہہ رہی تھی اور جانے ایسا کیا تھا اس کے لہجے اور اس کی آنکھوں میں کہ ان کی تمام تر بے یقینیوں کو خود بخود یقین آ گیا۔ ساری بے چینی پل میں ختم ہو گئی اور مسرت و سرشاری ایک کیف آگیں احساس بن کر رگ و پے میں گردش کرنے لگی۔ انہوں نے بے حد محبت کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا تھا اور اپنے برابر بٹھا لیا۔

"چلو اب جلدی سے میرا تحفہ دے دو' انتظار مشکل ہو رہا ہے۔"

"چھوڑیں شاہ جی میں کیا اور میرا تحفہ کیا!" ایک دم ہی اسے اپنی کم مائیگی کا احساس ستانے لگا۔

"نا یار! یہ ظلم مت کرنا۔ پہلی بار تو مجھے اپنی سالگرہ پر کوئی تحفہ ملنے والا ہے وہ بھی تم......" بے اختیار ہی وہ کہہ گئے۔

فضا کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ وہ کتنی ہی دیر حیران حیران نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی تھی۔ کیا اس نے صحیح سنا تھا؟ ہاں شاید اس نے یہی سنا تھا کہ مراد شاہ کا پھیکا پڑتا رنگ بھی تو یہی بتا رہا تھا۔ مگر کیوں......! والدین سے' بہن بھائیوں سے' سارہ شاہ سے کیا کبھی ان کو کوئی تحفہ نہیں ملا تھا؟ مگر اس نے تو سن رکھا تھا کہ امیر لوگ اپنی سالگرہ بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ تو پھر...... وہ جانے کب تک یونہی ورطۂ حیرت میں ڈوبی انہیں دیکھتی رہتی اگر یہ محسوس نہ ہوتا کہ مراد شاہ بے دھیانی میں کہہ تو گئے تھے مگر اب جیسے پچھتا رہے ہوں۔

"چلیں پھر جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔" اس نے فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

FARAZ AHMED & Friends Korner.com
Digitized by Google

مراد شاہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں بند کرلی تھیں۔

"شاہ جی ساری دنیا سے اچھے میرے شاہ جی! یہ لڑکی بے حد عام سی بے حد ادنیٰ سی یہ فضا شاہ بن کر خود کو کتنا خاص کتنا خوش نصیب سمجھنے لگی ہے آپ کو بتا نہیں سکتی۔ یہ آپ سے بے پناہ بے انتہا محبت کرتی ہے اتنی جتنی دنیا میں کبھی کسی نے کسی سے نہ کی ہوگی۔" اس کی بے حد دھیمی خواب آگیں آواز محبتوں کی برکھا برسا رہی تھی اور وہ اس برکھا میں بھیگتے چلے جارہے تھے۔

ریگستان سے نخلستان تک کا سفر جیسے پل میں طے ہوگیا تھا۔

کیسا انوکھا تھا یہ تحفہ دنیا کی ہر دولت اس تحفے کے سامنے ہیچ تھی۔

"شاہ جی! آپ میرے لیے اللہ کا انعام ہیں اللہ کی محبت کا بے حد خوب صورت روپ آپ جانتے ہیں میں نے آپ کو پہلی بار کہاں دیکھا تھا؟"

"نہیں......" سحر زدہ سی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"میری زندگی کا وہ دن جسے میں تاحیات فراموش نہیں کرسکتی۔ جب میری دادی کی کوئی بات کوئی جواز سنے بغیر کسی منت اور فریاد پر کان دھرے بغیر مالک مکان ہمارا سامان اٹھا اٹھا کر باہر پھینک رہا تھا میں انتہائی بے بسی کے ساتھ صحن کے ایک کونے میں سکڑی سمٹی کھڑی دھندلی آنکھوں کے ساتھ کبھی اپنے سامان کو گلی میں گرتے دیکھتی تھی اور کبھی روتی اور منتیں کرتی دادی کو جن کا بوڑھا جسم کانپ رہا تھا اور وہ جانے کیسے اپنے قدموں پر کھڑی تھیں۔ میرا دل رنج و غم سے جیسے پھٹنے کو تھا۔ اس قدر ذلت اور ایسی بے بسی پہلی بار مجھے اللہ سے شکوہ ہوا تھا اور پلک جھپکنے سے بھی پہلے میرے اللہ نے یہ شکوہ دور کردیا تھا۔ آپ کسی فرشتے کے مانند وہاں آئے اور دادی کے بندھے ہاتھوں کو تھام لیا تھا۔ انہیں اپنے کندھے کے ساتھ لگاتے ہوئے سارا سامان اندر رکھوایا اور چھ ماہ کا کرایہ وزیر دین کو دیتے ہوئے اپنے ڈرائیور کو تاکید کی تھی کہ وہ ہر ماہ کرایہ آپ سے لے کر ہمیں پہنچایا کرے۔ آپ نے مجھ پر ایک نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی مگر میری نگاہ آپ پر سے ہٹنے کو تیار نہ تھی۔ دل وجان آپ پر قربان ہوئے جارہے تھے۔ آپ چلے گئے لیکن میرے لیے زندگی کا مفہوم بدل گئے تھے۔ آپ کی محبت آپ کی چاہت نے یوں دل میں گھر کیا تھا کہ باقی ہر فکر اور غم سے آزاد کردیا تھا۔ میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی نہ آپ کا نام نہ مقام میں تو بس یہ جانتی تھی کہ دنیا میں دادی کے بعد اگر کسی کو اپنا سمجھنے لگی تھی تو وہ آپ تھے کسی کے بارے میں سوچتی تھی تو وہ آپ تھے کسی سے محبت کرتی تھی تو وہ آپ تھے۔" وہ کھوئی کھوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

مراد شاہ نے بے یقینی کے ساتھ شدت سے اسے دیکھا۔ ان کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ اک نوکھا سا کیف اور سرشاری انہیں بے خود کیے دے رہی تھی۔ محبت کے بے شمار رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ محبت کے اسرار اور رموز سمجھنے کے لیے اک عمر درکار ہوتی ہے اور ایک عمر کے بعد بھی انسان شاید اسے پوری طرح سمجھ نہیں پاتا۔ کبھی انسان محبت کرتا ہے اور سب کچھ لٹانے پر تل جاتا ہے۔ جواب میں محبت ملے پزیرائی ہو نہ ہو ایسے میں محبوب محبت کے لیے وہ مدار ہوتا ہے جو اگر کھو جائے تو کائنات کی ہر خوشی ہر دلکشی اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔ لیکن کبھی انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ہو جو اسے چاہے جو اس سے محبت کرے جس کے لیے وہ پوری دنیا سے اہم ہو جس کی تمام خواہشوں...... اور خوشیوں کا وہ محور ہو۔

خواہش اور طلب کے سی لمحے میں مراد شاہ کو فضا ملی تھی جس کی سنگت اور پیار نے زندگی کے ہر رنگ کو ہر انداز کو بدل کر رکھ دیا تھا۔

وہ صبح ان کی زندگی کی بے حد سہانی اور یادگار صبح تھی۔

جب ان کی آنکھ کھلی تو وہ جائے نماز پر بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت کررہی تھی۔ آسمانی رنگ کے دوپٹے میں لپٹا اس کا صبیح چہرہ عجیب سی دلکشی لیے ہوئے تھا۔ کچھ دیر پہلے اس نے بے حد پیار سے انہیں نماز کے لیے اٹھایا تھا۔ وہ نماز پڑھتے تو تھے لیکن باقاعدگی سے نہیں پھر اس وقت نماز کا ٹائم بھی کم تھا اس لیے اگلے دن سے باقاعدگی سے نماز پڑھنے کا ارادہ کرکے اس پر محبت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ مگر پھر نیند نہیں آئی تھی۔ انہیں بے شمار ایسی صبحیں یاد آئی تھیں جب ان کی شدت سے خواہش ہوتی کہ سارہ ان کے لیے جاگے انہیں تیاری میں مدد دے...... ان کے ساتھ ناشتا کرے مگر وہ بے سدھ سوئی رہتی۔ خال خال ہی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ وہ صبح اٹھ جاتی۔ وہ بھی تب جب اس کی کوئی اپنی مصروفیت ہوتی تھی۔ شروع شروع میں انہوں نے ایک دو بار اس سے کہا مگر اس نے یہ کہہ کر بات ختم کردی تھی۔

"مراد پلیز! مجھے عادت نہیں ہے صبح جلدی اٹھنے کی...... پھر سارا دن طبیعت بوجھل رہتی ہے۔"

اس کے بعد مراد شاہ نے کبھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا تھا۔ انہوں نے بے شمار دوسری باتوں کی طرح دل کو سمجھا لیا تھا اور دل کو سمجھانے کے علاوہ کچھ اور ان کے اختیار میں تھا بھی تو نہیں لیکن اب وہ وقت گزر گیا تھا۔ اب انہیں یقین تھا کہ ان کی ہر صبح یونہی رنگ و نور سے بھرپور ہوا کرے گی اور اس کے لیے یقیناً ان پر اپنے مالک کا شکر واجب تھا۔ طمانیت کی گہری سانس لیتے ہوئے وہ بستر سے اٹھ گئے تھے۔

"ناشتا کس وقت کریں گے شاہ جی!"

"جب ہماری بیگم کروائیں گی۔" انہوں نے بے حد محبت سے اسے دیکھا۔

"ابھی بنادوں......؟" خود پر جمی ان کی محبت پاش نگاہوں پر محجوب ہوتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ناشتا...... چلو آج ناشتا میں بناتا ہوں۔" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔ "لیکن صرف آج پہلے سے بتادوں کہیں ایسا نہ ہو میرے ہاتھ کا ذائقہ تمہیں کچھ زیادہ بھا جائے اور......" مسکراہٹ دباتے ہوئے انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا اور اس کے ساتھ کچن کی طرف بڑھے پھر ہلکی پھلکی باتوں میں محبت بھری چھیڑ چھاڑ میں انہوں نے فضا کو سینڈوچ میکر پر سینڈوچ بنانا جوسر سے جوس نکالنا چائے دم کرنا سکھا دیا تھا اور اس دوران ایک بار بھی انہیں سارہ شاہ یاد نہیں آئی تھی۔

"شاہ جی! اماں ناشتے میں کیا لیتا ہے۔" ناشتا کرتے ہوئے فضا نے اچانک پوچھا تھا اور تب مراد کو سارہ شاہ یاد آئی تھی۔ انہیں یاد آیا تھا کہ کل اس کی کال پر انہوں نے اسے کچھ دیر بعد کال بیک کرنے کو کہا تھا اور پھر بھول گئے تھے۔

"کیا بات ہے شاہ جی! آپ کچھ پریشان ہوگئے ہیں؟" وہ ایک لمحے میں ان کے چہرے پر پھیلے تاثرات کو بھانپ گئی تھی۔

"آں...... ہاں......" وہ چونک کر سیدھے ہوئے تھے اور سنبھل کر نفی میں سر ہلاتے ناشتا کرنے لگے تھے۔ فضا چند لمحے انہیں دیکھتی رہی تھی پھر سر جھکا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com
Digitized by Google

لیا تھا۔

"دراصل کل سارہ کا فون آیا تھا جو میں نے کچھ دیر بعد کال کرنے کا کہہ کر بند کردیا تھا۔ وہ لمحے میں صرف تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ دوسری ہر مصروفیت کو ترک کرکے' ہر خیال کو جھٹک کر' اس لیے میں نے فون بند کردیا تھا۔ کھولنا یاد رہا نہ سارہ کو فون کرنا یاد آیا۔ اگر اس نے دوبارہ کال کی ہوگی تو سخت ناراض ہورہی ہوگی۔" اسے خاموش سا دیکھ کر انہوں نے ساری بات بتادی تھی۔

"تو ناشتے کے بعد آپ خود انہیں فون کرلیں۔" اس نے فوراً تجویز پیش کی تھی۔

"ہوں......" انہوں نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا اور اپنی پلیٹ میں رکھے سینڈوچ کا اک ٹکڑا چھری سے کاٹا اور اس کی طرف بڑھادیا۔

ایسی محبت' ایسی چاہت اس جیسی معمولی سی لڑکی کے لیے...... وہ اللہ کی اس عطا پر کیسے اس کا شکر ادا کرتی' بے اختیار اس کا دل بھر آیا' آنکھیں احساس تشکر سے چھلک پڑنے کو تھیں۔ بمشکل اس نے دلی کیفیت پر قابو پایا اور منہ کھول دیا۔ اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی نے مراد شاہ کو پریشان کردیا۔

"فضا...... تم......!" ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ وہ کیا کہیں' کیا پوچھیں لیکن انہیں جیسے کچھ بھی کہنے کی' کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ بنا کہے ہی ان کے دل کی بات جان لیتی تھی۔

"یہ سب اتنا غیر متوقع ہے شاہ جی کہ...... سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے اپنے اللہ کا شکر ادا کروں......؟ آپ کی اتنی محبت' یہ چاہت یوں مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنا' میں نے کب یہ سوچا تھا شاہ جی! میں کب اس قابل تھی جو...... جو......" بمشکل رک رک کر کہتے ہوئے اسے خود پر قابو نہیں رہا تھا۔ بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

مراد شاہ چند ثانیے حیران حیران سے اسے دیکھتے رہے تھے پھر آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اسے تسلی دینے لگے۔ جلد ہی وہ سنبھل گئی اور سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"دیکھیں تو کتنی بری بیوی ہوں' آپ کو ناشتا تک آرام سے نہیں کرنے دیا؟"

"بیوی تو تم بہت اچھی ہو...... ناشتا بھی میں نے آرام سے کرلیا ہے لیکن......"

"لیکن......" ان کی ادھوری بات پر وہ جلدی سے سیدھی ہوتے ہوئے انہیں دیکھنے لگی۔

"یہ تمہارے آنسو جو پل میں نکلنے کو بیتاب ہوجاتے ہیں یہ بہت پریشان کردیتے ہیں۔" مراد شاہ نے کچھ ایسی بے بسی کے انداز میں کہا کہ وہ بے اختیار ہنسنے لگی اور مراد شاہ بارش میں دھوپ کے اس دلکش منظر کو حیرانی بھری دلچسپی سے دیکھنے لگے تھے۔

"یہ تو خوشی اور شکر کے آنسو ہیں شاہ جی! دادی کہا کرتی تھیں فضا! صبح اٹھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کرو' جس نے سکھ کی نیند سلایا اور خیر و عافیت سے رات گزاری۔ ان کی یہ بات ایسی میرے دل میں اُتری کہ پھر کوئی صبح ایسی نہیں گزری جب میں نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا ہو۔ دادی کے کہنے کے مطابق جب بھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا' جب بھی زندگی میں کوئی اچھا لمحہ آیا' اللہ کا شکر ادا کیا' مگر جیسے ایک عادت کی طرح...... دل کی ایسی حالت تو کبھی بھی نہیں ہوئی شاید اس لیے کہ ایسی خوشی بھی تو کبھی نہیں ملی۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے شاہ جی! جیسے جنت دنیا میں ہی مل گئی ہو۔" کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہتی وہ مراد شاہ کے دل کی گہرائیوں میں اترتی جارہی تھی۔

"چلو فضا! آج تم مجھے اپنی دادی کے بارے میں بتاؤ...... اپنے والدین کے بارے میں' اپنے بچپن کے بارے میں' اسپتال سے نکل کر تم کہاں گئیں؟ کس کے پاس رہیں کہ دادی تو حیات نہیں تھیں اور نہ ہی کوئی قریبی عزیز تھا۔"

"سب باتیں بے حد عام سی ہیں شاہ جی! آپ سن کر بور ہی ہوں گے۔ کیونکہ ان باتوں میں نہ کوئی حسن ہے نہ دلکشی' نہ کہیں مسکراہٹ' نہ ہنسی۔" دھیرے سے کہتے ہوئے وہ ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔

مراد شاہ نے بے حد محبت اور اپنائیت کے ساتھ اس سے کہا۔

"فضا جیون ساتھی کا مطلب ہوتا ہے زندگی کے ہر لمحے' ہر خوشی' ہر دکھ' ہر پریشانی اور ہر مسئلے میں ساتھ دینے والا حصے دار' چلو شروع ہوجاؤ' اپنے بچپن سے"

وہ خاموشی سے چند لمحے انہیں دیکھتی رہی تھی۔

"فضا...... میری پیاری بیوی!" ان کے پیار بھرے چمکارتے انداز پر وہ بے اختیار مسکرائی' پھر کھوئے کھوئے سے انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے جیسے کچھ سوچنے لگی تھی۔ وہ منتظر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بھلا کیا بتاؤں' اور کہاں سے؟" زیر لب کہتے ہوئے اس نے مراد شاہ کی طرف دیکھا تھا اور انہیں ہمہ تن گوش بیٹھے دیکھ کر چند لمحوں کے توقف کے بعد دھیمی سی آواز میں بتانا شروع کیا۔

"ابا جان میری پیدائش سے قبل ہی ایک حادثے میں وفات پاگئے تھے اور اماں میری پیدائش پر اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ یوں میں نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے اردگرد صرف دادی کو دیکھا۔ دادی میری ماں کی سگی خالہ تھی اور نانی کی وفات پر انہوں نے اماں کو گود لیا تھا۔ اماں اکلوتی تو نہیں تھیں' ان کے دو بھائی بھی تھے مگر وہ اپنے مسائل میں یوں پھنسے ہوئے تھے کہ ان کا ہونا نہ ہونا میرے لیے برابر ہی تھا۔ بچپن سے جوانی تک وہ دو یا تین بار سے زیادہ مجھ سے ملنے نہیں آئے اور ابا تو تھے ہی اکلوتی اولاد' ایسے میں دادی ہی میرے لیے سب کچھ تھیں۔ ماں باپ' بہن بھائی بھی اور عزیز رشتے دار بھی۔ اپنے محدود وسائل کے اندر انہوں نے میری بہترین پرورش کی۔ میں نے پرائمری اسکول کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا تھا۔ مجھے یاد ہے دادی اس دن بے حد خوش تھیں۔ انہوں نے میٹھے چاول بنا کر پورے محلے میں بانٹے تھے۔ مجھے بار بار پیار کرتے ہوئے وہ مجھے بہت سا پڑھانے کی خواہش کا اظہار کررہی تھیں' پھر وہ مجھے بازار لے کر گئی تھیں اور بے حد پیارا سا سوٹ اور نئے جوتے دلوائے تھے۔ وہ دن میری زندگی کا ایک خوب صورت دن تھا' لیکن پھر اس کی خوب صورتی اور میری خوشی کو جانے کس کی نظر لگ گئی تھی' دادی واپسی پر گلی کے نکڑ پر پھیلے کیچڑ پر سے پھسل گئی تھیں اور ان کی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ محلے والے انہیں اسپتال لے گئے تھے۔ ڈاکٹروں نے ان کی ٹانگ پر پلستر چڑھا دیا تھا۔ اور وہ دن جو خوشی اور مسرت سے بھرپور تھا اس کی رات بے حد تکلیف دہ اور اذیت ناک تھی۔ دادی کے بے حد درد تھا اور وہ بار بار کراہ رہی تھیں اور ان کی تکلیف کا خیال مجھے بھی بے چین کیے ہوئے تھا۔ وہ پہلی رات تھی کہ جب میں بے خبری اور بے فکری کی نیند کے مزے لوٹنے کے بجائے جاگ رہی تھی۔ ان کے جھریوں بھرے چہرے پر پیار کرتے ہوئے' کبھی ان کا سر دباتے ہوئے' درد کم کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ بار بار مجھے سونے کا کہہ رہی تھیں مگر ان کی تکلیف کا احساس مجھے سونے

Scan & PDF IJAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

نہیں دے رہا تھا' لیکن آخر تھک کر آدھی رات گزر جانے کے بعد جانے کس وقت میری آنکھیں بند ہوگئی تھیں اور اپنے ہوش میں وہ پہلی صبح تھی جب میری آنکھ کھلی تو دادی بستر پر دراز تھیں ورنہ ہر صبح جب میں جاگا کرتی تھی تو وہ قرآن پاک پڑھ رہی ہوتی تھیں۔ میں نماز سے فارغ ہوتی تو وہ مجھے سپارہ پڑھاتیں اور پھر اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد ناشتا بناتیں۔ اس صبح وہ لیٹی رہی تھیں اور میں نے چائے بنائی تھی اور چائے کے ساتھ پاپے دادی کو بھی کھلائے تھے اور خود بھی کھائے تھے۔ ناشتا کرنے کے بعد میں دادی کے کہنے پر تیار ہو کر اسکول چلی گئی تھی لیکن دل ہی دل میں دادی کے لیے فکر مند بھی تھی۔ کلاس میں بھی معمول کی طرح پڑھائی پر توجہ نہیں دے پا رہی تھی۔ میرا دھیان رہ رہ کر دادی کی طرف چلا جاتا تھا کہ وہ اس وقت کیا کر رہی ہوں گی۔ پیاس لگی تو پانی کیسے پئیں گی اور باتھ روم میں کیسے جائیں گی۔ اور ایک دم مجھے دادی کی تکلیف اور ان کی بے بسی پر رونا آنے لگا تھا اور تبھی مس فرحت کلاس سے باہر نکل گئی تھیں اور میں ڈیسک پر سر رکھ کر رونے لگی تھی۔

"کیا ہوا فضا! آپ کیوں رو رہی ہیں؟" کندھے پر ہاتھ کے نرم سے دباؤ کے ساتھ میڈم فریحہ کی شفیق آواز پر میں نے بوکھلا کر سر اٹھایا تھا۔

"کک..... کچھ نہیں میڈم.....!" میں نے بوکھلا کر کہا تھا۔

"اچھے بچے جھوٹ نہیں بولتے' شاباش جلدی سے بتائیں کیوں رو رہی ہیں آپ؟" انہوں نے میرے سر کو ہلکے سے تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا اور جانے کیوں ایکدم میری ہچکی بندھ گئی تھی۔ مجھے خود سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ مجھے اتنا زیادہ رونا کیوں آنے لگا تھا۔ میڈم فریحہ نے کچھ دیر مجھے رونے دیا تھا بس نرمی سے میرا سر تھپکتی رہی تھیں۔

پھر چھٹی کے وقت وہ دادی کی عیادت کے لیے میرے ساتھ گھر آئی تھیں اور میں ان کی آمد پر کبھی حیران اور کبھی خوش ہوتی انہیں دیکھتی رہی تھی۔ انہوں نے دادی کے نہ نہ کرنے کے باوجود انہیں زبردستی پانچ سو روپے دیئے تھے کہ وہ کوئی دوا یا پھل وغیرہ منگوالیں اور دادی نے پھل یا دوا کے بجائے اسی دن رضیہ خالہ کے بیٹے سے راشن منگوالیا تھا۔

"دادی آپ نے اپنے لیے پھل کیوں نہیں منگوائے۔" میں نے پوچھا تھا۔

"یہ چیزیں زیادہ ضروری تھیں بچے' ابھی پتا نہیں کتنے دن لگیں مجھے ٹھیک ہونے میں جبکہ میں نے تو اپنی جمع پونجی تقریباً ختم کر دی تھی اور اب دل میں فکر مند تھی کہ گھر کیسے چلے گا۔ بے شک اللہ بہت رحیم ہے اور بہترین رازق بھی' کیسے اپنے پیارے لوگوں کو مجبوروں کا وسیلہ بناتا ہے۔" انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے طمانیت بھرے لہجے میں کہا تھا۔ لیکن میرا ذہن تو کہیں اور ہی اٹکا ہوا تھا۔

"دادی اگر آپ کے پاس پیسے بالکل ختم ہو گئے ہیں تو اب ہم کیا کریں گے یہ چیزیں تو تھوڑے ہی دن چلیں گی نا! اور آپ کی ٹانگ پر تو ابھی کافی دن پلستر چڑھا رہے گا۔ دوائیں بھی لانی ہوں گی۔" ان کے خاموش ہوتے ہی میں نے فوراً کہا تھا۔

انہوں نے چونک کر میری طرف دیکھا تھا اور پھر میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"فضا! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے' اللہ پاک اس کی ہر ضرورت کو پورا فرماتے ہیں اور ایسی جگہ سے اس کو روزی عطا فرماتے ہیں جہاں سے اس کو گمان تک نہیں ہوتا اور وہ تو ایسا رازق ہے بینا کہ

پتھر کے اندر کیڑے کو رزق پہنچاتا ہے۔ پھر بھلا وہ انسان جسے اس نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اسے کیسے بھول جائے گا؟" انہوں نے کچھ ایسے یقین' اس قدر جذب کے عالم میں کہا تھا کہ میں انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔

دادی کی بیماری کے دوران خالہ بتول نے ان کا بہت خیال رکھا تھا۔ وہی دادی کا خیال رکھتیں' پانڈی جیسے تیسے میں خود بنا لیتی اور روٹیاں وہ بنا دیتی تھیں۔ لیکن ان کے میاں چاچا صابر کی بار بار آمد مجھے اچھی نہیں لگتی تھی۔ ایک تو ان کا دیکھنے کا انداز بے حد عجیب تھا دوسرا حلیہ گندا سا ہوتا تھا' شاید اس وجہ سے بہرحال وجہ جو بھی تھی لیکن وہ مجھے قطعاً اچھے نہیں لگتے تھے۔ اور یہی بات میں نے ایک دن دادی سے کہہ دی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھیں پھر انہوں نے وجہ پوچھی تھی۔

"یونہی دادی' کچھ عجیب سے ہیں۔ اپنی سرخ اور ڈراؤنی آنکھوں سے گھور گھور کر دیکھتے رہتے ہیں۔" میں نے کہا تھا اور دادی یکدم بے حد سنجیدہ ہو گئی تھیں۔

"تم دوبارہ صابر کی موجودگی میں بتول کی طرف مت جانا فضا! ایک طویل خاموشی کے بعد انہوں نے بڑی سنجیدگی سے کہا تھا اور میں کچھ نہ سمجھتے ہوئے حیران نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگی تھی لیکن پھر جلد ہی میری سمجھ میں سب کچھ آنے لگا تھا۔ دادی کی بیماری نے جیسے ایک دم مجھے بہت بڑا کر دیا تھا۔ میں جو ہمیشہ دادی کے ساتھ ہی اسکول جایا کرتی تھی اور سارا راستہ ان کے ساتھ باتیں کیا کرتی تھی' اب اکیلی اسکول جا رہی تھی اور راستے پر اکثر اوقات مجھے صابر چاچا کی طرح کی ناپسندیدہ اور چبھتی ہوئی نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا' خاص طور پر گلی کی نکڑ پر پان سگریٹ کے کھوکھے پر بیٹھے ہوئے چند اوباش قسم کے لڑکوں کی فقرہ بازی' میں ایک دم ہی کمسن بچی سے جیسے سمجھدار عورت بن گئی تھی۔ گھر سے نکل کر میں ادھر ادھر دیکھتی اور جونہی محلے کے اور بچے جاتے نظر آتے تو تیزی کے ساتھ ان کے برابر جا پہنچتی۔ اسی طرح واپسی پر چھٹی کے وقت محلے کی دو بڑی لڑکیوں کے ہم قدم ہو جاتی جو نویں دسویں کی طالبائیں تھیں۔ لیکن جانے انہیں میرے ساتھ چلنے میں کیا مسئلہ تھا کہ تیسرے دن انہوں نے مجھے بری طرح جھڑک دیا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں.....؟"

"جی" میں جو اس ڈانٹ کے لیے قطعاً تیار نہیں تھی ایک دم روہانسی ہو گئی تھی۔

"جی کی لگتی ادھر ادھر جگہ نہیں ہے جو ہر روز ہمارے ساتھ چپک جاتی ہو۔" میٹرک میں پڑھنے والی سعدیہ نے کھا جانے والی نگاہوں سے مجھے گھورا تھا۔

"اور یوں بلی کی سی چال سے قریب آتی ہے کہ پتا بھی نہیں چلتا۔" ناظمہ نے بھی لقمہ دیا تھا۔

"اب دیدے پھاڑ کر کیا دیکھ رہی ہو' چلتی پھرتی نظر آؤ۔" سعدیہ نے کہا تھا۔ ایکدم میرے آنسو چھل کر گالوں پر لڑھک آئے تھے۔

"بب..... باجی مجھے اکیلے ڈر لگتا ہے..... پہلے تو دادی کے ساتھ آیا کرتی تھی۔" دادی کے ذکر پر مجھے رونا آ گیا تھا اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی وہیں سڑک پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی اور ان دونوں کو پتا نہیں میرے رونے پر ترس آیا تھا یا میرے ڈرنے پر بہرحال وہ جیسے ایک دم پسیج سی گئی تھیں۔ مجھے چپ کرواتے ہوئے انہوں نے دونوں ٹائم مجھے ساتھ چلنے کی دعوت دے دی تھی اور میں خوش ہو گئی تھی مگر یہ

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

خوشی زیادہ دیر برقرار نہیں رہی تھی اور ایک عجیب سی بے چینی اور بے سکونی نے مجھے گھیر لیا تھا۔ ان دونوں کی ذو معنی باتیں کبھی میری سمجھ میں آتیں کبھی سر پر سے گزر جاتیں۔ سارا راستہ ادھر ادھر دیکھتے رہنا اور اونچی آواز میں کھلکھلا کر ہنسنا مجھے سخت برا لگتا۔ سارا راستہ ننگے سر چلتے آنا اور گھر کے قریب پہنچ کر سر اچھی طرح ڈھانپ لینا حیران کرتا۔ میرا دل چاہتا میں انہیں وہ سب باتیں بتاؤں جو دادی وقتاً فوقتاً مجھے بتایا کرتی تھیں جن میں سر ڈھانپ کر رکھنے اور باہر نکل کر اونچی آواز میں نہ بولنے اور نہ ہنسنے کی تاکید بھی شامل تھی لیکن جانے کیوں مجھے محسوس ہوتا تھا کہ وہ ان باتوں پر ناراض ہو جائیں گی حالانکہ مجھے تو دادی کی باتیں بے حد اچھی لگتی تھیں۔ میں دادی کی ایک ایک بات غور سے سنتی تھی اور اس پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش بھی کرتی تھی اور یہ انہی دنوں کی بات تھی جب چاچا صابر دادی کی طبیعت پوچھنے کے لیے گھر آئے تھے۔

میں دروازے کے قریب جھاڑو دے رہی تھی۔ انہوں نے جاتے جاتے پھر مجھے ان ہی نظروں سے گھورا تھا اور اس بار دادی نے بھی دیکھ لیا۔ انہوں نے اس وقت تو خاموشی سے رخ موڑ لیا تھا لیکن اگلے دن صابر چاچا کو بلا کر بڑے طریقے سے بات کی تھی لیکن دادی کے تحمل بھرے انداز کے باوجود ان کی تیوریوں کے بل دیکھنے والے تھے۔ مگر دادی نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

"بے شک تم میرے بیٹے جیسے ہو صابر اور تم میاں بیوی نے ہمیشہ میرا بہت خیال بھی رکھا ہے لیکن فضا بن ماں باپ کی بچی ہے اور جہاں خوف خدا رکھنے والے یتیم بچیوں کو اپنی بچیوں کی طرح سمجھتے ہیں، وہیں غلط سلط باتیں بنانے اور پھیلانے والے بھی کم نہیں۔ فضا اب بڑی ہو رہی ہے اس لیے میں نے سوچا ہے کہ تم سب کو سمجھا دوں کہ تمہاری بیویاں سو دفعہ میرے گھر آئیں مگر تم لوگ اب یہاں نہ آیا کرو۔" دادی نے بے حد ٹھنڈے میٹھے لہجے میں کہا تھا مگر صابر چاچا اچھل کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور جانے کیا کیا بڑبڑاتے، دھپ دھپ کرتے دروازے سے نکل گئے تھے۔

اور پھر جیسے زندگی کا ایک عجیب اور تکلیف دہ دور شروع ہوا تھا۔ صابر چاچا نے بتول خالہ کو بھی آنے سے روک دیا تھا جس کی وجہ سے مجھے دادی کی دیکھ بھال کے لیے اسکول چھوڑنا پڑا جس کا مجھے از حد رنج تھا۔ دادی کو ضروری حاجات کے لیے اٹھانا لٹانا ایسا مشکل مرحلہ تھا کہ میرا پورا جسم ہل کر رہ جاتا۔ سارا دن گھر کے چھوٹے موٹے کام کھانا پکانا، میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھنے لگتا لیکن ایک آس میری ہمت بندھاتی کہ انشاءاللہ جلد ہی دادی ٹھیک ہو جائیں گی اور سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ دادی کی ٹانگ ٹھیک نہ ہو سکی۔ مناسب دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے ان کا زخم خراب ہو گیا۔ وہ تکلیف کی وجہ سے اب مجھے تسلی دلاسا بھی نہ دے پاتیں اور ان کی جو باتیں میری تھکن بھلاتی تھیں میری ہمت بندھاتی تھیں، کم ہوئیں تو میرے حوصلے بھی پست ہونے لگے تھے۔ اوپر سے سارا راشن ختم ہونے والا تھا۔ اس کے بعد کیا ہونے والا تھا۔ سب چیزیں کیسے اور کہاں سے آنی تھیں، کچھ پتا نہ تھا۔ ایسی ہی بے شمار فکروں میں گھرتے ہوئے میں نے ایک دن خوب پریشان ہو کر دادی سے کہا تھا۔

"آٹا، گھی، نمک، مرچ سب کچھ ختم ہونے والا ہے...... یہ چیزیں ختم ہو جائیں گی تو پھر کیا کریں گے دادی!"

دادی کچھ دیر مجھے دیکھتی رہی تھیں پھر انہوں نے مجھے قریب بلایا تھا۔

"فارغ ہو گئی ہو یا ابھی کچھ کرنا ہے؟ میرا ہاتھ تھامتے ہوئے انہوں نے بڑی محبت اور شفقت سے پوچھا تھا۔

"کپڑے دھونے ہیں مگر سوچ رہی ہوں کہ صابن کم ہے تو اگر کل دھوؤں گی تو آپ کے یہ والے کپڑے بھی بچنے والے جھاگ میں مل لوں گی۔" میں نے کہا تھا۔ میری اس بات پر مجھے یوں لگا جیسے دادی کی آنکھوں میں نمی سی آئی تھی مگر فوراً ہی انہوں نے پلکیں جھپک کر اسے اندر ہی اتار لیا تھا۔

"بھئی میری فضا تو بڑی عقلمند ہو گئی ہے اور بہت ہنرمند بھی، میرا خیال ہے کہ کپڑے کل دھو لینا۔ اب آ جاؤ کچھ دیر دادی پوتی باتیں کرتے ہیں۔ میں تو ترس گئی ہوں تجھ سے بات کرنے کو۔" اچانک ہی ان کے لبوں سے نکلا تھا اور میں حیران حیران سی ان کا منہ تکنے لگی تھی۔ میں تو سمجھتی تھی کہ اپنی تکلیف کی وجہ سے دادی کا دل نہیں چاہتا تھا بات کرنے کو مگر وہ تو......

"میری بچی سارا دن کام کر کر کے ہلکان ہو جاتی ہے، پھر مجھ بیمار بڑھیا کی خدمت الگ...... باتوں کا ہوش ہی کہاں رہتا ہے اب میں۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی کہہ رہی تھیں۔

میں نے آگے بڑھ کر ان کے جھریوں بھرے چہرے پر بوسہ دیا تھا اور ان کا ہاتھ پیار سے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔

"دادی میں تو سمجھتی تھی کہ تکلیف کی وجہ سے آپ کا باتیں کرنے کو جی نہیں چاہتا ورنہ آپ کی باتیں تو میری ساری تھکن دور کر دیا کرتی تھیں۔" میں نے ان کے ہاتھ کو اپنے گال کے ساتھ لگاتے ہوئے پوری سچائی سے کہا تھا اور پھر اپنی چارپائی ان کی چارپائی کے برابر گھسیٹ کر لیٹ گئی تھی۔ "چلیں آج خوب گپیں لگاتے ہیں۔"

"ہوں...... پہلے تو تم یہ بتاؤ ابھی تم کیا کہہ رہی تھیں کہ سارا راشن ختم ہونے والا ہے؟"

"ہاں...... کھینچ تان کر دو یا تین دن چل جائے گا۔" میں پھر سے پریشان ہو گئی تھی۔

"فضا! بچے، پہلے بھی میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ رزق کے معاملے میں پریشان نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ دانے دانے پر مہر ہوتی ہے تو یہ بالکل درست ہے۔"

اس دن رات کو بے حد تیز بارش ہوئی تھی۔ صحن کے ایک کونے میں بنی ہوئی دادی کی چھوٹی سی دکان ٹپاٹپ ٹپکنے لگی تھی۔ چیزیں اٹھا اٹھا کر کمرے میں رکھتے ہوئے میں بری طرح بھیگ گئی تھی۔ کچھ تو صبح سے ہی میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور رہی سہی کسر بھیگنے نے پوری کر دی تھی۔ صبح میں تیز بخار میں پھنک رہی تھی۔

میں نے بستر سے اٹھنے کی کوشش کی مگر کراہ کر رہ گئی اور دوبارہ لیٹ گئی مجھے اپنے اور دادی کے لیے ناشتا بنانا تھا لیکن مجھے خود بھی معلوم تھا کہ گھر میں سارا سامان ختم ہو گیا ہے اور یہ بات دادی کو بھی معلوم تھی۔ کافی دیر میں خاموش لیٹی رہی تھی پھر آہستگی سے دادی کی جانب دیکھا تھا وہ کسی گہری سوچ میں کھوئی ہوئی چھت کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"کیا سوچ رہی ہیں دادی!" میں نے ان کی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں بچے، بس سوچ رہی تھی کیا محلے کے بچوں میں سے کوئی بچہ ایسا ہو سکتا ہے جو تھوڑی بہت اجرت پر کچھ دن دکان کھول لے۔ کم از کم سامان بھی ختم ہو اور کچھ راشن پانی کا انتظام بھی ہو جائے۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

"ہاں دادی! ایسا ہوسکتا ہے۔" میں نے پرجوش لہجے میں کہا تھا اور وہ چند لمحے خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی تھیں پھر نفی میں سر ہلایا تھا اور میں حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی تھی۔ "دادی! یہ کام میں بھی تو کرسکتی ہوں۔" میں نے کہا تھا اور دادی نے اپنا بوڑھا ہاتھ ایک دم میرے لبوں پر رکھ دیا تھا۔

"دوبارہ ایسی بات مت کرنا فضا! یہ بچیوں کے کرنے کا کام نہیں ہے اللہ کوئی اور انتظام کرے گا۔" دادی نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تھا اور میں حیران حیران سی ان کے پرسکون چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

پھر پتا نہیں کس وقت لیٹے لیٹے میری آنکھ لگ گئی تھی۔ جانے کیا وقت تھا جب کسی کھٹکے پر میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے جلدی سے دادی کی طرف دیکھا تھا وہ بھی میری طرف متوجہ تھیں۔

"پتا نہیں کتنی دیر سوئی رہی میں..... دادی آپ کو تو بھوک لگ رہی ہوگی۔" میں نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن مجھ سے اٹھا نہیں گیا تھا۔ میرا سر چکرا رہا تھا اور جسم میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔ دل تھا کہ نیچے ہی نیچے بیٹھا جارہا تھا۔ بھوک کے مارے جب میرا یہ حال تھا تو دادی بے چاری جو بوڑھی بھی تھیں اور بیمار بھی اس خیال کے آتے ہی میں کوشش کرکے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بمشکل اپنے بے جان جسم کو گھسیٹتے باہر کی طرف بڑھی تھی۔ مگر جانے کیا ہوا تھا کہ ایک دم میرا سر چکرایا تھا اور خود کو سنبھالنے کی تمام تر کوششوں کے باوجود میں اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں رہ سکی تھی۔ گرتے گرتے دروازے کے ساتھ رکھی ہوئی اینٹ کا کونا میرے ماتھے میں لگا تھا اور ایک دم میری چیخیں نکل گئی تھیں۔ اب صورت حال یہ تھی کہ میں باہر بے بسی سے رو رہی تھی اور دادی اندر کوئی ہمیں اٹھانے والا یا دو گھونٹ پانی پلانے والا بھی نہیں تھا۔ مارے بے بسی اور بے چارگی کے مجھے اور شدت سے رونا آنے لگا تھا۔ تبھی دروازہ کھلا تھا اور کوئی اندر آ گیا تھا۔

میں نے ذرا سا گردن موڑ کر دیکھنے کی کوشش کی تھی اور میڈم فریحہ کو دیکھ کر میں حیران ہوئی تھی وہ بھی اس صورت حال کو دیکھ کر پریشان سی ہوگئی تھیں۔ پھر انہوں نے جھک کر میرے پاس بیٹھتے ہوئے میرے دوپٹے کے پلو سے ماتھے سے بہتا خون صاف کیا تھا اور پیار سے سہارا دے کر اندر لائی تھیں۔ دادی کا آنسوؤں سے بھیگا چہرہ دیکھ کر مجھے پھر سے رونا آنے لگا تھا۔ دادی کی حالت کے پیش نظر میڈم فریحہ نے فوراً فون کرکے ایمبولینس منگوائی تھی اور مجھے اور دادی کو اسپتال لے آئی تھیں۔ میرے ماتھے پر پٹی کروائی تھی اور دادی کو ڈاکٹر نے اسپتال میں داخل کرلیا تھا۔ میڈم فریحہ تو جیسے ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوئی تھیں۔

دادی بہترین خوراک اور دیکھ بھال کی وجہ سے جلد ہی صحت یاب ہوگئی تھیں۔ ڈاکٹرز نے ان کا پلستر کھول دیا تھا۔

ان کی ہڈی جڑ گئی تھی لیکن بڑھاپا تھا یا کمزوری کہ تھوڑا سا چل کر وہ تھک جاتی تھیں اور ان کے درد شروع ہوجاتا تھا۔ جس دن ہم گھر آئے میں بے حد خوش تھی۔ دادی ہر ہر سانس کے ساتھ میڈم فریحہ کو دعائیں دے رہی تھیں کہ جن کی مدد کی وجہ سے وہ دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئی تھیں۔

میڈم فریحہ نے اپنے ڈرائیور سے ہمارے یہاں اتنا راشن ڈلوایا تھا جو پورے ایک ماہ آسانی سے گزر بسر کے لیے کافی تھا اور اس شام لگتا تھا جانے کتنے عرصے کے بعد میں اور دادی مل کر شام کی نماز ادا

کررہے تھے۔ نماز کے بعد میں وہیں جائے نماز پر دادی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

"دادی! آج میں بہت خوش ہوں، کتنے دنوں کے بعد ہم دونوں نے مل کر نماز پڑھی ہے اور بے حد سکون محسوس ہورہا ہے۔ ورنہ میں اکیلی نماز پڑھتی تھی تو دل آپ کی طرف لگا رہتا تھا۔"

"دادی میں صبح سے اسکول جاؤں گی نا!" میں اسکول جانے کے خیال سے بے حد خوش تھی لیکن دادی کے چہرے پر پھیلتے تفکر کے سائے مجھے اپنی اس خوشی کو نگلتے محسوس ہوئے تھے۔ میں ایک دم بے حد پریشان ہوگئی تھی۔ "دادی کیا بات ہے آپ پریشان کیوں ہوگئی ہیں.....؟" میں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بیتابی سے پوچھا تھا۔

"فضا بچے! ابھی میرے لیے تمہیں اسکول چھوڑنا بے حد مشکل ہے اور اکیلے تمہیں بھیجنا مجھے مناسب نہیں لگ رہا۔" انہوں نے دھیمی سی آواز میں کہا تھا اور میرا سارا جوش اور خوشی ماند پڑ گئی تھی۔

"دادی! میں سعدیہ اور ناظمہ کے ساتھ چلی جایا کروں گی۔" میں نے بڑی آس سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ دادی کچھ دیر خاموشی کے ساتھ مجھے دیکھتی رہی تھیں پھر انہوں نے مجھے اجازت دے دی تھی۔ مگر صابر چاچا اور محلے کے دو تین اوباش لڑکوں نے سعدیہ اور ناظمہ کی گلی سے آگے ذرا سا فاصلہ اکیلے طے کرنا میرے لیے دوبھر کردیا تھا۔ تیسرے دن میں نے مجبور ہوکر دادی سے کہا تھا کہ وہ دوپہر کو چھٹی کے وقت گھر سے باہر گلی کے نکڑ تک آ جایا کریں۔ دادی کے پوچھنے پر میں نے جھجکتے ہوئے ساری بات بتادی تھی اور پھر پتا نہیں کیا ہوا تھا کہ آخر میں، میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

"فضا! میرے بچے! میں اسی وجہ سے تمہیں اسکول بھیجنا نہیں چاہ رہی تھی۔ میں نے صابر کی فطرت کا اندازہ کرلیا تھا اور پھر جس لڑکی کے سر پر کوئی مضبوط سائبان نہ ہو اسے تو ہر کوئی راہ میں پڑا ہوا مال سمجھ لیتا ہے اور میں ایک بوڑھی اور کمزور عورت ہوں بچے! چلو آگے سے تمہیں لینے آ بھی جاؤں تو پھر کیا ہوگا، بہتر یہی ہے کہ تم ان گندی اور مکروہ نگاہوں سے دور رہو۔ تمہارا شوق دیکھتے ہوئے میرا بھی دل چاہتا تھا کہ تم زیادہ تعلیم حاصل کرو مگر حالات اس کے حق میں نہیں ہیں میرے بچے!"

میرے بالوں کو سہلاتے ہوئے دادی نے گمبھیر لہجے میں کہا اور میں نے روتے دل کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ دادی کی ہر بات چپ چاپ مان لینے کی تو میری شروع سے عادت تھی۔ اسکول چھوڑنے کا مجھے بے حد قلق تھا۔ میرے اندر جیسے کچھ ٹوٹ کر رہ گیا تھا لیکن دادی کی پریشانی کے خیال سے میں بظاہر خود کو نارمل ظاہر کرتی گھر کے کاموں میں مصروف ہوگئی تھی۔ اگلے دن سے دادی نے دکان کھولنا شروع کردی تھی لیکن پچھلے دنوں محلے کے کونے پر بننے والی پرچون کی اچھی خاصی بڑی دکان کی وجہ سے دادی کے پاس بہت کم گاہک آتے تھے کیونکہ ایک تو دادی کے پاس روزمرہ استعمال کی بس چھوٹی موٹی چیزیں ہی رکھی ہوئی تھیں، دوسرا اتنا عرصہ دکان بند رہنے کی وجہ سے لوگ نئی دکان پر جانے کے عادی ہوگئے تھے۔ اب بس بچے ہی تھے جو گولیاں، ٹافیاں اور ربر پنسل وغیرہ لینے آتے تھے۔ حالانکہ پہلے دکان سے اتنی آمدنی آرام سے ہوجایا کرتی تھی کہ گھر کا کرایہ دینے کے بعد ہماری گزر بسر بھی آسانی سے ہوجاتی تھی۔ مگر اب ایسا ممکن ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔

میں روز چپکے سے کپڑے کی اس تھیلی کو دیکھتی تھی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

جس میں دادی کرایہ جمع کرنے کی نیت سے ہر روز کچھ پیسے رکھا کرتی تھیں اور اب خالی تھیلی میرا منہ چڑا رہی ہوتی تھی۔

وقت تھا کہ جیسے اسے پر لگ گئے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ ابھی چند دن قبل تو پانچ تاریخ تھی جب دادی نے مالک مکان سے کہا تھا کہ اگلے ماہ اکٹھا کرایہ دے دیں گے اور پورا ماہ گزر بھی چلا تھا' تین دن بعد پانچ تاریخ تھی اور ہمارے پاس ایک پیسہ نہیں تھا۔

اس دن دادی مجھے دروازہ اندر سے بند کرنے کی تاکید کرتی ہوئی صبح ہی صبح گھر سے نکل گئی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ محلے ہی میں ہیں اور ابھی تھوڑی دیر تک لوٹ آئیں گی۔ میں پریشان سے انداز میں جھاڑو لگا رہی تھی جب باہر گلی سے لڑکوں کے بیہودہ سے انداز میں گانے اور قہقہے لگانے کی آوازیں آنے لگی تھیں۔

میرا دل ایک دم جیسے اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے ابھی وہ دیوار پھلانگ کر اندر آ جائیں گے۔ بے تحاشا دھڑکتے دل اور لرزتے ہاتھوں کے ساتھ میں نے جلدی جلدی کوڑا وہیں اکٹھا کر کے شاپر میں ڈالا تھا اور اندر کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ لیکن جانے کیا وجہ تھی کہ اندر سے دروازے کو تالا ڈالنے کے باوجود میرے خوف میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ دل ویسے ہی تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ چارپائی پر بیٹھتے ہوئے دونوں بازو گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر ابھی میں خود پر قابو پانے کی کوشش ہی کر رہی تھی کہ ایک دم دھپ کی آواز کے ساتھ کسی کے صحن میں کودنے کی آواز آئی تھی۔ میں نے چیخنا چاہا تھا لیکن میری آواز جیسے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی تھی۔ دبے قدموں کی دروازے تک آتی چاپ نے میری جان پر بنا دی تھی۔ دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے ابھی اُچھل کر باہر نکل آئے گا۔ وجود تیز طوفان کی زد میں آئی شاخ کی مانند کانپ رہا تھا۔ پھر کسی نے آہستگی سے دروازے کو ہلایا تھا اور عین اسی لمحے باہر کا دروازہ بجنے کی آواز آئی تھی۔

''لگتا ہے وہ سالی بڑھیا لوٹ آئی ہے۔'' تیز بڑبڑاہٹ اندر تک صاف سنائی دی تھی۔

''اب جلدی سوچ کیا کرنا ہے..... اندر سے چھوکری تو نکل کر دروازہ کھولنے سے رہی اور بڑھیا باہر شور مچا دے گی کہ دروازہ کیوں نہیں کھل رہا۔'' جھنجلائی ہوئی یہ آواز میں نے صاف پہچان لی تھی مگر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ صابر چاچا اس حد تک بھی گر سکتا ہے۔

دادی اب دروازہ بجانے کے ساتھ ساتھ آوازیں بھی دے رہی تھیں۔

''اس سے پہلے کہ بڑھیا کی آوازوں پر اور لوگ بھی گھروں سے نکل آئیں' دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر دروازہ کھولو اور بڑھیا کے اندر آتے ہی بھاگ نکلو۔'' صابر چاچا نے تیزی سے کہا تھا۔ میں ہمت کر کے اٹھی تھی اور کانپتی ٹانگوں کو بمشکل گھسیٹتی دروازے تک آئی تھی۔ تبھی باہر والا دروازہ کھلا تھا اور دادی کی چیخ کی آواز نے میرا دل دہلا دیا تھا۔ لرزتے ہاتھوں کے ساتھ میں نے جلدی سے تالا کھولا تھا اور تیزی سے باہر نکلی تھی۔

باہر کا منظر دیکھتے ہی میرا دل شق ہونے لگا تھا۔ دادی زمین پر پہلو کے بل گری ہوئی تھیں۔ منہ سے نکلتی کراہوں کو روکنے کی کوشش میں ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور آنسو زار و قطار ان کی بوڑھی آنکھوں سے بہتے جھریوں بھرے چہرے کو بھگو رہے تھے۔ میں تڑپ کر آگے بڑھی تھی اور انہیں اٹھا کر بٹھاتے ہوئے بے بسی سے انہیں دیکھنے لگی تھی۔ میرے چہرے کو

السید پکوان
پاکستانی' انڈین' چائنیز اور کانٹینینٹل کھانوں کے ایکسپرٹ
ذائقہ جو مدتوں یاد رہے
تقریب خواہ بیٹی کی ہو یا دعوت ولیمہ یا آپ کے لختِ جگر کی سالگرہ
دعوتِ نیاز ہو یا دعوتِ حلیم یا پھر افطار پارٹی
آپ کے مہمانوں کی تواضع ہم سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا وہ بھی
ڈسکاؤنٹ کے ساتھ
رابطہ: السید پکوان سینٹر اقبال پلازہ نمبر 1 دکان نمبر 25-C سیکٹر 11-C-1
نزد فیاض شیرمال ناگن چورنگی نارتھ کراچی
فون: 021-36932206/0332-3580243
0321-2048430/0300-2830961
نوٹ: ہمارے پاس تمام کھانے حفظانِ صحت کے اصولوں کے مطابق تیار کیے جاتے ہیں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے ان کے آنسو کچھ اور تیزی سے بہنے لگے تھے۔ کانپتے لبوں سے انہوں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر کہہ نہیں پائی تھیں۔ مجھے خود پر ضبط نہیں رہا تھا اور میں ان کے سینے سے جا لگی تھی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی لیکن اگلے ہی لمحے مارے حیرانی کے میرے آنسو جیسے منجمد ہو گئے تھے۔ مجھے پیچھے ہٹاتے ہوئے انہوں نے اپنا کانپتا ہاتھ میرے لبوں پر رکھ دیا تھا۔

''چپ......'' سرد لہجے میں کی گئی ان کی سرگوشی پر میں ششدر سی انہیں دیکھنے لگی تھی۔ میرے ہاتھ میں تھما تالا چھوٹ کر میرے پاؤں پر جا گرا تھا لیکن مجھے تکلیف کا احساس نہیں ہوا تھا۔ میں تو دادی کے آنسوؤں بھرے چہرے کو دیکھنے میں محو تھی کہ جس پر اب اطمینان پھیل رہا تھا اور نگاہیں تالے پر جمی ہوئی تھیں۔ ''چلو اندر چلیں......'' کہتے ہوئے انہوں نے زمین پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوئی تھیں۔ ان کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار تھے۔ ان کی برداشت اور صبر نے مجھے ہمیشہ کی طرح بے حد متاثر کیا تھا میں نے سہارا دیتے ہوئے انہیں اٹھایا تھا اور آہستگی سے چلاتی ہوئی اندر ان کے بستر پر لے آئی تھی۔ بستر پر بیٹھ کر کچھ دیر تو وہ ہانپتی رہی تھیں۔ سانس کچھ متوازن ہوئی تو مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ میں نیچے بیٹھ کر ان کی ٹانگیں دبانے لگی تھی لیکن ہاتھوں میں جیسے جان ہی نہیں تھی۔ زور لگ ہی نہیں رہا تھا۔ پھر دادی برابر منع بھی کرتی جا رہی تھیں تو میں اٹھ کر ان کے برابر بیٹھ گئی تھی۔

''دروازے کی چٹخنی لگا دی ہے؟''

''جی......'' میں نے آہستگی سے کہا تھا۔

''تالا اٹھا لاؤ......'' انہوں نے لیٹتے ہوئے کہا تھا۔

''تالا......؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تھا۔ مجھے فوراً یاد ہی نہیں آیا تھا کہ تالا تو میرے ہاتھ میں تھا جسے میں بے دھیانی اور پریشانی میں باہر ہی چھوڑ آئی تھی۔

''تمہارے ہاتھ میں تھا وہیں باہر چھوڑ آئی ہو۔'' دادی نے کہا تھا اور میں باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ واپس آئی تو انہوں نے مجھے لیٹنے کے لیے کہا تھا۔ میں چارپائی ان کے برابر کھینچتے ہوئے لیٹ گئی تھی۔

''تمہارے ہاتھ میں تالا دیکھ کر میری تو جان میں جان آ گئی کہ رب کریم نے کسی بڑے نقصان سے محفوظ رکھا۔ تالا کیسے ڈالا تم نے اندر سے......؟''

''باہر سے فضول قسم کے گانوں کی آواز آ رہی تھی۔ پتا نہیں کیوں مجھے عجیب عجیب سے وہم آنے لگے تھے۔ دل سہما جا رہا تھا۔ آخر خوف اس قدر بڑھا کہ میں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ کچھ ہی دیر بعد باہر سے کودنے کی آواز آئی......'' میں نے کہا تھا اور آنسو خود بخود میری آنکھوں سے اک تواتر سے بہنے لگے تھے۔ دادی اپنے کانپتے ہاتھوں سے میرے بالوں کو سہلاتی رہی تھیں۔ کچھ دیر آنسو بہانے کے بعد میرا دل کچھ ہلکا ہو گیا تھا۔

''کچھ پتا چلا کون خبیث تھے؟''

''ایک تو صابر چاچا اور دوسرا پتا نہیں کون تھا؟'' میں نے آہستگی سے کہا تھا۔

''مت کہو اس ذلیل کو چاچا...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ ایسی ذلالت پر بھی اتر سکتا ہے۔ خیر دفع کرو اور میری بات غور سے سنو۔ لڑکی جتنی بھی اچھی ہو، نیک اطوار، بلند کردار، مگر اس کی طرف اٹھی ہوئی ایک انگلی...... اس پر اچھالا گیا ایک فقرہ اس کے کردار کو پل میں مشکوک کر دیتا ہے۔ اسی لیے میں نے اپنی چیخیں بھی اندر ہی گھونٹ لی تھیں اور تمہاری

سسکیاں بھی دبانے کی کوشش کی تھی۔ ہمارا رونا بلکنا سن کر اگر دو چار لوگ بھی گھروں سے نکل آتے تو ہم انہیں کیا کہتے...... یہ کہ کوئی دیوار پھلانگ کر ہمارے گھر میں گھس آیا تھا اور اگر انہی ذلیلوں میں سے کوئی یا ان جیسا کوئی اور کہہ دیتا کہ ہمیں تو فضا نے خود بلایا تھا؟'' وہ انتہائی سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں اور میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''سچ کہتے ہیں لوگ کہ بیٹیاں بہت پیاری ہوتی ہیں لیکن ان کے مقدر سے ڈر لگتا ہے لیکن مجھے ایسا کوئی خوف نہیں مجھے یقین ہے میری بیٹی کا نصیب بہت اچھا ہوگا انشاء اللہ۔ حالات اچھے برے آتے رہتے ہیں، جیسے اچھے دن ہمیشہ نہیں رہتے اسی طرح برے دن بھی گزر ہی جاتے ہیں۔ بس انسان کو امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔''

انہوں نے میرا ہاتھ تھامتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا تھا لیکن میں باوجود کوشش کے مسکرا نہیں سکی تھی۔ بے بسی و بے چارگی کا اس قدر شدید احساس مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ ایک عجیب سا خوف تھا جو میرے پورے وجود کو اپنے شکنجے میں کس رہا تھا اور میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ دادی کو شاید میری کیفیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا تھا اور اپنے بوڑھے وجود سے لپٹا لیا تھا۔

''فضا بیٹی! ایک بات یاد رکھنا کہ پوری دنیا مل کر بھی کسی معمولی ترین بندے کو ایک ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک اللہ نہ چاہے، بس خود کو اللہ کی امان میں دے دو اور بے فکر ہو جاؤ جو اس پر بھروسا کرتا ہے وہ اسے کبھی مایوس نہیں کرتا۔'' انہوں نے کچھ ایسے دل میں اتر جانے والے انداز میں کہا تھا کہ میں انہیں دیکھتی رہ گئی تھی۔ پھر وہ خاموشی سے لیٹ گئی تھیں۔ میں بھی خاموش تھی۔ میرے ذہن میں بہت سے سوال مچل رہے تھے لیکن میں انہیں لبوں پر نہیں لانا چاہتی تھی۔ شاید اس لیے کہ مجھے لگتا تھا یہ سوالات دادی کو پریشان کر دیں گے۔ خاموشی کے ایک طویل وقفے کے بعد دادی نے میری طرف دیکھا تھا اور میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''فضا! میرا خیال ہے ہمیں یہ محلہ چھوڑ دینا چاہیے۔''

''کیا کہہ رہی ہیں دادی!'' میں ایک دم متوحش ہوئی تھی۔

''بھلا ہم لوگ اور کہاں جا سکتے ہیں؟''

''اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔ کہیں نہ کہیں ٹھکانا مل ہی جائے گا۔ اب کسی طرح بھی ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میں تمہاری میڈم فریحہ کی طرف جاتی ہوں ان سے کچھ پیسے ادھار لے کر کرایہ دے دیتے ہیں اور انہی سے کہتی ہوں کہ کوئی دوسرا مکان دلوا دیں۔''

انہوں نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

میری آنکھوں میں یکدم آنسو بھر آئے تھے۔ ان کی عمر تو نہیں تھی یوں ادھر ادھر خوار ہونے کی...... مگر میری وجہ سے ان کو یہ سب جھیلنا پڑ رہا تھا۔ اس احساس نے میرا دل بھاری کر دیا تھا۔ میں سر جھکائے آنسو پینے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ دادی چند لمحے میرے قریب رکی تھیں، ایک لمحے کے لیے میرے سر پر ہاتھ رکھا تھا پھر میرا ہاتھ تھام لیا تھا۔

''چلو دروازہ اندر سے بند کر لو۔''

میں نے دھندلی آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ جیسے انتہائی عجلت میں تھیں لیکن دروازے کے قریب جا کر وہ جیسے ٹھٹک گئی تھیں اور میری طرف جھکتے ہوئے سرگوشی کے سے انداز میں بولی تھیں۔

''سنو، وہ خبیث اب نہیں آئیں گے، کم از کم آج

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

تو نہیں ...... لیکن اگر خدانخواستہ ایسی کوئی بات ہو تو کھڑکی کا پٹ کھولتے ہوئے زور زور سے چور چور کہنا اور پھر پٹ فوراً بند کر دینا۔ ویسے میں کوشش کرتی ہوں کہ کسی بچے سے بتول کو باہر بلوا کر اسے بتادوں کہ تم گھر پر اکیلی ہو وہ ذرا خیال رکھے۔ زندگی ہمت اور حوصلے کے ساتھ گزرتی ہے فضا! سب کچھ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔" میرے اترے اترے چہرے اور بھیگی آنکھوں سے نگاہ چراتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔

"دروازہ بند کر کے فوراً اندر چلی جاؤ اور اندر والا دروازہ بھی تب کھولنا جب میری آواز آئے۔" انہوں نے ایک دفعہ پھر مجھے تاکید کی تھی اور اللہ حافظ کہتی باہر نکل گئی تھیں۔ پھر جیسے اللہ کو ہم پر رحم آ گیا تھا اور حیرت انگیز طور پر اسی دن گھر مل گیا تھا۔ میڈم فریحہ نے خود ساتھ جا کر کرایہ بھی ادا کر دیا تھا۔ اور پھر رات کے اندھیرے میں چوروں کی طرح ہم نے وہ گھر چھوڑ دیا تھا جہاں میں پیدا ہوئی تھی' جہاں میرے ماں باپ چلتے پھرتے اور ہنستے بولتے رہے تھے' میں نے انہیں نہیں دیکھا تھا مگر ان در و دیوار نے تو دیکھا تھا۔"

اس کی آواز یکدم بھرا گئی تھی اور مراد شاہ جو محویت کے عالم میں اس کی باتیں سن رہے تھے انہوں نے تشفی کی خاطر اس کا سر کندھے سے لگا لیا تھا اور آہستہ آہستہ اس کے بالوں کو سہلانے لگے تھے۔

"میرے بیتے دن تو بس ایسے ہی ہیں شاہ جی! لیکن مجھے ان سے کوئی گلہ پہلے بھی نہیں تھا اور اب تو بالکل بھی نہیں ہے کیونکہ ان کا انعام آپ ہیں۔" اس نے بے حد محبت سے مراد شاہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا اور انہوں نے اسے پھر سے گزرے دنوں کی طرف لوٹنے کو کہا تھا۔ ان باتوں میں بھلا کون سی ایسی بات تھی جو مراد شاہ کی دلچسپی کا باعث ہوتی مگر وہ محض اس کا مان بڑھانے کی خاطر اصرار کر رہے تھے تو فضا کے دل میں ان کی قدر و منزلت دوچند ہو گئی تھی۔

مراد شاہ کے ذہن میں اس وقت بہت سے ایسے لمحے تھے جب وہ سارہ شاہ کے ساتھ بہت سی باتیں کرنا چاہتے تھے۔ اپنے والدین کی...... بچپن کی...... کالج یونیورسٹی کے بہت سے چھوٹے چھوٹے واقعات اس سے شیئر کرنا چاہتے تھے مگر نہیں کر سکے تھے۔ انہیں ہمیشہ حسرت ہی رہی تھی کہ وہ کبھی ان کی بات سنے' ان کے دل کی بات سمجھے...... مگر وہ صرف سنانے کی عادی تھی' سننا اسے آتا ہی نہیں تھا اور سنانے کے لیے بھی اس کے پاس دنیا جہان کی ہر بات ہوتی تھی بس وہ بات نہیں ہوتی تھی جو مراد شاہ سننا چاہتے تھے۔ اور اگر کبھی انہوں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے کچھ کہلوانا چاہا تھا تو بھی انہیں مایوسی ہی ہوئی تھی۔ انہیں آج بھی وہ لمحہ تمام تر جزئیات کے ساتھ یاد تھا۔

اس دن وہ اور سارہ' عمران کے ہاں ڈنر پر مدعو تھے۔ عمران ان کا یونیورسٹی فیلو تھا۔ اور اپنی ترقی کی خوشی میں اس نے سب پرانے دوستوں کو ڈنر دیا تھا۔ سارہ اس دن بے حد خوب صورت لگ رہی تھی' یوں تو وہ تھی ہی حسین لیکن اس دن تو اس کی چھب ہی نرالی تھی۔ سب اسے سراہ رہے تھے مراد شاہ کے دوست اس کی قسمت پر رشک کر رہے تھے اور وہ ایک مغرورانہ اور تفاخرانہ مسکراہٹ لبوں پر لیے سب کی تعریفیں وصول کر رہی تھی۔ مراد شاہ کی نگاہیں دیوانہ وار اس پر نثار ہو رہی تھیں۔ گھر آتے ہی اسے ہمیشہ چینج کرنے اور میک اپ صاف کرنے کی جلدی ہوتی تھی...... اس دن وہ چینج کر کے آئی تو مراد شاہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"یار! آتے ہی تم یوں ڈریسنگ روم کی طرف بھاگتی ہو جیسے کوئی تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ یہ نہیں کہ دو گھڑی اس بے چارے محبت کے مارے شوہر کے پاس بیٹھ کر اسے درشن کروادو۔" انہوں نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے سیٹی پر اپنے پاس بٹھا لیا تھا۔

"اور وہ جو دو گھنٹے سے یہ بے چارہ شوہر صرف اس چہرے پر ہی نگاہ جمائے رہا ہے وہ...... سچ میں تو سوچ رہی تھی آج آپ ضرور مجھے نظر لگا کر چھوڑیں گے۔" وہ بے حد ناز سے مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"محبت کرنے والوں کی نظر نہیں لگتی جناب!" انہوں نے مخمور لہجے میں کہا تھا۔

"آج میں ایک نظم پڑھ رہا تھا جس کا "محبت" عنوان تھا۔ مجھے اتنی اچھی لگی کہ میں نے تمہیں سنانے کے لیے یاد کر لی۔

محبت اک کہانی ہے
محبت اک فسانہ ہے
محبت اک حسیں نغمہ!
محبت اک ترانہ ہے!
اگر دل' دل سے مل جائے
اگر موسم سہانا ہو......!
کہیں کوئل کی کوکو ہو......
کوئی لمحہ چرانا ہو......
کسی کو آزمانا ہو......
کسی کو کچھ بتانا ہو......
کسی سے جیت کر بھی گر
کسی سے ہار جانا ہو
کوئی گر روٹھ جائے تو
اسے پھر سے منانا ہو
تو دل کے ساز پر ہمدم
کوئی نغمہ سنا ڈالو......!

کچھ تو نظم تھی ہی دل کو چھو لینے والی اور کچھ ان لمحوں کا اثر تھا۔ دریچے سے ٹکراتی بارش کی بوندوں نے جیسے ماحول کو کچھ اور پرفسوں بنا دیا تھا۔ مراد شاہ خود کو اک عجیب سے سحر میں گھرتا محسوس کر رہے تھے۔

تمہارے دل میں کیا کیا ہے
اسے سب کچھ بتا ڈالو!
نہ کہہ پاؤ زباں سے گر!
نگاہوں ہی سے کہہ ڈالو
محبت اک طاقت ہے
محبت اک صداقت ہے
محبت اک راحت ہے
محبت اک رفاقت ہے
محبت زندگانی ہے
محبت ہی زمانہ ہے
محبت اک حقیقت ہے
یہی سب کو بتانا ہے

بے حد والہانہ نگاہوں سے اسے دیکھتے وہ اک جذب کے عالم میں سنا رہے تھے۔ "کیسی ہے......؟" اس کی مسلسل خاموشی پر انہوں نے جھک کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے ان کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔ ان کے کندھے پر سر رکھے وہ بے خبر سو رہی تھی۔ وہ ساکت نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان کا دل خاک ہوا جا رہا تھا۔ کوئی یوں بھی کسی کے ساتھ کر سکتا ہے' اس قدر بے حسی' انہیں جیسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا' مگر وہ سارہ شاہ تھی اور اس سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔ جانے ہر بار وہ یہ کیوں بھول جاتے تھے۔ باہر بارش یونہی موسلا دھار برس رہی تھی اور ان کے دل میں صحرا سا ئیں سا ئیں

Scan & PDF ELAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

کر رہا تھا۔

"کیا ہوا شاہ جی!" فضا ان کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو دیکھ کر فکر مند ہوگئی تھی۔

"کچھ نہیں' بس یونہی کچھ یاد آ گیا تھا۔" انہوں نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"اچھا پھر تم لوگ نئے گھر میں شفٹ ہوگئے تھے.....؟" انہوں نے یادوں کا سلسلہ وہیں سے جوڑنا چاہا تھا جہاں سے ٹوٹا تھا۔ وہ اس سے اس کے دکھ سکھ سن کر اس کا دل ہلکا کرنا چاہتے تھے۔ اسے اپنائیت و رفاقت کا احساس دلانا چاہتے تھے۔ فضا پہلے تو گومگو کی کیفیت میں انہیں دیکھتی رہی تھی پھر انہیں منتظر دیکھ کر ان کے ہاتھ کو اپنے رخسار پر رکھتے ہوئے ان تکلیف اور مشقت بھرے دنوں کو یاد کرنے لگی تھی جن کا انعام یہ راحتیں تھیں۔

نیا گھر گو پہلے والے سے کچھ بہتر ہی تھا مگر پھر بھی چند دن تو بہت عجیب عجیب سا محسوس ہوتا رہا۔ ہر وقت کے ڈر و خوف سے نجات مل گئی تھی مگر وہ گھر جہاں میں نے ہوش سنبھالا تھا' بچپن گزارا تھا' اسے چھوڑنے کا دکھ بھی تھا۔ میڈم فریحہ نے مجھے سلائی کڑھائی کا کورس کرنے کا مشورہ دیا تھا مگر دادی مجھے باہر بھیجنے کے حق میں نہیں تھیں اور میرے اپنے خیال میں بھی یہی بہتر تھا۔ میڈم فریحہ نے ہمیں مہینے بھر کا راشن ڈلوا دیا تھا۔ دادی اور میں ان کے بے حد ممنون تھے' مگر آئندہ ہم نے کس طرح گزر بسر کرنی تھی کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ میرا دھیان تو ہر وقت بس اسی مسئلے کی طرف لگا رہتا تھا' البتہ دادی کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ کس حد تک فکر مند تھیں۔ کبھی کبھی وہ کسی گہری سوچ میں ضرور دکھائی دیتی تھیں لیکن میں جب بھی یہ موضوع چھیڑتی تھی' وہ مجھے سکون سے تسلی اور دلاسے دینے لگتی تھیں اور کسی وقت ایک دو گھنٹے کے لیے باہر چلی جاتیں' گھر میں ہوتیں تو "یارزاق" اور "یاوھاب" کا ورد کرتی رہتیں۔

اس دن بھی جب وہ مجھے دروازہ بند کرنے کو کہتے ہوئے نکلنے کو تھیں تو میں ایک دم روہانسی ہوئی تھی۔

"دادی! آپ گھر میں ہوتی ہیں تو ہر وقت بس کچھ نہ کچھ پڑھتی رہتی ہیں یا پھر کچھ بھی بتائے بغیر باہر چلی جاتی ہیں۔ کچھ بتائیں تو سہی کہ آخر آپ کدھر جاتی ہیں اور یہ چیزیں آخر کب تک چلیں گی۔ اس کے بعد کہاں سے کھائیں پئیں گے؟" انہوں نے چونک کر مجھے دیکھا تھا پھر پلٹ کر میرے قریب آ گئی تھیں۔

"فضا بیٹی! اللہ کا ذکر کرتی رہتی ہوں تو وہ بھی کھانے پینے کے انتظام کے لیے ہوتا ہے اور....."

"دادی! اگر گھر میں بیٹھ کر صرف اللہ کا ذکر کرنے سے سب کچھ ملنے لگے تو پھر کوئی باہر نکل کر نوکری کیوں کرے؟" میں اس دن بری طرح جھنجلائی ہوئی تھی اس لیے درمیان میں ہی دادی کی بات کاٹ دی تھی۔

"فضا! یہی تو ہم لوگوں کی غلطی ہے بیٹی!" انہوں نے تاسف سے مجھے دیکھا تھا۔ "ہم نماز سے' قرآن سے اور اللہ کے ذکر سے جنت کے ملنے کا تو یقین رکھتے ہیں مگر روزی کے ملنے کا یقین نہیں رکھتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمیں نوکری کے ذریعے تو ضرورتیں پوری ہونے کا یقین ہے مگر اپنے جن ناموں کے ورد سے اس مالک کل نے خود روزی دینے کا وعدہ کیا ہے تو اس وعدہ کا ہمیں یقین نہیں....." دادی کہہ رہی تھیں اور میں کچھ شرمندہ کچھ حیران سی انہیں دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اور اس سے اگلے ہی دن جب میں اور دادی صحن میں بیٹھے تھے تو دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ میں

اندر کمرے میں چلی گئی تھی۔ دادی کی تاکید تھی کہ میں کم سے کم لوگوں کے سامنے آؤں اور میں خود بھی اب اس معاملے میں خاصی محتاط ہوگئی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ اس نئے محلے میں کسی کو بھی پتا چلے کہ اس بوڑھی کمزور عورت کی نوجوان پوتی بھی ہے۔ چند ہی لمحوں کے بعد دادی ہانپتی کانپتی مختلف شاپر ہاتھوں میں اٹھائے اندر داخل ہوئی تھیں۔ ڈھیر سارے مٹر اور لہسن دیکھ کر میں حیران ہوئی تھی۔

"دادی یہ سب.....؟" بے اختیار میرے منہ سے نکلا تھا۔

"دھیرج بیٹی! دھیرج۔" دادی کے چہرے پر بے حد چمک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "باہر کچھ اور شاپر پڑے ہیں' اٹھالاؤ۔" انہوں نے چارپائی پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا اور میں حیرانی سے انہیں دیکھتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"ہاں تو فضا بیٹی یہی تھا وہ انتظام جس کی تلاش میں' میں روز گھر سے نکل جاتی تھی' روزی روٹی کے لیے اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ حیلہ تو بندے کو کرنا پڑتا ہے' وسیلہ پھر وہ ربِ کریم خود بنا دیتا ہے۔ تمہیں اس لیے نہیں بتایا کہ ابھی مجھے خود پتا نہیں تھا کہ مجھے کیا کرنا ہے' بس ادھر ادھر لوگوں سے مل ملا کر یہ دیکھتی تھی کہ ایسا کیا کام ہوسکتا ہے جو ہم گھر بیٹھے کرسکیں۔ کل اس سبزی والے سے بات ہوئی تھی۔ اچھا نیک شخص لگ رہا تھا' وہ روز مٹر' لہسن بھیج دیا کرے گا اور چھلا ہوا واپس منگوا بھی لے گا۔ کہہ رہا تھا اگر آپ کہیں گی تو اور بھی دکانداروں سے لے دوں گا۔ اللہ کے حکم سے اتنے پیسے مل جایا کریں گے کہ ہمارا گزارہ ہوجائے گا۔"

انہوں نے بے حد طمانیت سے کہا تھا اور میں نے بھی سکون کی سانس لی تھی۔ پھر کچھ سال ایک ہی ڈگر پر چلتے گزر گئے تھے صبح سے شام تک ایک لمحہ فرصت میسر نہیں ہوتی تھی۔ محنت سے میں جی چراتی تھی نہ تھکتی تھی۔ لیکن کبھی کبھی دل چاہتا تھا کہ باہر نکلوں' اپنی کسی ہم عمر سے ملوں' باتیں کروں..... مگر پھر گزرے دنوں کی تلخ اور خوفناک یاد مجھے کپکپا کر رکھ دیتی تھی اور میں دل میں ابھرنے والی خواہش کو دل میں ہی دفن کر دیتی تھی۔ اور پھر کئی سالوں کے بعد معمول بھی بدل گیا تھا مگر ایسے کہ جیسے میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ نوردین بابا جنہوں نے ان ماہ و سال میں ہمارا بہت ساتھ دیا تھا۔ وفات پاگئے تھے۔ ان کے بیٹوں نے سبزی کی دکان فروخت کردی تھی۔ انہی دنوں دادی سخت بیمار ہوگئی تھیں اور میں شدید پریشان تھی۔ ایک دو ماہ تو آرام سے گزر گئے تھے' کرایہ بھی دیا گیا تھا اور گھر کا خرچ بھی چلتا رہا تھا۔ دادی کے نہ نہ کرنے کے باوجود ان کی دوائیں بھی میں زبردستی منگواتی رہی تھی۔ لیکن تیسرا مہینہ شروع ہوتے ہی میری پریشانی میں انتہائی اضافہ ہوگیا تھا کیونکہ تمام جمع پونجی تو ختم ہونے والی تھی۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور دادی کا بخار اور کھانسی ٹھیک ہونے کے بجائے بڑھتی جارہی تھی۔ تیسرا مہینہ ہم نے کیسے گزارا تھا یہ صرف ہم ہی جانتے تھے۔ بس یہ شکر تھا کہ مالک مکان سے اگلے ماہ کے لیے مہلت مل گئی تھی۔ لیکن اس نے سختی سے تاکید کی تھی کہ اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو اسے دونوں ماہ کا کرایہ مل جانا چاہیے ورنہ دو تاریخ کو اس کا گھر خالی کردیا جائے یا پھر دوسری صورت میں وہ خود آکر سامان باہر پھینک دے گا۔ اور اس جیسے بدمزاج اور سخت دل آدمی سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔ کرائے کا انتظام بھلا کہاں سے ہونا تھا' ہمیں تو روٹی کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ اکیس تاریخ تک جب اور

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsCorner.com Digitized by Google

کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں اور دادی فریحہ میڈم کے گھر گئے تھے۔ دادی سے اب اکیلے دو چار قدم سے زیادہ چلا نہیں جاتا تھا۔

میڈم فریحہ کے گھر کے دروازے پر پڑا تالا دیکھ کر ہمارے قدموں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ ادھر ادھر سے پوچھنے پر ان کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلا تھا اور ہم ناکام و نامراد واپس لوٹ آئے تھے۔ پھر دو تاریخ آ گئی تھی۔ مالک مکان نے اپنا کہا سچ کر دکھایا تھا اور اللہ نے اپنا کام کر دکھایا تھا....." کھوئے کھوئے اور سنجیدہ سے انداز میں یادوں کی راکھ کریدتے کریدتے یکدم وہ خوشدلی سے مسکرائی تھی۔

"ویسے شاہ جی! یہ اللہ ہی کی قدرت ہے کہ ایک انسان کی سنگدلی کو دوسرے انسان کے لیے باعث انعام بنا دیتے ہیں۔ میں تو کئی مرتبہ وزیر دین کے لیے دعا کرتی ہوں کہ جس نے ہمارا سامان اٹھا کر باہر پھینکا اور آپ کو ملانے کا سبب بنا..... بد دعاؤں کے بجائے دعائیں..... ہے نا عجیب بات!" بے حد خوب صورت سی مسکان لیے وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔ آنکھوں میں جیسے جگنو سے چمک رہے تھے۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ وہی فضا تھی جسے انہوں نے کل انتہائی خستہ اور شکستہ حالت میں دیکھا تھا۔

"بے حد....." مراد شاہ نے محبت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اور جناب ہماری اس داستان محبت میں کیا عجیب نہیں..... ذرا یہ تو بتا دیں۔"

"صرف عجیب.....! عجیب و غریب .....اس ناچیز بندی نے اپنا دل آپ کے قدموں میں نچھاور کر دیا اور آپ نے نگاہ تک ڈالنا گوارا نہ کی۔"

"بہت بڑی خطا ہو گئی سرکار! بندہ ہر قسم کی سزا کے لیے تیار ہے۔" انہوں نے شوخی سے سر خم کرتے ہوئے کہا۔

"ہوں..... سزا تو آپ کو ضرور ملے گی۔"

"دل و جان سے سہیں گے جناب۔" مسرت و طمانیت سے سرشار مراد شاہ جیسے اس پر تمام زندگی نچھاور کرنے کے لیے تیار تھے۔

"بس صرف اتنا کہ کچھ دیر کے لیے اس جگہ پر لے چلیں جہاں پہلی بار میں نے آپ کو دیکھا تھا۔ ایک ایسا انسان جو فرشتوں جیسا تھا ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ انسان بھی ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔"

ان نے بے حد جذب کے عالم میں کہا تھا اور مراد شاہ اسے دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"میرے ایک چھوٹے سے عمل سے تم نے مجھے اتنا بلند مرتبہ کیسے دے ڈالا فضا؟" چند لمحوں کے بعد انہوں نے گمبھیر لہجے میں پوچھا۔

"ایک عمل تھوڑا ہی شاہ جی! ڈھیروں ایسی باتیں بتاتے تھے ذوالفقار چاچا آپ کے بارے میں ان چھ ماہ کے بعد جب ذوالفقار چاچا اور ان کی بیوی دادی کے بے حد منع کرنے کے باوجود زبردستی کرایہ دے گئے تو دادی سے مجھے پتا چلا کہ وہ لوگ ہماری ہی گلی میں رہتے تھے۔

میں نے دادی کو منا کر ان کے گھر آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ ان کی بیوی سے مجھے آپ کے اور سارہ باجی کے متعلق تمام معلومات ملتی رہتی تھیں۔ انہوں نے ہی مجھے بتایا کہ آپ بہت نیک دل انسان ہیں ذوالفقار چاچا آپ کی فیکٹری میں کام کرتے تھے پھر جب انہیں دمے کے مرض نے گھیرا اور وہ نوکری کرنے کے قابل نہ رہے تو آپ گھر بیٹھے انہیں ہر ماہ تنخواہ کے ساتھ ساتھ علاج کا خرچ بھی گھر پہنچا کے جاتے تھے۔ یہی نہیں آپ ایسے نیک کاموں میں

بڑھ چڑھ کر امداد دیا کرتے۔ ذوالفقار چاچا کے پاس کئی اخبار تھے جن میں آپ کی تصویریں آپ کی خدمات کی خبریں درج تھیں۔ میں نے اخبار کی تصویر ہی میں سارہ باجی کو بھی دیکھا تھا۔ آپ کے متعلق سب کچھ جان کر آپ کی مسلسل تعریفیں سن سن کر میری محبت ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی چلی گئی تھی۔ عجیب تھی یہ محبت..... جس میں نہ کوئی توقع تھی نہ غرض.....

نہ دیکھنے کی چاہ تھی نہ حاصل کرنے کی تمنا.....

اگر کوئی آرزو تھی تو آپ کی خوشیوں کی۔ آپ کی زندگی کی راحتوں کی۔

ان دنوں میں ہر گھڑی، ہر لمحہ آپ کے اور سارہ باجی کے لیے ایک ہی دعا کرتی تھی، یہ دعا میں نے گویا ورد بنا لی تھی کہ یا اللہ! مجھے تجھ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے کہ تو شاہ جی کی زندگی کی اس کمی کو دور کر دے، انہیں صاحب اولاد کر دے، کبھی کبھی تو مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میں اتنی بار سانس نہیں لیتی تھی جتنی بار یہ دعا کرتی تھی۔"

اس کا لہجہ جیسے فسوں پھونک رہا تھا۔

لفظ سحر طاری کر رہے تھے۔

اور تبھی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا اور سارہ شاہ آندھی اور طوفان کی مانند کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ یوں اچانک اسے سامنے دیکھ کر چند لمحے تو مراد شاہ ششدر سے اسے دیکھتے رہ گئے تھے۔ فضا کے کندھے پر رکھا ان کا ہاتھ بے ساختہ اٹھا تھا اور وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ تیزی سے اس صورت حال پر غور کر رہے تھے جس کا سامنا تو انہیں بہر حال کرنا ہی تھا۔ مگر اس طرح اور اس قدر جلد، یہ وہ توقع نہیں کر رہے تھے پھر سارہ کی اس گھر میں آمد.....! وہ الجھ کر رہ گئے تھے۔

"کون ہے یہ.....؟" وہ غیظ و غضب میں بھری ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

مراد شاہ نے فضا کی جانب دیکھا تھا۔ اس کی سنہری مائل رنگت پیلی زرد ہو رہی تھی۔ ایک لمحہ قبل جو آنکھیں مسرت و طمانیت سے مسکرا رہی تھیں، اب خوف و ہراس سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"یہ فضا ہے..... فضا مراد شاہ۔" سارہ کے چہرے پر نگاہ جماتے ہوئے انہوں نے پرسکون لہجے میں کہا تھا اور وہ جیسے غم و غصے سے پاگل ہو گئی تھی۔ اگلے ہی پل چیل کی طرح فضا پر جھپٹتے ہوئے وہ جو اس کے منہ میں آ رہا تھا کہے جا رہی تھی۔ مراد شاہ نے بمشکل کھینچ کر اسے فضا سے علیحدہ کیا تھا لیکن اس پر تو جیسے جنون سوار تھا، اس نے ایک جھٹکے سے اپنے بازو ان کی گرفت سے چھڑا لیے تھے اور دوبارہ فضا پر پل پڑی تھی۔

"رک جاؤ سارہ! اب اگر ایک قدم بھی تم نے فضا کی طرف بڑھایا تو میں....." انہوں نے ایک نظر چیخ چاپ پٹتی فضا پر ڈالتے ہوئے سخت اور سرد لہجے میں تنبیہ کرتے ہوئے پوری طاقت سے اسے پیچھے کھینچا تھا۔

"تو آپ کیا کریں گے..... بتائیے..... بتائیے کیا کریں گے؟" وہ تن کر ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی اور شعلہ بار نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے غرائی تھی۔

"میں..... میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔" انہوں نے بے حد ٹھنڈے لہجے میں ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔

(جاری ہے)

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

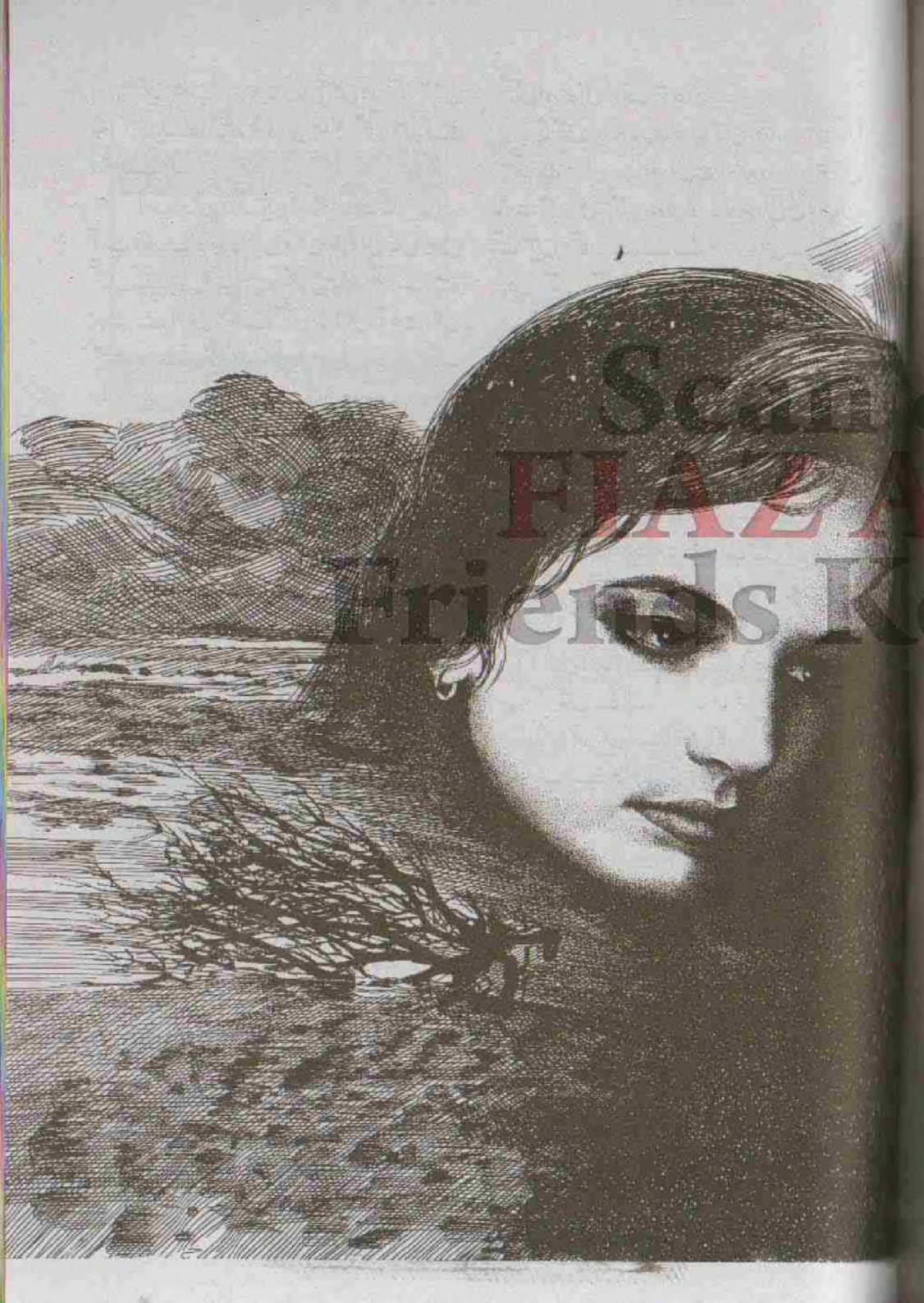

مقامِ عبرت

سندس جبین

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے، محبت کم بدلتی ہے
تمہی کو چاہتے ہیں اور تمہی سے پیار کرتے ہیں
یہ ہے برسوں کی عادت اور عادت کب بدلتی ہے

میں بہت دنوں سے اسے رائل گارڈن میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے وہ ہمیشہ ایک ہی جگہ، ایک ہی رُخ پر بیٹھا نظر آتا تھا۔ اس کے بال پریشان اور چہرہ گویا غم واندوہ کی تصویر بنا رہتا اور اس کی آنکھیں بڑے بے تاثر انداز میں سفیدے کے طویل القامت درختوں میں کچھ کھوجتی رہتی تھیں اور ان بے تاثر آنکھوں میں کرب کی سرخی جیسے جم کر رہ گئی تھی۔ مجھے وہ شخص ایک گہرے راز کی طرح لگا۔

مجھے لگا اس شخص کی صورت میں مجھے ایک اور موضوع مل جائے گا۔ ارے! میں نے آپ کو یہ تو بتایا ہی نہیں کہ میں بنیادی طور پر ایک کالم نگار ہوں اور ایک فلاحی ادارہ بھی چلا رہا ہوں۔ مجھے مقامی اخبار میں ہفتہ وار کالم لکھنا ہوتا ہے اور اس کے لیے میرے پاس صرف کل کا دن رہ گیا تھا اور میں تاحال کچھ لکھ نہیں پایا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس سے بات کروں، اس کی کہانی جاننے کی کوشش کروں چنانچہ میں فیصلہ کر کے تیزی سے اس کی سمت بڑھا۔

"السلام علیکم! میں بہت دنوں سے آپ کو یہاں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔ کیا آپ کا نام جان سکتا ہوں؟"

میں نے نرمی سے ابتدا کی۔ یہ میرا سب سے آزمودہ نسخہ ہے کہ ہمارے لہجے کی نرمی، حلاوت اور چاشنی مقابل کو آپ کے سامنے کھلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس وقت بھی میں نے یہی نسخہ آزمایا تھا اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے ضرور اپنا دُکھ بتا دے گا۔

اس نے سر اٹھا کر بے تاثر نظروں سے مجھے دیکھا۔ "کیوں؟" اس کا لہجہ سرد تھا۔ میں ایک لمحے کو گڑبڑایا پھر خود پر قابو پا کر بظاہر مسکرایا۔

"مجھے آپ کچھ پریشان لگے اس لیے۔ آپ چاہیں تو مجھ سے اپنی پریشانی شیئر کر سکتے ہیں۔" میں نے نرمی اور خلوص سے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ آ گئی۔

"آپ مجھے اپنا دوست سمجھ سکتے ہیں۔" میں نے اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی تیزی سے کہا۔ میں ہر صورت اس شخص کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

"آپ ہمارے دوست کیسے ہو سکتے ہیں پراچہ صاحب؟" اس کے لہجے میں پھنکار تھی۔ میں اس کے لہجے پہ ساکت رہ گیا، وہ مجھے جانتا تھا؟

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

Digitized by Google

"کیا مطلب..... ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟" میں پھر مسکرایا۔ مجھے جیسے ضد سی ہوگئی تھی اس سے اُگلوانے کی۔

"آپ سوشل ورکر ہیں نا! پھر مجھے بتائیں اگر آپ ہمارے دوست ہیں تو ان علاقوں میں کیوں نہیں پہنچے جہاں آپ جیسے، مجھ جیسے اور ہم سب جیسے بہت سے انسان سیلاب جیسی ناگہانی آفت میں پھنسے ہوئے ہیں؟" اس کا لہجہ زہریلا تھا۔ میں دنگ سا رہ گیا۔

"ایسی بات نہیں، ہم نے وہاں سامان سے بھرے ہوئے بارہ ٹرک بھجوائے ہیں اور ہمارے بہت سے ورکر....." میں جو اپنا دفاع کر رہا تھا اس نے فوراً میری بات کاٹ دی۔

"میں جانتا ہوں لیکن میرا سوال آپ سے ہے۔ آپ تو ان کے سربراہ ہیں نا! آپ یہاں کیوں ہیں؟ کیا آپ نے دیکھا ہے کبھی کہ کوئی جنگ سپہ سالار کے بغیر لڑی گئی ہو؟" اس بار اس کا لہجہ تلخ تھا۔

"آپ غلط کہہ رہے ہیں جناب! سپہ سالار کا کہاں ہونا ضروری ہے، یہ صرف وہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے یقیناً بہتر لگا تھا تو ہی میں یہاں ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میرے بغیر بھی وہاں سبھی کام ہو رہے ہوں گے۔" میں نے بدستور نرمی سے اپنا نظریہ بیان کیا تھا۔

وہ ساکت نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر واپس اپنے شغل میں مصروف ہوگیا۔ وہی اس کا سفیدے کے درخت میں کچھ کھوجنا..... مجھے کوفت سی ہونے لگی۔ یہ شخص مسلسل مجھے ضد دلا رہا تھا۔

"دکھ کہہ دینے سے ہلکا ہوجاتا ہے میرے دوست!" میرا لہجہ گمبھیر ہوگیا تھا۔ یک بیک اس کی آنکھیں ڈبڈبا سی گئیں۔ اس نے ایک طویل سانس کھینچی اور میری طرف متوجہ ہوگیا۔

"پتا نہیں کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا..... مگر ہمارا غم تو بے کراں ہے اور اذیت لا محدود..... جو کسی حالت میں بھی کم نہیں ہوتا۔ لوگ دوسروں کی کہانیاں سنتے ہیں چٹخارے لے لے کر..... ان سے سبق کیوں نہیں سیکھتے، عبرت کیوں نہیں حاصل کرتے.....؟" وہ بولتا بولتا رُک گیا۔ "ہمیں لگتا ہے کبھی کوئی غم، کوئی پریشانی، کوئی آزمائش ہم پر نہیں آئے گی، ہمیں لگتا ہے ہم ہمیشہ خوش رہیں گے، ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہمیں لگتا ہے ہم کبھی نہیں مریں گے، ہم اتنے پُریقین کیوں ہوتے ہیں؟" اس کا لہجہ تھکا تھکا تھا، یوں جیسے وہ زندگی کے ان سارے تجربات سے گزر چکا ہو۔ مجھے بے چینی سی ہونے لگی۔ آخر کیا تھا جو پنہاں تھا..... عیاں کیوں نہیں ہو رہا تھا؟

"آخر ایسا کیا ہوا ہے آپ کے ساتھ، کیا دُکھ ہے آپ کو؟" میں نے کہا۔

"وڈیرا تھا میں اپنے گاؤں کا..... مگر ویسا نہیں جیسا آپ اپنے کالموں میں دکھاتے ہیں۔ نہ ویسا جیسے عمومی طور پر ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں۔ میرا یقین ہے ربّ ہمیں اس لیے نہیں نوازتا کہ ہم اس کے نگراں بن جائیں۔ سانپ بن کے بیٹھ جائیں خزانوں پر..... وہ پاک ذات ہیں اس لیے بخشتا ہے تاکہ ہم بانٹیں اور کھائیں..... خدا نے مجھے نوازنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور میں نے بانٹنے میں..... اور یہ فلاحی اداروں والے بھیک منگے.....!" اس کا لہجہ حقارت و نفرت آمیز تھا۔

مجھے لگا اس نے میرے منہ پر جوتا مار دیا ہو۔ شرمندگی کے احساس سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔ اس نے میری طرف نہیں دیکھا، وہ اپنی دُھن میں

بول رہا تھا۔

"یہ میرے آگے پیچھے پھرا کرتے تھے، 'امداد' مانگنے کے لیے....." امداد پر زور دیتے ہوئے اس کا لہجہ مزید طنزیہ ہوگیا تھا۔ مگر میں خاموشی سے اس کا یہ طنز پی گیا۔

"مگر میں نے کبھی کسی کو انکار نہ کیا۔ سب کو دیا، سب کو نوازا۔ بڑی اچھی زندگی تھی، مکمل اور خوب صورت۔ چند دہ ہی تو ہوئے تھے میری شادی کو..... کشور میری منگیتر تھی بچپن کی۔" وہ جیسے کسی خوب صورت یاد میں کھو گیا تھا۔ "بہت محبت کی تھی میں نے اس سے، بہت زیادہ۔ جب وہ آئی نا میری زندگی میں، یگانہ کی در ہوئی ہو، ہر تشنگی مٹ گئی ہو۔ وہ بڑی پیاری تھی۔ مجھے لگتا اللہ نے مجھے اتنا نواز دیا ہے کہ ساری زندگی بھی ربّ کا شکر ادا کرنا چاہوں تو بھی نہ کر پاؤں۔" وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

مجھے حیرت ہوئی، اس کی مسکراہٹ بڑی پیاری تھی۔

"ایک دن مجھے اطلاع ملی سیلاب آرہا ہے، سوچا کون سی نئی بات ہے، یہ تو ہر سال ہی آتا ہے۔ اس بار بھی ہم بچاؤ کی تدابیر کرلیں گے۔ مگر یہ تو ہم نے سوچا تھا، وہ ذات جو اوپر بیٹھی ہے، ہم یہ بھول گئے کہ اس نے کیا سوچا ہے..... ہمارے بنائے گئے چھوٹے چھوٹے بند ٹوٹ گئے اور سب ختم ہوگیا، بہت خوف ناک تباہی تھی، بہت بھیانک۔" اس نے جھرجھری لی، اس کے چہرے پر زرد لہر سی دوڑ رہی تھی۔ "سب بہہ گیا، میری کشور..... جو اپنے چنیوٹی فرنیچر کو ایسے اپنی سے بچاتی تھی جیسے ماں بچے کو آگ سے۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ وہ میرے سامنے اس بے کراں پانی میں بہہ گئی اور میں، میں کچھ نہ کرسکا۔ کچھ بھی نہ کرسکا۔" وہ پھوٹ

alislampk.com
ملک کا منفرد دینی و اصلاحی رسالہ
ماہنامہ
الاسلام
کراچی
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیرادارت
قیمت: 20 روپے
دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوریؒ
روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد
خوابوں کی تعبیر: حافظ عبدالقیوم نعمانی
اسلام اخوت، بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہمیں اسے مکمل سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔
دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق علماء کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل
وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں
پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی
فون: 35260771/2 فیکس: 35260773
alislamkhi@gmail.com

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Google

پھوٹ کر رو دیا تھا۔ ’’مجھے وہ نہیں بھولتی۔ میری آنکھوں سے اس کی تصویر نہیں ہٹتی۔ میں اسے بچا نہ سکا اور وہ مرگئی۔ بہت دنوں تک تو مجھے سمجھ ہی نہ آئی کہ میرے ساتھ یہ ہوا کیا ہے؟‘‘ اس کی پلکیں آنسوؤں سے بوجھل ہوگئی تھیں، چہرے کے تاثرات غم زدہ سے تھے اور ناک کی نوک سرخ۔

’’سب برباد ہوگیا اور یہ نام نہاد فلاحی ادارے، یہ این جی اوز اور حکومت کیا کرتی رہی......؟ ہم کتنے دن اس کھلے آسمان تلے ’’امداد‘‘ کا انتظار کرتے رہے۔ وہی ’’امداد‘‘ جو یہ فلاحی ادارے والے ہر مہینے مجھ سے مانگنے آتے تھے۔ تب کوئی نہ آیا...... آپ کو کیا بہتری لگی یہاں رہنے میں، یہ میں آپ کو بتاتا ہوں......‘‘ اس نے اچانک سوال کیا، میں چوکنا ہوگیا۔

’’آپ کی بیوی نے نہیں جانے دیا ہوگا آپ کو۔ ظاہر ہے آپ کے بیوی بچے ہی آپ کے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہیں۔ کیا ضرورت ہے بھلا آپ جیسے فلاحی کارکن کو کسی کے لیے اپنی جان عذاب میں ڈالتا پھرے، یہ انسانیت، ہمدردی، خوفِ خدا، جیسی چیزیں صرف کتابوں اور کالموں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔‘‘ اس کا لہجہ زہریلا ہوگیا تھا۔ مجھے خود پر قابو پانے میں دِقت ہونے لگی۔

’’ایسی بات نہیں ہے میرے دوست! ہم نے جتنا ہوسکا، مدد کی۔ آپ شدید غلط فہمی کا شکار نظر آتے ہیں۔ زندگی و موت تو خدائی کام ہیں اور ان میں کسی کا کیا دخل......؟ اگر کشور کی زندگی ہوتی تو وہ بچ بھی سکتی تھی۔ ہمارے پاس ایسے کیسز بھی رجسٹرڈ ہیں کہ لوگ کئی کئی دن بھوکے پیاسے رہے مگر وہ زندہ رہے، ڈوبنے والے بہت سے لوگ بچ بھی گئے۔‘‘ میں نے قدرے تحمل سے اسے سمجھایا۔

’’خدائی کام......! ٹھیک کہتے ہیں آپ۔‘‘ اس نے طویل سانس لیتے ہوئے سر پیچھے گرادیا اور نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبالیا۔ ’’پتا ہے آپ نے کن لوگوں کو بچایا ہے؟ جو ’’بچے کھچے‘‘ تھے۔‘‘ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ میں کوئی جواب دیئے بنا اسے دیکھتا رہا۔

’’کسی کے مرنے سے زندگی نہیں رُکتی۔ میں جانتا ہوں مگر میں کیا کروں؟ وہ میرے اندر سے نکلتی ہی نہیں۔ کنڈلی مار کے بیٹھ گئی ہے۔ اس نے میرے اردگرد ایک دیوار کھڑی کردی ہے، میں اس دیوار کو ہر صبح توڑنے کی کوشش کرتا ہوں، اس غم سے باہر آنے کی کوشش کرتا ہوں مگر نہیں آپاتا۔ ہر رات اس کی یاد ختم ہوتی ہے اور ہر صبح اس کی یاد سے شروع...... میرا اپنا وجود تو ختم ہونے لگا ہے۔ مجھ میں صرف ’’وہ‘‘ رہ گئی ہے۔ میں اسے بھول نہیں پاتا، سائیکاٹرسٹ کہتے ہیں، میں ’’بریک اپ ڈاؤن‘‘ کا شکار ہوچکا ہوں۔ یہ درد، یہ اذیت ختم ہی نہیں ہوتی، ہم سب اپنی زندگی میں کہیں نہ کہیں ’’ہیومن اڈیکشن‘‘ کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور ہوتا ہے جس کے بغیر وہ رہنے کا تصور نہیں کرسکتا......وہ شخص کسی نشے کی مانند ہماری زندگی میں شامل ہوجاتا ہے اور جب یہ ہم سے بچھڑ جاتا ہے تو ہم زندہ نہیں رہ پاتے، یہ اذیت ہمیں ہر روز زندگی سے دور بھگاتی ہے۔ یہ اذیت ہمیں نچوڑ ڈالتی ہے۔ آج اتنے ماہ گزر گئے ہیں مگر میری زندگی وہیں اسی موڑ پر رُک گئی ہے۔ ہر کوئی اپنی زندگی شروع کرچکا ہے مگر میں وہیں کھڑا ہوں۔ میری زندگی وہیں ہے۔ میرا دل نہیں مانتا۔ میں سوچتا ہوں کہ جب کناروں سے نکلے دریا واپس پلٹ جائیں گے، اُبھری اور بپھری موجیں واپس اپنے پُرسکون بہاؤ پر آجائیں گی تو ہم جیسے لوگ کیا کریں گے؟ یہ تلخ یادیں ہمیشہ کے لیے ہمارے لاشعور میں گڑ گئی ہیں۔ ہم کیسے انہیں فراموش کریں گے؟ جب جب بارش ہوگی ہم خوف سے سہم جائیں گے۔ جب جب دریاؤں میں مدوجزر ہوگا ہماری روحیں بین کریں گی۔ اس اذیت، اس خوف اور اس تکلیف کا اندازہ آپ کیسے کرسکتے ہیں؟‘‘ اس نے ایک بار پھر اچانک سوال کیا۔ میں یک ٹک اسے دیکھتا رہ گیا۔ تب اس نے ایک بار پھر استہزائیہ کہا۔

’’آپ اس کیفیت کو محسوس کر ہی نہیں سکتے کیونکہ آپ نے موت کا ذائقہ نہیں چکھا، کیونکہ آپ نے اس خوف کو محسوس نہیں کیا۔ آپ نے لمحہ بہ لمحہ اپنی جانب بڑھتی موت کی اذیت نہیں سہی، جو ہڈیوں سے زندگی کھینچ لیتی ہے۔ آپ نے اس ہراس کا مقابلہ نہیں کیا جو آپ کو مرنے سے پہلے مرنے پر اکساتا ہے۔ کیسے جان سکتے ہیں آپ......؟‘‘ اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہری دوڑ گئی۔

’’ہم اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور اس کا......‘‘ میں نے سنبھل کر اسے تسلی دیتے ہوئے کچھ کہنا چاہا۔ اس نے تیزی سے میری بات قطع کردی۔

’’ائرکنڈیشنڈ گاڑیوں اور کمروں میں بیٹھ کر کسی کا دکھ محسوس نہیں کیا جاسکتا پراچہ صاحب!‘‘ اس کی آنکھیں جل اُٹھی تھیں۔ ’’دکھ تب محسوس کیا جاتا ہے جب آپ کو کھلے آسمان تلے رہنا پڑے۔ آپ کے اردگرد بے پناہ پانی ہو اور آپ مرنے کے خوف سے سو نہ پائیں، دکھ تب محسوس کیا جاتا ہے جب آپ کے کسی عزیز کی لاش آپ کے نزدیک پڑی ہو اور آپ کو ریسکیو کے ان ہاتھوں کا انتظار ہو جو آپ کے عزیز کو باعزت مدفن مہیا کرسکیں۔‘‘ وہ بول رہا تھا۔

میری رگ رگ میں اس کے لہجے کی برف اُترتی جارہی تھی۔

’’ہماری رگ رگ میں زندگی کی خواہش اتنی مضبوط ہے کہ ہم مرتے مرتے بھی یہی چاہتے ہیں کہ کوئی عیسیٰ ہم میں زندگی پھونک دے، ہم دوسروں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں مگر صرف تعزیت کرتے ہیں، ہم کبھی یہ نہیں سوچتے کہ کبھی ان کی جگہ ہم بھی ہوسکتے ہیں۔ ذرا سوچیے! اگر آپ بھی ان ہزاروں سیلاب زدگان میں سے ایک ہوتے اور بے پناہ پانی کی بے مہر لہریں آپ کے وجود میں سے زندگی کھینچ کرلے جاتیں تب آپ کی لاش بدبودار پانی میں تیر رہی ہوتی، آپ کا یہ قیمتی وجود جسے آپ مہنگے ترین کپڑوں سے ملبوس کرتے ہیں، مٹی میں ملا ہوتا آپ کی کٹی پھٹی لاش پر کیڑے مکوڑے رینگ رہے ہوتے اور تب آپ کو صرف ان مددگار ہاتھوں کا انتظار ہوتا جو آپ کے وجود کو کفن دے کر دفن کردیں تب کیا ہوتا......؟

’’آپ ہمارے دکھ میں شریک نہیں ہوسکتے پراچہ صاحب! آپ اذیت کی اس انتہا کو محسوس نہیں کرسکتے کیونکہ آپ ’’خواص‘‘ ہیں ’’عوام‘‘ نہیں۔‘‘ وہ ایک لمحے کو رُکا۔

میرے چہرے کی رنگت بدل چکی تھی۔

’’آپ سے ایک درخواست ہے آپ نے میری کہانی تو سن لی مگر اس پر کوئی کالم نہ لکھ ماریئے گا۔ مجھے آپ جیسے شیخی خوروں سے نفرت ہے جو اپنا نام اونچا رکھنے کے لیے دوسروں کی تذلیل کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔‘‘ اس نے نفرت سے کہا اور اٹھ کر ایک سمت چل دیا۔

تب سے میں اس بنچ پر بیٹھا ہوں اور صرف ایک بات کی گردان کررہا ہوں۔ ’’لعنت ہو مجھ پر!‘‘

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

کسی بھی موڑ پر اگلے پڑاؤ پر
جدا ہی ہم کو ہونا ہے تو پھر آؤ
یہیں پر اپنے اپنے آنسوؤں کو ہم الگ کر لیں
یہ جتنے زخم ہیں دل پر ادھر میری طرف کر دو
کہ تم اکثر یہ کہتے ہو یہ سب میری وجہ سے ہیں
مگر ٹھہرو......
یہاں کچھ خواب بھی ہوں گے جو مل کے ہم نے دیکھے تھے
سنہری خواب تم رکھ لو ادھورے سب مجھے دے دو
کہ میری یوں بھی عادت ہے
مجھے ٹوٹی ہوئی چیزوں سے اک بے نام الفت ہے!

قسط نمبر 28

پتھروں کی پلکیں

نازیہ کنول نازی

میں نے ایک عمر گنوا دی ہے تری آنکھوں میں
بھولنے والے تجھے یاد دلاؤں کیسے
وہ رگِ جاں میں اتر آیا لہو کی صورت
دامنِ دل یہ بتا تجھ کو بچاؤں کیسے

شام کے پھیلتے دھندلکوں کے ساتھ وہاں دیہاتی خواتین کے کاموں میں مزید چستی آ گئی تھی۔ شہر کو جاتی کچی سڑک کے کنارے پر بیٹھی وہ چپ چاپ سی خود سے کچھ ہی فاصلے پر دہکتے تندور کے گرد کھڑی خواتین کو دیکھتی رہی۔ خشک اوپلوں سے تندور دہکاتی ایک دوسری سے باتوں میں مگن وہ زندگی کو کتنے بھرپور انداز سے گزار رہی تھیں۔ انزلہ کی نگاہیں بے ساختہ اپنے ہاتھوں کی شفاف گلابی ہتھیلیوں پر ٹھہر گئیں۔

زمین کے وجدان میں کہیں وہ دن آج بھی اپنی پوری اہمیت کے ساتھ تازہ تھا کہ جس روز پہلی بار وہ سانول شاہ پر فدا ہوئی تھی۔

اوائل سردیوں کے دن تھے اور یونیورسٹی میں طلبہ کی حاضری کا زور کچھ روز کی ہڑتال کی وجہ سے قدرے

Digitized by Google

ٹوٹ گیا تھا۔ وہاں یونیورسٹی میں کسی وزیر کا بگڑا ہوا سپوت کسی دوسرے شہر سے مائیگریشن کروا کر آیا تھا اور آتے ہی اس کی کچھ لوگوں سے ٹھن گئی تھی۔

اپنے باپ کے بڑے نام اور ان گنت دولت پر ملکیت نے اس کا دماغ آسمان پر پہنچا رکھا تھا' اساتذہ سے بات کرتے ہوئے بھی اس کا لہجہ خاصا گستاخانہ ہوتا تھا' یہی وجہ تھی کہ یونیورسٹی میں سوائے سانول شاہ کے گروپ کے دوسرا کوئی بھی اسے منہ نہیں لگاتا تھا۔ گزشتہ روز اپنی خدائی کے نشے میں چور اس نے فزکس کے پروفیسر کے گریبان کو پکڑ کر ان سے خاصی بدتمیزی کی تھی جس پر ان پروفیسر کے ہونہار طلبہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ کر ان کی اچھی خاصی ٹھکائی کردی' بات پرنسپل کے ساتھ ساتھ "اوپر" پہنچی تو فوراً فزکس کے پروفیسر کو جاب سے فارغ کرنے کے ساتھ ساتھ ان طلبہ کو بھی یونیورسٹی سے خارج کرنے کا حکم آ گیا کہ جنہوں نے عزت مآب وزیر کے سپوت پر ہاتھ اٹھانے کی سنگین غلطی کے ساتھ ساتھ کبیرہ گناہ کیا تھا۔ پرنسپل احتجاج کا حق رکھتا تھا مگر صرف اپنی سیٹ کی سلامتی کے لیے حق اور سچائی سے مکمل آگاہی کے باوجود اس نے پروفیسر کو فارغ کرنے کے ساتھ ساتھ ان تمام طلبہ کو بھی یونیورسٹی سے نکال دیا۔ جو استاد کی محبت میں ان کے وقار اور عزت کے لیے' جناب وزیر صاحب کے سپوت سے الجھے تھے۔ سزا کڑی اور ناحق تھی' یہی وجہ تھی کہ یونیورسٹی کے دیگر طلبہ نے اس ظلم پر شدید احتجاج کرتے ہوئے اسٹرائیک کردی۔

پورے ایک ہفتے کے بعد حالات معمول پر آئے تھے۔ وہ بھی پروفیسر صاحب کی اپنے اس بگڑے ہوئے طالب علم سے معافی مانگنے پر کیونکہ وہ اپنے ساتھ ساتھ' اپنے ہونہار طلبہ کے روشن مستقبل کو داؤ پر نہیں لگا سکتے تھے۔

انزلہ تمام حالات سے باخبر نہیں تھی' پھر بھی اسے سانول شاہ پر غصہ آیا تھا جو ایک آوارہ لڑکے کا ساتھ دے رہا تھا۔ یہ بات اس کے علم میں بہت بعد میں آئی تھی کہ وزیر کا وہ رئیس بیٹا سانول کا بچپن کا گہرا دوست تھا اور صرف سانول کی وجہ سے مائیگریشن کروا کے وہاں آیا تھا۔ میران نے اسے سانول اور اس کے دوستوں سے محتاط رہنے کی تنبیہہ کی تھی کیونکہ وہ اساتذہ کا چہیتا اور سانول گروپ کا سب سے بڑا مخالف تھا۔

انزلہ کو اس روز کچھ ضروری نوٹس تیار کرنے تھے۔ میران اس روز یونیورسٹی نہیں آیا تھا اگر اسے لائبریری سے چند اہم کتابیں درکار نہ ہوتیں تو شاید وہ بھی نہ آتی' زوبی بھی اس کی دھمکیوں پر صرف اس کے ساتھ کے لیے زبردستی آئی تھی۔

موسم بے حد حسین تھا۔ کبھی ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگتی تو کبھی ہلکی سی دھوپ نکل آتی' وہ لائبریری میں گھسی تو پھر وقت ختم ہونے پر ہی باہر نکلی۔

اپنے کام میں محویت کی وجہ سے اسے وقت کا اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اپنے نوٹس سمیٹتی' لان کی طرف چلی آئی جہاں زوبی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"صد شکر کہ تمہارا چلہ ختم ہو گیا۔ کچھ اپنے قیس کی خبر بھی ہے کہ نہیں؟"

ان کا ارادہ موسم کے حسن کی وجہ سے پیدل مارچ کا تھا' لہٰذا وہ اس کے قدموں سے قدم ملا کر چلتی ہوئی بولی تو انزلہ کے قدم رک گئے۔

"کون قیس؟"

"وہی..... جس کی آنکھیں خراب ہیں اور جسے پوری یونیورسٹی میں تم جیسی اسٹوپڈ لڑکی کے سوا دوسری کوئی نظر ہی نہیں آتی۔"

"او..... سانول شاہ؟" وہ مبہم سا مسکرائی تھی جس پر زوبی چڑ گئی۔

"جی ہاں' اس کے سوا دورِ حاضر کا قیس اور ہو بھی کون سکتا ہے۔"

"کیا ہوا اسے؟"

"بخار اور قے ہو رہی ہے پھر بھی یونیورسٹی آیا ہے۔"

"تو.....؟"

"تو یہ کہ سب دوست چھیڑ رہے ہیں اسے' ویسے بدمعاش بنتا ہے مگر تیرا ذکر آتے ہی لبوں کی مسکراہٹ ماند نہیں پڑتی جناب کی۔"

"اچھا..... تمہارا بڑا دھیان لگتا ہے ایسی باتوں میں۔"

"ساری یونیورسٹی کا لگتا ہے۔" وہ مسکرائی۔

انزلہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ ابھی وہ لوگ یونیورسٹی روڈ کراس کر کے دوسری طرف تک آئی تھیں کہ سانول شاہ کا دوست اور وزیر صاحب کا بگڑا ہوا سپوت حمزہ کیانی' اپنی چمچماتی گاڑی کے ساتھ ان کے راستے میں آ گیا۔

"آؤ انزلہ..... میں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔"

وہ اس کی جرأت پر ٹھٹکی تھی۔ بھی ناگواری سے بولی۔

"جی نہیں..... میں چلی جاؤں گی..... شکریہ۔"

"کم آن یار' ہم یونیورسٹی فیلو ہیں' ویسے بھی میران صاحب تو یونیورسٹی آئے نہیں تو میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

"کیوں.....؟ خدمت خلق کی کوئی تنظیم جوائن کر لی ہے آپ نے یا آج سے یونیورسٹی کی ڈرائیوری شروع کر دی ہے؟"

اس پر غصے کا کوئی اثر نہ ہوتا دیکھ کر وہ مزید تپی تھی مگر مخالف بھی اپنے نام کا ایک ہی ڈھیٹ تھا' تبھی مسکراتے ہوئے بولا۔

"آپ کہیں گی تو کوئی بھی تنظیم شروع کر لوں گا' مگر ڈرائیوری تو صرف ایک آپ کی کر سکتا ہوں' بس۔"

"میں ڈرائیوروں کو جوتے مارتی ہوں کبھی کبھی' کھائیں گے؟"

"بالکل....." اسے زچ کرنے کی وہ قسم کھائے بیٹھا تھا۔ زوبی نے بات بڑھتے دیکھ کر انزلہ کا بازو کھینچ لیا۔

"تمہیں اس شخص کے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے انزلہ' چلو۔" زوبی کے کہنے پر اسے تاؤ آیا تھا' تبھی گاڑی عین ان دونوں کے قدموں کے قریب روک دی۔

"جب کہہ دیا کہ آج تم میرے ساتھ جاؤ گی تو بس بات ختم ہو گئی۔" وہ گھمنڈی اور ضدی تھا۔ انزلہ کا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

خون کھول کر رہ گیا تھا۔

''تمہارے ساتھ جاتی ہے میری جوتی..... انزلہ شاہ نام ہے میرا' معمولی لڑکی سمجھنے کی بھول مت کرنا اور نہ ہی اس گمان میں رہنا کہ اپنے منسٹر باپ کی منسٹری پر جو چاہو کر سکتے ہو' میں جوتے کی نوک پر رکھتی ہوں' تمہیں بھی اور تمہارے باپ کی منسٹری کو بھی' سمجھے تم۔'' وہ اس سے الجھنا نہیں چاہتی تھی مگر اس شخص کی باتوں نے اسے مجبور کر دیا تھا۔ زوبی کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔

''چلو دیکھ لیتے ہیں کون کس کو جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔'' رعونت سے کہتے ہی وہ گاڑی سے نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے انزلہ کا بازو تھام لیا۔ زوبی نے اس غنڈہ گردی پر اے فائل دے ماری تھی' جواب میں وہ اسے پرے دھکیلتے ہوئے' انزلہ کے تمام تر احتجاج کے باوجود اسے اپنی گاڑی میں دھکیل گیا۔ اردگرد سے گزرتے بے حس لوگوں نے یہ تماشا بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا۔

گاڑی آگے بڑھ گئی تھی اور چیختی' روتی زوبی رانا بہت پیچھے رہ گئی تھی۔

سانول اپنے دوست کے ساتھ بائیک پر پیچھے بیٹھا' کسی سے سیل فون پر باتوں میں مصروف بنا اردگرد دھیان دیئے وہاں سے گزرا تھا۔ زوبی کی نظر اس پر پڑی تو اس نے بنا کسی کی پروا کیے پوری قوت سے اسے آواز دے ڈالی۔

وہ چونکا تھا اور سیل فون کان سے لگائے لگائے ہی اس نے گردن ذرا سی ترچھی کر کے ایک نظر زوبی رانا پر ڈالی تھی' جو رو رہی تھی۔ تب فوراً سے پیشتر کال ڈراپ کر کے اس نے اپنے دوست سے بائیک رکوائی اور زوبی اس اثناء میں لپک کر اس کے پاس چلی آئی۔

''سانول بھائی..... وہ آپ کا بگڑا ہوا آوارہ دوست ہے نا حمزہ کیانی.....'' ٹپ ٹپ گرتے آنسوؤں کے ساتھ وہ بس اتنا ہی بول پائی تھی۔ سانول حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''سب ٹھیک ہے ناں مس زوبی؟''

''نہیں..... کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے' وہ آپ کا دوست اسٹوپڈ حمزہ کیانی' اس نے انزلہ سے بدتمیزی کی ہے' ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ زبردستی اسے اپنی گاڑی میں بٹھا کر نجانے کہاں لے گیا ہے۔''

زوبی کی اطلاع پر اس کے چہرے کا رنگ ایک پل میں تبدیل ہوا تھا۔ فوراً سے پیشتر اس نے ہاتھ میں پکڑے سیل سے کوئی نمبر پریس کیا تھا مگر دوسری طرف سے اس کی کال ریسیو نہیں کی گئی۔ وہ اس کا اپ سیٹ ہونا صرف دیکھ نہیں سکتی تھی' محسوس بھی کر سکتی تھی۔ کئی بار کال ٹرائی کرنے کے بعد اس نے زوبی سے کہا تھا۔

''ٹھیک ہے' آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں جانتا ہوں وہ کہاں گیا ہوگا۔''

زوبی اس وقت روڈ پر تنہا نہ ہوتی تو کبھی اس کے ساتھ نہ جاتی۔ مگر اس وقت مجبوری تھی' سانول کے دماغ میں اس وقت جیسے جھکڑ چل رہے تھے۔ بائیک اب بھی اس کا دوست چلا رہا تھا۔ مگر ہدایت وہ دے رہا تھا۔ زوبی کا دل مارے خوف اور خدشات کے جیسے سکڑتا جا رہا تھا۔ وہ اعتبار کر کے اس کے ساتھ بیٹھ تو گئی تھی مگر اب پچھتا رہی تھی۔ اندر کہیں یہ وہم بھی سر اٹھا رہا تھا کہ شاید وہ حمزہ کیانی کے ساتھ مل کر اس سے اور انزلہ سے کوئی گیم کر رہا ہو۔ سو طرح کے خدشات تھے جو دل کو لاحق تھے۔

تقریباً پندرہ منٹ کی رائیڈ کے بعد اس نے حمزہ کیانی کی گاڑی کو سڑک پر ہی جا لیا تھا۔ انزلہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور گاڑی میں جیسے جنگ کا سماں تھا۔ سانول کو دیکھنے کے بعد حمزہ نے گاڑی روکی تھی۔ جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوری انزلہ نیچے اُتر آئی۔ جب کہ حمزہ کو سانول نے گریبان سے پکڑ کر باہر نکالا تھا۔

وہ جو بچپن کے گہرے دوست تھے۔ اس وقت جانی دشمنوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھ رہے تھے' حمزہ کیانی نے اس کے اٹھتے ہاتھ کو روکنے اور اسے کچھ بتانے کی کوشش کی تھی مگر سانول نے اسے کچھ بھی بولنے کا موقع نہیں دیا تھا' اس وقت اس کے سر پر جیسے خون سوار تھا۔ بہت مشکل سے تیسرے دوست کی مداخلت کے باعث حمزہ کیانی کی جان سانول شاہ کے ہاتھوں سے بچی تھی اور یہی وہ وقت تھا جب انزلہ نے جانا تھا کہ وہ اس کے لیے کیا تھی؟

حمزہ کیانی کے بھاگ جانے کے بعد اس نے اپنی حالت کی پروا کیے بغیر' ان دونوں کے لیے ٹیکسی رکوائی تھی اور خود کرایہ ادا کر کے انہیں پوری ذمہ داری کے ساتھ گھر روانہ کیا تھا۔ انزلہ اس رات بہت دیر تک جاگتی رہی تھی' زوبی کی معرفت جو کچھ بھی اس کے علم میں آیا تھا۔ وہ ساری رات اسے بے چین رکھنے کے لیے کافی تھا۔ اگلے روز ابھی وہ بستر میں تھی کہ زوبی اسے لینے کے لیے آ گئی۔

''چلو انزلہ..... سانول کا پتا کر کے آتے ہیں' کل سے وہ اور اس کا دوست اسپتال میں ہیں۔''

''کیوں.....؟'' وہ پریشان ہوئی۔

''یار گہری چوٹ لگی ہے اسے سر اور بازو پر۔''

وہ متفکر سی' انزلہ کچھ سوچتے ہوئے اپنی ناٹو کو بتا کر زوبی کے ساتھ اسپتال چلی آئی۔ جہاں پرائیوٹ کمرے میں بیڈ پر بیٹھا سانول شاہ اپنے دوست سے گپ شپ لگا رہا تھا' انزلہ کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں جیسے چمک اٹھی تھیں۔

''السلام علیکم!'' سانول کی نگاہوں نے انزلہ کو کنفیوز کیا تھا جس پر وہ چپکے سے مسکرا دیا۔

''وعلیکم سلام' آپ یہاں؟'' خوش ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حیران بھی ہوا تھا۔ تبھی زوبی بول اٹھی۔

''جی..... وہ اصل میں یونیورسٹی میں آپ کے دوستوں سے آپ کی طبیعت اور حالت کا پتا چلا تو انزلہ یہاں آنے سے خود کو روک نہ سکی' اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟''

''ٹھیک ہوں الحمدللہ! کیا انزلہ یونیورسٹی گئی تھی؟''

''نہیں! میں گئی تھی۔ یہ تو کل سے دعاؤں پر لگی ہے۔'' زوبی مسکرائی تھی۔ وہ سانول کی نگاہیں خود پر جمی دیکھ کر اسے گھور کر رہ گئی۔

''شکریہ.....!'' اب وہ مسکرایا تھا انزلہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھ بھی نہ سکی۔

''نہیں' شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا ہے کہ آپ نے کل میرے لیے وہ سب کچھ کیا جو شاید آپ کو نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''کیا نہیں کرنا چاہیے تھا؟'' فوراً سنجیدہ ہوا۔

''وہی اپنے عزیز دوست سے جھگڑا' مار پیٹ..... آپ تو جانتے ہی ہیں وہ کس باپ کا بیٹا ہے۔''

Scan & PDF HAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

"ہاہ...... اتنی سی بات پر اتنی پریشان ہیں آپ؟"
انزلہ اس بار کوئی جواب نہ دے سکی۔
"آپ فکر نہ کریں' مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا وہ' کیونکہ وہ مجھے اچھی طرح سے جانتا ہے کہ میں کس باپ کا بیٹا ہوں اور یہ بھی کہ اس کے باپ کو منسٹر بنانے میں کس کا ہاتھ ہے۔"
"پھر بھی وہ یونیورسٹی میں......"
"یونیورسٹی کا تو منہ بھی نہیں دیکھنے دوں گا میں اسے اور جہاں تک آپ کی عزت ہے تو میں ضمانت دیتا ہوں انزلہ' وہ دوبارہ کبھی اپنے ہونٹوں پر آپ کا نام بھی نہیں لا سکے گا' نہ میں اسے لانے دوں گا۔"
کتنی مضبوطی تھی اس کے لہجے میں' انزلہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ سخت جان اور بہادر تھا۔ اس کی خواہش کے عین مطابق' تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی تو زوبی نے آہستہ سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔
"کہا تھا ناں اتار دے نظر اپنے شہزادے کی' مگر تم نے میری ایک نہیں سنی اب دیکھ لو نتیجہ۔" اس کی سرگوشی سانول کی سماعتوں تک تو نہیں پہنچ سکی تھی البتہ اس کا دوست جواُن کے پیچھے ہی کھڑا تھا' اس نے سن لی تھی۔ تبھی وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔
"میرا یار تو ہر نظر میں جچتا ہے' یہ کب تک نظر اتارتی رہیں گی؟"
"اُف! میری یہ زبان بھی ناں' کبھی چپ نہیں رہ سکتی۔" دوسرے ہی پل انزلہ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔ جواب میں سانول اٹھ کر ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔
"میں آج ڈسچارج ہو جاؤں گا یہاں سے' آیئے آپ کو چھوڑ آؤں۔"
"نہیں شکریہ' ہم چلے جائیں گے' آپ آرام کریں۔"
سرعت سے کہہ کر وہ فوراً وہاں سے نکل آئی تھیں۔ سانول دروازے کی دہلیز پر کھڑا کوریڈور کے آخر تک انہیں دیکھتا رہا' آنے والے دنوں میں واقعی نہ کسی نے حمزہ کیانی کو دوبارہ یونیورسٹی میں دیکھا۔ نہ اس واقعے سے متعلق کسی کے لبوں سے کوئی تذکرہ سنا۔
میران کو اس نے مختصراً یہ بات بتائی تھی مگر وہ پھر بھی سانول شاہ سے اس کی دوستی کا قائل نہیں تھا اور یہ بات انزلہ کو اچھی نہیں لگی تھی۔
اسے سانول اچھا لگتا تھا' وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتی تھی' یہی وجہ تھی کہ اکثر میران کی ناراضگی کی پروا کیے بغیر وہ اس سے بات کر لیتی تھی۔ ان دنوں سانول شاہ میں بہت واضح تبدیلی آئی تھی' وہ سب سے کٹنے لگا تھا۔ صرف انزلہ کی راہ دیکھتا' وہ یونیورسٹی کی ہر لڑکی سے دامن بچاتا دکھائی دیتا تھا۔ اس کے تمام دوست احباب اور کلاس فیلوز نے اس کا نام "قیس" ہی مشہور کر دیا۔
کتنے خوب صورت دن تھے وہ......؟
اپنے شفاف ہاتھوں کی گلابی ہتھیلیوں پر نگاہ جمائے وہ جیسے انہی دنوں کو دیکھ رہی تھی۔
ہم چھین لیں گے تم سے یہ شانِ بے نیازی

تم مانگتے پھرو گے ہم سے غرور اپنا
زیرلب یہی شعر دہراتے ہوئے اس نے جیسے اپنے عزم کو مزید پختہ کیا تھا۔
✿......☆......✿
ہم ہی ناداں تھے' کیا اس پہ بھروسہ ہم نے
ہم ہی پاگل تھے کہ لوگوں کی نہ مانی' لوگو
ہم تو اس کے لیے گھر بار بھی تج بیٹھے تھے
اس ستمگر نے مگر قدر نہ جانی' لوگو
سُن ہوتے اعصاب کے ساتھ وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ دل جیسے سینے میں دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ وہ بُری تھی' مجبور اور منافق تھی۔ مگر اتنی ظالم نہیں تھی کہ اپنے ہاتھوں اپنی غرض اور مفاد کے لیے کسی کی جان لے لیتی اور جان بھی اس شخص کی جو اس کا "محسن" تھا۔
اسے لگا جیسے وہ کھل کر سانس بھی نہیں لے سکے گی' پہلی بار اس کے دل میں شجاع کے لیے فکر نے سر اٹھایا تھا۔
شجاع باہر کھانا کھا کر آیا تھا' کمرے میں جاتے ہی ابھی وہ بیڈ پر بیٹھا تھا کہ اس کا سر زور سے چکرانا شروع ہو گیا۔ فوراً سے پیشتر اس نے ڈاکٹر موسیٰ کو فون کر کے گھر بلوایا تھا مگر تب تک اس کا گلا بھی جکڑنا شروع ہو گیا تھا یوں جیسے کوئی پوری قوت سے اس کا گلا گھونٹ رہا ہو وہ امامہ کو آواز دے کر بلانا چاہتا تھا مگر اس کی صدا حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔
شدید گھبراہٹ کے عالم میں سست پڑتے وجود کے ساتھ اس نے واش روم کا رخ کیا تھا' جہاں اسے خوب منہ بھر کے قے آئی تھی۔ وہ ابھی واش روم میں تھا کہ ڈاکٹر موسیٰ اور ڈاکٹر عاطف دونوں اکٹھے چلے آئے۔ شجاع واش روم سے نکلا اچھا خاصا نڈھال ہو چکا تھا۔
"شجی...... کیا تم ٹھیک ہو؟" دونوں اسے دیکھ کر اس کی طرف لپکے تھے۔
اگلے پندرہ منٹ میں ڈاکٹر موسیٰ نے اس کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر قدرے تشویش کے ساتھ ڈاکٹر عاطف کو ایک طرف لے جا کر سرگوشی میں کچھ ڈسکس کرتے رہے۔ وہ دونوں واپس پلٹے تو پریشان تھے۔
"تم ابھی تھوڑی دیر پہلے کہیں گئے تھے کیا؟" ڈاکٹر موسیٰ نے سوال کیا تھا۔ شجاع نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"ہوں...... ایک ضروری کام سے گیا تھا' وہیں سے کھانا کھا کر ابھی گھر لوٹا ہوں۔"
"اس کا مطلب ہے اس کھانے میں ہی گڑبڑ تھی۔"
"میں سمجھا نہیں؟" وہ تکلیف میں مبتلا ہونے کے باوجود حیران ہوا تھا۔ جب ڈاکٹر عاطف بولے۔
"تمہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے زہر دیا گیا تھا شجاع' خدا کا معجزہ سمجھو یا کچھ اور کہ معدہ بھرا ہونے کی وجہ سے زہر قے کی صورت باہر نکل گیا' ورنہ اب تک صورتِ حال جانے کیا ہوتی' یہ میرا تجربہ ہے' اصل حقائق میڈیکل رپورٹ کے بعد ہی سامنے آسکیں گے' فی الحال فوری اسپتال چلو' ابھی تم مکمل طور پر خطرے سے

ریمنگٹن، کولٹ، ڈارون۔
نفسیات:۔
(1) نفسیات کے تین ''باپ'' مشہور ہیں۔ تیسرا بابا کون کہلاتا ہے؟
ایڈلر، ینگ، فرائڈ
(2) اجتماعی لاشعوری کس ماہر نفسیات نے پیش کی؟
ایڈلر، ینگ
معلومات عامہ:۔
(1) اس پاکستانی کا نام بتائیں جس نے سب پہلے ماؤنٹ ایورسٹ کو سر کیا؟
(2) شطرنج کے کھیل میں کتنے مہرے ہوتے ہیں؟
(3) لیفٹیننٹ جنرل کا عہدہ بڑا ہوتا ہے یا میجر جنرل کا؟
(4) ''آئی جی پولیس'' کس عہدے کا مخفف ہے؟
زبان دانی:۔
(1) لفظ ''مشتمِل'' درست ہے یا مشتمَل؟
(2) درست تلفظ کے ساتھ پڑھیں اور جواب سے ملا کر دیکھیں کیا آپ نے صحیح تلفظ کیا ہے؟
OASIS
PHOEBE
RESENT
مطالعہ:۔
(1) کیا آپ جانتے ہیں مشہور زمانہ کتاب The Prince کس نے لکھی ہے؟
(2) یونانی دیومالا کا ایک کردار ہے اسے ''آرگس'' کہتے ہیں۔ اس کی خصوصیت کیا ہے؟
(3) ''کیرو'' کیوں مشہور ہے؟
جغرافیہ:۔
(1) وہ کون سی جگہ ہے جو ایک شہر بھی ہے اور مملکت بھی؟
(2) ''کیوی'' نامی پرندہ کس ملک میں پایا جاتا ہے؟
تاریخ:۔
(1) سکندر اعظم کے اتالیق فلسفی کا نام بتائیں؟
(2) ٹوائن بی کیوں مشہور ہے؟

ابھی متعدد شعبے رہ گئے ہیں۔ لیکن ذرا اپنی استعداد کا اندازہ ان سے لگائیں کل نمبر 26 ہیں۔ ہر صحیح جواب کا ایک نمبر ہے۔ دیکھیں آپ نے کتنے نمبر حاصل کیے ہیں۔ اگر آپ نے آدھے سے زائد سوالات درست طور پر حل کیے ہیں تو یہ برے نمبر نہیں۔ اپنے علم کے ذخیرے کو بڑھاتے رہیں۔ جن کے نمبر آدھے سے کم ہیں وہ حصول علم کی جانب زیادہ توجہ اور سنجیدگی سے ادھر راغب ہوں۔

جوابات:۔
کھیل:۔ (1) توصیف۔ (2) محمد عمران
ادب:۔ (1) فیض۔ (2) احمد فراز
فلم:۔ (1) ماسٹر عنایت۔ (2) چراغ جلتا رہا
سائنس:۔ (1) ڈاکٹر عبدالسلام۔ (2) کولٹ
نفسیات:۔ (1) ایڈلر۔ (2) ینگ
معلومات عامہ:۔ (1) نذر صابر۔ (2) 32۔ (3) لیفٹیننٹ جنرل کا۔ (4) انسپکٹر جنرل پولیس۔
زبان دانی:۔ (1) م کے نیچے زیر کے ساتھ۔ (2) او۔اے۔سس
مطالعہ:۔ (1) میکا ولی۔ (2) اس کے سارے بدن پر آنکھیں ہیں۔ (3) پامسٹری اور علم نجوم کے لیے۔
جغرافیہ:۔ (1) سنگاپور۔ (2) نیوزی لینڈ۔
تاریخ:۔ (1) ارسطو۔ (2) مورخ تھا۔

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

رومانہ ہری پور سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام کی بے قاعدگی سے پیٹ بھی بڑھ گیا ہے۔ دونوں چیزوں کے لیے دوا تجویز کردیں۔
محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔
ایک بہن سکھر سے لکھتی ہیں کہ مجھے ماہانہ خرابی ہے اور گردن اور تھوڑی پر بال نکل آئے ہیں۔ بال ختم کرنے کے لیے لیزر کرایا تھا ختم ہوئے تھے پھر لمبے کالے ہوگئے ہیں۔ کیا APHRODITE کار آمد ہوگا۔
محترمہ آپ PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو ایفروڈائٹ گھر پہنچ جائے گا۔ براہ راست جواب نہیں دیا جاسکتا معذرت چاہتا ہوں۔
مبشرہ عزمی دوآبہ سے لکھتی ہیں کہ میرے مسئلے شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں اور میں APHRODITE استعمال کر رہی ہوں بال بہت کمزور پڑ گئے ہیں کم ہوگئے ہیں کیا ابھی جاری رکھوں۔
محترمہ بھائی کو AECOLOSHIP 3X کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ پلائیں اور آپ خود ASOKA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت پیا کریں۔ تین ماہ پورے کریں۔ ایفروڈائٹ کا استعمال جاری رکھیں۔
ثمینہ عزمی دوآبہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بھائی کے سر کے بال گر گئے ہیں خشکی بھی ہے۔ دوسرے بھائی کے سر کے بال گر رہے ہیں۔ سفید بھی ہوگئے ہیں کیا سفید بال کالے ہوجائیں گے۔ میرے بھائی نے ناک کی ہڈی کا آپریشن کروایا تھا۔ مگر اب بھی ناک سے پانی گرتا رہتا ہے۔
محترمہ بال گرنے کے لیے HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔ اس سے بال گرنا بند ہوں گے۔ گرے ہوئے بالوں کی جگہ نئے بال پیدا ہوں گے۔ بال سفید ہونا رک جائیں گے۔
نائلہ میانوالی سے لکھتی ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔
محترمہ آپ کزن کو CHINA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔ یہ دوائیں آپ کے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائیں گی۔
آمنہ بٹ لیرودے سے لکھتی ہیں کہ میرے بالوں کا مسئلہ ہے میرے بال بہت چھوٹے ہیں بڑھتے نہیں ہیں۔
محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال لمبے گھنے خوب صورت ہوجائیں گے۔
عاشی ملک فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری امی کا مسئلہ ہے۔ جسے ڈاکٹر لاعلاج قرار دیتے ہیں۔ ان کے گھٹنوں میں شدید درد رہتا ہے۔
محترمہ آپ RHUSTOX 30 اور CALCIUM PHOS 6 کے پانچ پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔
ایم عدنان بہاولپور سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔ میری پریشانی دور کردیں۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔
فیصل شہزاد گجرات سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔
محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔
پاروزین منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ میں کالے تلوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Digitized by Google

محترمہ آپ THUJA-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی دوا کو تلوں پر لگایا کریں۔

شائستہ لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ HYDRASTIS-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

جمشید احمد خان لکھتے ہیں کہ آپ میرے پتے پر اپنی دوا APHRODITE اور HAIR GROWER وی پی کردیں۔

محترم ادویات وی پی نہیں ہوتیں آپ APHRODITE کے لیے 700 روپے اور HAIR GROWER کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر کردیں میرے کلینک کے نام پتے پر آپ کو دونوں ادویہ ارسال کردی جائیں گی۔

گلبہار بیگم کوہاٹ سے لکھتی ہیں کہ بچوں کو دودھ پلانے سے بہت خرابی ہوگئی ہے۔ خوب صورتی ختم ہوگئی ہے۔

محترمہ آپ 550 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور BREAST BEAUTY ضرور لکھ دیں۔ دوا آپ کو گھر بھیج دی جائے گی۔ ڈاک کے پتے پر منی آرڈر ہرگز نہ کریں ورنہ ایک ماہ انتظار کرنا پڑے گا۔

شبانہ گل ماسہرہ سے لکھتی ہیں کہ میں نے APHRODITE کے متعلق آپ کی میں پڑھا میں اور میری دوست استعمال کرنا چاہتی ہیں کیا واقعی اس کے استعمال سے بال بالکل ختم ہوجاتے ہیں۔

محترمہ 10-8 سال سے یہ دوا لوگ استعمال کررہے ہیں۔ اللہ کا کرم ہے کہ مفید ثابت ہورہی ہے۔ آپ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ ان شاءاللہ یہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

رخسانہ کوثر عارف والا سے لکھتی ہیں کہ میرا قد چھوٹا ہے دوسرے مجھے پسینہ بہت آتا ہے۔ بہن کا بلڈ پریشر ہائی رہتا ہے۔ معدہ میں گیس تیزابیت بھی ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولیاں تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUMCARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں بہن کو BARIUM CHLORATUM 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ دیں۔ ان شاءاللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

نادیہ بتول بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میں ایک بہت پیچیدہ مسئلہ سے دوچار ہوں۔ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ یہ اعضاء کی قدرتی بناوٹ کا معاملہ ہے۔ اس کا دوا سے علاج ممکن نہیں ہاں سرجری سے ہوسکتا ہے۔

ایم واجد علی ملتان سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ ACIDPHOS 6X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ بالوں کو سفید ہونے سے روکنے کے لیے میرے کلینک سے ہیئر گرومر منگالیں۔

محمد عبداللہ کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ STAPHISGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

کوثر پروین صوابی سے لکھتی ہیں کہ بڑی امید کے ساتھ آپ کو لکھ رہی ہوں۔ ہر طرح کا علاج کرانے کے باوجود مسئلہ موجود ہے۔

محترمہ آپ BIOPLASGEN-13 کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور بیٹی کو KREOSOTE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔ مکمل شفایابی تک دوا کا استعمال جاری رکھیں۔

محمد عماد ہارون آباد سے لکھتے ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں آدھے رہ گئے ہیں۔ کوئی دوا بتائیں۔ خط کے ذریعہ جواب دیں میں ڈائجسٹ نہیں پڑھتا۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے

مکمل پتے پر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل نام پتا اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضرور لکھ دیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

سیدہ امیرا اختر بخاری خیرپور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ CHINA SULPH 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے سربند جرمنی کی خریدیں۔

سمعیہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال سفید ہورہے ہیں اور گرتے بھی بہت زیادہ ہیں۔ دوسرے میرے چہرے پر بال ہیں۔ میں اپنے بالوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ چہرہ پر دانے بھی ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔ یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے خرید لیں۔ بالوں کے سفید ہونے گرنے سے روکنے کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں جس کی قیمت بذریعہ ڈاک 600 روپے ہے اور بال ختم کرنے کے لیے APHRODITE منگالیں قیمت 700 روپے ہے۔ یہ رقم میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں اور منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ ادویہ کا نام ضرور لکھیں آپ کو دوائیں پہنچ جائے گی۔

عظمیٰ اشفاق گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ بچے کی پیدائش کے بعد پیٹ بڑھ گیا ہے۔ بہت پریشان ہوں میرے کزن کو ماہانہ اخراج کے وقت سخت درد ہوتا ہے۔

محترمہ آپ CALUIM FLUOR 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور کزن کو PULSATILLA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت دیں۔

زینت نور پیر محل سے لکھتی ہیں کہ آپ نے میرے لیے دوا تجویز کی تھی۔ وہ یہاں نہیں ملی آپ کوئی اور دوا تجویز کردیں۔ دوسرا مسئلہ ایک بریسٹ چھوٹا ہے۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی۔

سدرہ طاہر گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع نہ کریں مگر دوا ضرور بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERRULTA-Q کا استعمال جاری رکھیں آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

مرزا محمد فیصل بیگ فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میری حالت بہت بری ہے جسم بھاری ہے مکمل تفصیل لکھ رہا ہوں۔

محترم آپ CALCIUM CARB 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ مکمل صحت یابی تک دوا کا استعمال جاری رکھیں۔

صابنور ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرے گلے میں نزلہ گرتا رہتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ HEPATICA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

شفیق احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرے خاندان میں گنج پن کا مرض ہے۔ اب میرے بال بھی اڑنے لگے ہیں۔ بیچ سے سر گنجا ہوگیا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ میرے کلینک کے نام پتے پر 600 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا لکھیں اور مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER لکھیں۔ آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی یا خود کلینک آکر ہیئر گرومر حاصل کرلیں۔ کلینک سے 500 روپے کا مل جائے گا۔

فردوس خانم سکھر سے لکھتی ہیں کہ میری تھوڑی پر بال ہیں۔ تھریڈنگ کرانے سے موٹے لمبے ہوگئے ہیں۔

محترمہ آپ میرے کلینک کے نام پتے پر 700 روپے کا منی آرڈر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا نام مکمل پتا اور مطلوبہ دوا APHRODITE ضرور لکھیں۔ دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

قمرالدین عارف والا سے لکھتے ہیں کہ میرے کندھے

Scan & FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

میں دائیں جانب درد ہے۔ ہاتھ پورا اوپر نہیں اٹھایا جاتا۔ ذرا بھی کوئی چھو لے تو جان نکل جاتی ہے۔

محترم آپ SANGONARIA-6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور ARNICA-30 کے پانچ قطرے دوپہر اور رات کو لیں۔ ان شاء اللہ تکلیف دور ہو جائے گی۔

گل زمان خان پشاور سے لکھتے ہیں کہ میرا بھائی لندن میں ہے اسے کسی نے بتایا ہے کہ گنجے سر پر بال اگانے کے لیے آپ کا HAIR GROWER بہت اچھا ہے۔ میرا سر بھی بالوں سے محروم ہو چکا ہے۔ میرا علاج بھی بتائیں۔

محترم آپ میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں۔ 600 روپے منی آرڈر کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا اور مطلوبہ دوا کا نام ضرور لکھیں۔

محمد ذکی قریشی پاکپتن سے لکھتے ہیں کہ میرے پیشاب میں تکلیف ہے کرنے کے بعد بھی قطرے گرتے ہیں اور محسوس ہوتا ہے پیشاب اور آ رہا ہے۔

محترم آپ CONIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

ذکیہ سلطانہ بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ مجھے قبض کی سخت شکایت ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ڈاٹ لگی ہے اجابت نہیں ہوتی۔

محترمہ آپ ANACARDIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

گل جاناں مانسہرہ سے لکھتی ہیں کہ میں بہت زیادہ بیمار و پریشان ہوں۔ چھوٹے بچوں کا ساتھ ہے۔ آپ میرے لیے دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ LEDUMPAL 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

ڈاکٹر عذرہ پروین لاہور سے لکھتی ہیں کہ آپ ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ ہومیو پیتھک اصولوں کے مطابق سنگل ریمیڈی تجویز کرتے ہیں۔ میں جب ہومیو پیتھک کالج کی اسٹوڈنٹ تھی جب سے آپ کی صحت پڑھتی ہوں اور رہنمائی حاصل کرتی ہوں۔ ایک بڑا مشکل کیس میرے زیر علاج ہے مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں۔ آپ سے رہنمائی کی درخواست ہے۔

محترمہ آپ مریضہ کو SEPIA 30 استعمال کرائیں۔ ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔ میری آپ سے بھی اپیل ہے کہ ہومیو پیتھی کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز نہ کریں۔ ان شاء اللہ کامیاب ہوں گی۔

کرن پروین کراچی سے لکھتی ہیں کہ مجھے بہت زیادہ موٹاپا ہے۔ اس کی وجہ سے لوگ مذاق بناتے ہیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-30 کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیا کریں۔

نسیم بیگم چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی بے حد کمی ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULATA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور میرے کلینک سے BREASTBEAUTY منگالیں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔ فون 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14B نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا:۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

دسترخوان مقابلہ

طلعت آغاز

روح افزاء

اجزاء:۔

چینی	ایک کلو
گلوکوز	ایک پاؤ
بادام	ایک پاؤ (گرینڈ کیے ہوئے)
سرخ رنگ	1/2 چمچ
روح افزاء کا سینٹ	ایک عدد

ترکیب:۔

آدھا کلو پانی میں ایک کلو چینی ڈالیں اور چولہے پر رکھ دیں اور آنچ ہلکی رکھیں جب چینی ساری مکس ہو جائے تو اس میں ایک پاؤ گلوکوز ڈالیں اور اچھی طرح مکس کریں چولہے سے اتار کر اسے ٹھنڈا کریں پھر روح افزا کا سینٹ سرخ رنگ اور گرینڈ کیے ہوئے بادام ڈال لیں آپ کا روح افزا تیار ہے آپ برف کے گولے بنا کر اس پر بھی ڈال کر کھا سکتے ہیں۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

چائنیز پکوڑے

اجزاء:۔

چکن	1/2 پیالی (ابال کر ریشے کرلیں)
قیمہ	1/2 پیالی (ابلا ہوا)
انڈا	1 عدد
شملہ مرچ	1 عدد (کیوبز میں کٹی)
یخنی	1/2 پیالی
بیسن	1/2 پیالی
میدہ	1/2 پیالی
پیاز	1 عدد (لمبائی میں کٹی ہوئی)
آلو	1 عدد (لمبائی میں کٹے ہوئے)
ہری مرچ	2 عدد (لمبائی میں کٹی ہوئی)
لہسن ادرک کا پیسٹ	1 کھانے کا چمچ
چائنیز نمک	1 کھانے کا چمچ
کالی مرچ	1/2 چائے کا چمچ (پسی ہوئی)
لال مرچ	1/2 چائے کا چمچ (کٹی ہوئی)
ہرا دھنیا سویا	1/2 پیالی
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

سب سے پہلے ایک پیالی میں چکن، قیمہ، انڈا، شملہ مرچ، بیسن، میدہ، پیاز، آلو، ہری مرچ، لہسن ادرک پیسٹ، چائنیز نمک، کالی مرچ، لال مرچ، ہرا دھنیہ، سویا ڈالیں اور یخنی ملا کر آمیزہ تیار کرلیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کر کے درمیانی آنچ پر پکوڑے تل لیں۔ براؤن ہونے پر اتار لیں۔ کیچپ، املی کی چٹنی یا رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

گلاب جامن

اجزاء:۔

کھویا	1 کلو
میدہ	1/2 پاؤ
انڈا	1 عدد
بیکنگ پاؤڈر	1 چائے کا چمچ

ترکیب:۔

ان تمام اشیاء کو اچھی طرح ملا کر یک جان کرلیں۔ پھر

Digitized by Google

چھوٹی چھوٹی گولیاں بنا کر زیادہ گھی میں تل لیں۔ بادامی ہو جائیں تو نکال کر گرم گرم شیرے میں ڈال لیں۔ شیرا بنانے کے لیے تین پاؤ چینی میں ڈیڑھ کپ پانی ڈال کر پکائیں۔ جب شیرا قدرے گاڑھا ہو جائے تو اتار لیں۔

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

پیزا سینڈوچ

اجزاء:۔

گوشت	1 کپ (ابال کر ریشے کر لیں)
سینڈوچ بریڈ	1 عدد
چیڈر چیز	حسب ضرورت
ٹماٹو کیچپ	حسب ضرورت
پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ	حسب ضرورت (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)

ترکیب:۔

کسی سانچے میں سلائس کو گول کاٹ لیں اب اس پر کیچپ لگا کر گوشت کے ریشے پیاز، ٹماٹر، شملہ مرچ اور چیز کدوکش کر کے ڈالیں اور گرم اوون میں رکھ کر پانچ منٹ تک بیک کریں۔ مزے دار پیزا سینڈوچ تیار ہے۔ سب کو کھلائیں اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

نوشین اقبال نوشی.....بدر مرجان

لاڑکانی کباب کری

اجزاء:۔

قیمہ	1 کلو
زیرہ پاؤڈر	3 چائے کا چمچ
ادرک پسی ہوئی	1 1/2 چائے کا چمچ
بڑی الائچی	6 عدد
نمک	حسب ذائقہ
انڈا	1 عدد (کری کے لیے)
دہی	1 پاؤ
گھی	حسب پسند
لونگ	8 عدد
دار چینی	2 عدد
ٹماٹر (باریک کٹے ہوئے)	4 عدد
ٹماٹو پیسٹ	1 چائے کا چمچ
سرخ مرچ	1 چمچ (پسی ہوئی)
ادرک	1 چمچ (پسی ہوئی)
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

قیمے کو ایک بڑے پیالے میں ڈال کر زیرہ پاؤڈر پسی ہوئی ادرک، بڑی الائچی، نمک اور انڈا ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور ان کے لمبے لمبے کباب بنا لیں۔ کری

تیار کرنے کے لیے دہی کو پھینٹ لیں۔ دیگچی میں گھی گرم کریں۔ لونگ اور دار چینی ڈال دیں۔ اس کے ایک منٹ بعد ٹماٹر ڈال دیں اور پانی خشک ہونے تک رکھ دیں۔ اب اس میں ٹماٹر پیسٹ شامل کریں۔ سرخ مرچ اور دہی بھی شامل کر دیں اور اس کو پکنے دیں۔ تھوڑی دیر بعد اس میں زیرہ اور ادرک ڈال دیں۔ اب 6 کپ پانی ڈال دیں جب پانی ابلنے لگے تو اس میں کباب ڈال دیں اور 20 منٹ تک ہلکی آنچ پر پکائیں کباب کو چمچ سے نہ تلیں ورنہ کباب ٹوٹ جائیں گے۔ دیگچی کو کپڑے کی مدد سے آہستہ آہستہ گھمائیں تاکہ کباب پلٹ جائیں جب گھی اوپر آ جائے تو سمجھ لیں مزے دار لاڑکانی کباب کری تیار ہے۔ ہرا مسالا ڈال کر پیش کریں۔

مسز ارم جاوید احمد.....کراچی

گولڈن کوائن

اجزاء:۔

ڈبل روٹی	5 سلائس
آلو	2 عدد
مٹر	1/2 پاؤ
ہری مرچ	3 عدد

ہری پیاز	1/2 پاؤ
بیسن	1 چھٹانک
شملہ مرچ	1 عدد
لال مرچ، نمک، گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

مٹر کے دانے اور آلو ابال لیں۔ آلو کو چھیل کر مل لیں۔ ہری پیاز اور شملہ مرچ باریک کاٹ کر آلوؤں میں ملا دیں۔ ساتھ ہی مٹر کے دانے، نمک اور لال مرچ بھی شامل کر دیں۔ اس کے بعد ڈبل روٹی کے گول پیس کٹر سے کاٹ لیں اور تیار آمیزہ ڈبل روٹی کے اوپر اور نیچے اتنا لگائیں کہ ڈبل روٹی ڈھک جائے۔ پھر بیسن ایک پیالے میں پھینٹ کر اس میں نمک اور مرچ شامل کریں۔ آلوؤں والے سلائس بیسن میں ڈبو کر اسے تل لیں۔ گولڈن ہونے پر نکال لیں۔ افطار میں پیش کریں۔

طیبہ شیریں.....کوری خدا بخش

کوفتہ لوبیا پلاؤ

اجزاء:۔

قیمہ	1/2 کلو
زیرہ پاؤڈر	1 چائے کا چمچ
گرم مسالا	1 چائے کا چمچ
ڈبل روٹی سلائس	1 عدد
چھوٹی الائچی	4 عدد
لوبیا پھلی	250 گرام
نمک	حسب ذائقہ
ہرا دھنیا، ہری مرچ	حسب ذائقہ
چاول	1 پاؤ
ادرک، لہسن پیسٹ	2 چمچ
تیل	1/2 کپ
پیاز	1/2 گٹھی

ترکیب:۔

قیمے میں زیرہ پاؤڈر، گرم مسالا، پاؤڈر، ڈبل روٹی کا سلائس، نمک، ہرا دھنیا، ہری مرچ، ادرک لہسن پیسٹ ملا کر چوپر میں پیس لیں اور کوفتے بنا کر گرم تیل میں تل لیں۔ گولڈن ہو جائیں تو نکال کر ایک طرف رکھیں۔ چاول کو

بھگو دیں۔ اب دیگچی میں تیل گرم کریں۔ اس میں پیاز ڈال کر گولڈن کر لیں اور تھوڑی پیاز نکال لیں۔ بقیہ پیاز میں ثابت گرم مسالا، الائچی، زیرہ، لوبیا پھلی ڈال کر تل لیں۔ اس کے بعد اس میں لہسن، ادرک پیسٹ ڈالیں اور مسالا بھون کر کوفتے ڈال کر ہلکا سا تل لیں۔ اب پانی یا یخنی ڈالیں۔ ابال آنے پر چاول ڈال دیں۔ حسب ضرورت نمک ڈال کر پکائیں پانی خشک ہو جائے تو زرد رنگ، پکے ہوئے کوفتے ڈال دیں۔ باریک کٹا ہوا ہرا دھنیا، ہری مرچ ڈال کر دم دے دیں۔ دس منٹ توے پر تیز آنچ پر رکھ کر اتار لیں۔ لیجیے مزے دار کوفتہ پلاؤ تیار ہے۔ سلاد اور چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

نجم انجم.....کورنگی، کراچی

Scan & PDF
PLAZA IMED
Friends Korner.com
Digitized by Google

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

ماسک
جلد کی حفاظت کا ضامن

جلد کی حفاظت کے سلسلے میں ماسک کا استعمال آج

کل اگرچہ عام ہے۔ تاہم یہ کوئی انقلاب انگیز تصور نہیں ہے' جسے ہم ماضی کے دھندلکوں میں تلاش نہ کرسکیں۔ ممکنہ طور پر ماسک کسی نہ کسی شکل میں صدیوں سے استعمال ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ماسک کے موجودہ فیشن کے ابتدائی دنوں میں بہت کم ورائٹیز میں یہ دستیاب ہوتے تھے مگر اب ان کا حصول کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ بازار کے بازار ان سے بھرے پڑے ہیں۔ خاص طور پر مغربی ممالک میں طرح طرح کے ماسک بآسانی مل جاتے ہیں۔

اب اصل مسئلہ ماسک تلاش کرنے کا نہیں بلکہ اس کے انتخاب کا ہے۔ کاروباری نقطہ نظر سے ماسک کے استعمال سے چہرے کی دلکشی میں اضافہ کے بارے میں پروپیگنڈے کے ڈھنگ سے پبلسٹی کی جارہی ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ چہرے کے ماسک کوئی جادوئی چیز نہیں ہیں کہ پلک جھپکتے میں چہرے کو دلکشی سے ہمکنار کردیں اس کا بنیادی استعمال چہرے کی جلد میں داخل ہوجانے والی مٹی اور دھول کے ذرات کو نکال پھینکنا ہے۔ زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ یہ چہرے کی جلد کو مزید کھنچاؤ دے اور اس میں دلکشی پیدا کرے۔

عام طور پر ماسک خوش گوار مہک رکھتے ہیں ان کے استعمال سے چہرے کی جلد میں پڑے ہوئے مردار خلیے مٹ جاتے ہیں اور جلد صاف ہوجاتی ہے کاسمیٹکس کی دنیا میں دلکشی کے حصول کے لیے ماسک کا استعمال بہت تیزی سے مقبولیت حاصل کرتا جارہا ہے مگر یہ بات بھی ذہن میں رکھے جانے کے قابل ہے کہ ماسک کی مدد سے چہرے کی دلکشی تو برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ لیکن نوجوانی کو واپس نہیں لایا جاسکتا۔

ماسک کے استعمال کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کی مدد سے جلد کو کھرچے بغیر فاضل خلیات کو دور کیا جاسکتا ہے اور یوں چہرے کی دلکشی کو برقرار رکھنے میں غیر معمولی سہولت رہتی ہے ان کی مدد سے ان مسام کو بند کیا جاسکتا ہے۔ جو چہرے میں غیر ضروری رطوبت پیدا کرتے ہیں۔ جھریوں کو کم کرنے یا غیر نمایاں کرنے میں بھی ماسک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ رگڑ رگڑ کر صاف کرنے والوں کے لیے ماسک ایک آسان راستہ ہے۔

ماسک کی اقسام

یوں بازار میں کئی اقسام کے ماسک دستیاب ہیں' تاہم انہیں بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ا: ایک تو وہ ماسک جنہیں آپ جلد کو کھرچنے کے لیے استعمال کرسکتی ہیں۔

۲: دوسرے وہ ماسک جنہیں آپ سوکھنے پر دھوسکتی ہیں۔

بیوٹی سیلونز میں استعمال ہونے والے سرد یا گرم ماسک پہلی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

گھروں میں بنائے جانے والے ماسک

اگر ماسک گھر میں بنا لیے جائیں تو اس میں ایک فائدہ ضرور ہے اور وہ یہ کہ آپ کو اپنی جلد کے تقاضوں کے مطابق اس میں لچک رکھنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ آج کل گھریلو ماسک استعمال کرنے کا رجحان بہت تیزی سے فروغ پارہا ہے۔ تاہم گھر میں ماسک تیار

کرنے کے سلسلے میں سب سے زیادہ پریشان کن مرحلہ یہ طے کرنے کا ہوتا ہے کہ آپ کی جلد کس نوعیت کی ہے اور اس کے تقاضے کیا کیا ہیں؟

اس بات کے طے ہونے پر ہی یہ پتا چل سکتا ہے کہ گھر میں ماسک کی تیاری کے سلسلے میں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ بہت سے ماسک پھلوں' سبزیوں' انڈوں' دودھ اور وٹامن سے بھی تیار کیے جاتے ہیں۔ انڈوں کا ماسک کے طور پر استعمال کرنے کا رجحان اس لیے زیادہ ہے کہ انڈے ہر قسم کی جلد پر ملے جاسکتے ہیں اور پھر یہ بہت آسان طریقے سے استعمال بھی ہوتا ہے۔ تازہ پھلوں مثلاً اسٹرابیری کو بھی ماسک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اسٹرابیری کو کاٹیے یا اسے اچھی طرح کچل کر چہرے پر ملیے اس طرح کیلے کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کیلے میں وٹامنز' کیلشیم' فاسفورس اور پوٹاشیم کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا انہیں استعمال کرنے کا رجحان بھی عام ہے۔ عام طور پر کیلے حساس جلد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ٹماٹر' پپیتے' دہی' بالائی والے دودھ' شہد کو بھی چہرے کی جلد کی حفاظت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

تجارتی پیمانے پر تیار کیے جانے والے ماسک

بازار میں دستیاب ماسک زیادہ مقبول اس لیے ہیں کہ انہیں استعمال کرنے میں بہت سہولت رہتی ہے۔ گھر میں ماسک کی تیاری کے لیے اجزائے ترکیبی کے حصول کے لیے بہت محنت کرنی پڑتی ہے اور اس میں وقت بھی بہت ضائع ہوجاتا ہے۔ بازار میں دستیاب ماسک مختلف کمپنیاں برسوں کی تحقیق اور اچھی طرح سوچ بچار کے بعد بناتی ہیں۔ اس سلسلے میں لیبارٹری کی چیکنگ کا طریقہ کار مستند ہے اور یوں بازار میں دستیاب ماسک بہت اچھے نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔

آئیے بازار میں دستیاب چند ایک ماسک کا جائزہ لیں اور آپ کی جلد کے مطابق ان کا انتخاب کریں ویسے تو بازار میں دستیاب ماسک بہت اچھے ہوتے ہیں۔ تاہم چند "خانہ ساز" فارمولے بھی قابل ذکر ہیں تاکہ آپ کو اپنے طور پر کچھ کرنے کا موقع بھی ملے۔

اسٹرابیری ماسک

نرم اور چمک دار جلد کے لیے یہ بہت مفید ثابت ہوتے ہیں' ان کی تیاری کا فارمولا یہ ہے کہ مٹھی بھر تازہ

پکی ہوئی اسٹرابیریز لیں' ایک کپ میں انہیں ڈال کر اچھی طرح گاڑھا کرلیں پھر اسے چہرے اور گردن پر مل کر سوکھنے دیں بعد میں اسے نیم گرم پانی کی مدد سے صاف کرلیں' اس سے جلد میں تازگی اور چستی پیدا ہوگی۔ یہ ماسک بازار میں تیار صورت میں بھی دستیاب ہیں۔

ککڑی کا ماسک

ککڑی میں سلفر اور سلی کان کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ خاص طور پر شام کے وقت جلد میں پیدا ہوجانے والی تھکن اور پژمردگی کو دور کرنے کے سلسلے میں یہ بہت مفید ہے اس کا فارمولا یہ ہے کہ ککڑی کے چند ٹکڑے لے کر دو چمچے پاؤڈر ملک اور ایک انڈے کے ساتھ اسے پھینٹیں۔ اسے چہرے اور گردن پر اچھی طرح ملیں' سوکھنے پر اسے نیم گرم پانی سے دھولیں' بعد میں چہرے اور گردن پر ٹھنڈا پانی ڈالیں اور سوکھنے دیں۔

(باقی آئندہ ماہ)

تھکن

یہی موسم تھا سرد ٹھٹھرتا ہوا
یونہی یخ بستہ ہوائیں
میرا آنچل اڑا کر تیرا چہرہ چھپا دیا کرتی تھیں
آسمان سے برستی رم جھم بارش
اور درختوں سے ٹپکتی سفید برف
ایک دوسرے کو ہماری محبت کے قصے سنایا کرتی تھیں
شیشم کے پیڑوں پر پھدکتی چڑیاں
کتنی سرشاری سے اپنی سریلی آواز میں
ہماری وفاؤں کے میٹھے گیت گایا کرتی تھیں
اور "تم"......
چشموں کے بہتے شفاف پانی میں
میری ہنسی کی جھنکار سنا کرتے تھے
بہار رُت نے کب خزاں کا لبادہ اوڑھا
مجھے خبر ہی نہ ہو سکی
وقت حسین خوابوں کے سحر سے نکال کر
مجھے حقیقت کی دنیا میں لایا تو میں نے دیکھا
میرے ہاتھوں میں محبت کے سوکھے گلاب تھے
چشموں کے بہتے پانی کا شور
تمہارے ہجر کی کہانی سنا رہا تھا
شیشم کے پیڑوں پر پھدکتی چڑیاں
مجھے برف پر تنہا چلتے دیکھ کر
شور مچا رہی تھیں......
اور درختوں سے ٹپکتی سفید برف نے
وہ سارے خواب جو ہم دونوں کی محبت سے جڑے تھے
اپنے سفید گالوں کے نیچے دبا لیے
ایک مدت کے بعد میں محبت کی نگری سے واپس آئی
تو میں نے دیکھا
میرا دل میری آنکھیں خالی ہو چکی تھیں
تمہیں معلوم ہی نہیں کہ سب کچھ ہونے اور کچھ نہ
ہونے کے اس سفر نے
مجھے کتنا تھکا دیا ہے

(شاعرہ: نازیہ کنول نازی)

ساون

پچھلے برس بھی
سارا عالم جھل تھل جھل تھل
من میں میری میٹھی ہلچل
گاتی ہوا اور جھومتا ہر پل
ہاتھ تمہارا میرا آنچل
آنکھیں میری ہنستا کاجل
چھن چھن بجتی میری پائل
برکھا بادل
ساتھ میں ہم تم
اور
اب کے برس بھی برسا ساون
من رہا میرا جھل تھل جھل تھل
تیز ہوا اور سوگ میں ہر پل
آنکھیں میری بھیگا کاجل
پاؤں میں میری چپ ہے پائل
روتے بادل! اور
میں گم صم

نزہت جبیں ضیاء......کراچی

کہا اس نے......!

کہا اس نے مجھے سب سے عزیز ہی تم ہو
کہا میں نے کہ میری بھی زندگی تم ہو
کہا اس نے تمہیں سب سے زیادہ کون چاہتا ہے
کہا میں نے مجھے تم سے سوا اب کون بھاتا ہے
کہا اس نے تمہارے بن میں ادھورا ہوں
کہا میں نے کہ میں بھی تو تمہارا ہی حصہ ہوں
کہا اس نے میرے بنا تم کتنی تنہا ہو
کہا میں نے کہ میں پتھر کی اب بے جان گڑیا ہوں
کہا اس نے تمہارے بن جیون میں اندھیرا ہے
کہا میں نے بس اک بار کہہ دے کہ تو میرا ہے

طوبیٰ بلال......ڈیرہ غازی خان

غزل

کم حد سے زیادہ کبھی قیمت بھی نہ کرنا
سودا ہو اگر دل کا تو محبت بھی نہ کرنا
پابندیٔ اوقات ہی دانش کا عمل ہے
غفلت بھی نہ کرنا کبھی عجلت بھی نہ کرنا
دنیا نہیں ہوتی ہے کسی بات پہ قائل
دنیا سے کوئی اس کی شکایت بھی نہ کرنا
بڑھنا بھی نہ اقدار و روایات کی حد سے
دشمن سے کبھی ترک عداوت بھی نہ کرنا
سورج کو دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی
بھولے سے کبھی سچ کی وضاحت بھی نہ کرنا
خوش بُو کسی تشریح کی محتاج نہیں ہے
نادانی اظہارِ محبت بھی نہ کرنا
رکنا بھی ذکی مثلِ مہ مہنہ اک پل
آنکھوں کو جو محسوس ہو حرکت بھی نہ کرنا

ذکی عثمانی......کراچی

میرے وطن کے اداس لوگو!
میرے وطن کے اداس لوگو!
نہ خود کو اتنا حقیر سمجھو
کہ کوئی تم سے حساب مانگے
یا خواہشوں کی کتاب مانگے
نہ خود کو اتنا قلیل سمجھو
کہ کوئی اٹھ کر کہے یہ تم سے
وفائیں اپنی ہمیں ہی دے دو
وطن کو اپنے ہمیں تھما دو
اٹھو اور اٹھ کر بتا دو ان کو
کہ ہم ہیں اہلِ ایمان سارے
نہ ہم میں کوئی صنم کدہ ہے
ہمارے دل میں بس اک خدا ہے
میرے وطن کے اداس لوگو!
جھکے سروں کو اٹھا کے دیکھو
ہے اک طاقت تمہارے سر پر
کرے گی سایہ تمہارے سر پر
قدم قدم پر جو ساتھ دے گی
اگر گرے تو سنبھال لے گی
میرے وطن کے اداس لوگو!
اٹھو چلو اور وطن سنبھالو!

فاریہ جی......گوجر بانڈی (AK)

غزل

کسی کو چاہنا کیسا لگا ہے
تمہیں یہ تجربہ کیسا لگا ہے
اسے ملنے سے پہلے اور مل کر
تمہیں یہ آئینہ کیسا لگا ہے
تمہیں خاموشیاں اچھی لگی تھیں
اب اس کا بولنا کیسا لگا ہے
کسی کے واسطے جاگے ہو شب بھر
کہو یہ رت جگا کیسا لگا ہے
کسی نے پیار سے دیکھا جو عاشی
تمہیں یہ حادثہ کیسا لگا ہے

عکاشہ سحر......ملتان

غزل

بہتی ہوئی آنکھوں کی روانی میں مرے ہیں
کچھ خواب میرے عین جوانی میں مرے ہیں
کچھ حد سے زیادہ تھا ہمیں شوقِ محبت!
اور ہم بھی محبت کی گرانی میں مرے ہیں
کچھ تجھ سے یہ دوری بھی مجھے مار گئی ہے
کچھ جذبے میرے نقل مکانی میں مرے ہیں
قبروں میں نہیں ہم کو کتابوں میں اُتارو
ہم لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں

عاصمہ امداد علی......منڈی بہاؤالدین

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Digitized by Google

الوداع

جب اس نے الوداع کہا
کتنا تھا بے قرار
آنسو رواں تھے آنکھوں سے
چہرہ تھا اشک بار
وہ صرف تھا میرا
کرتا تھا مجھ سے پیار
جانا بھی دور تھا اسے
دیکھا تھا بار بار
تو یہ شکن سا حسن تھا
آنکھوں میں تھا خمار
ملتا تھا وہ کبھی کبھی
کرتا تھا انتظار
کہنے کو کچھ بھی تھا نہیں
باتیں تھیں بے شمار

فریدہ فری.....لاہور

غزل

زمین مہنگی پڑی ہم کو یہ گھر مہنگا پڑا ہم کو
کوئی اِذن سفر شاید سفر مہنگا پڑا ہم کو
جسے مانگا تھا ہم نے وہ کبھی بھی مل نہیں پایا
یہ لگتا ہے دعاؤں کا اثر مہنگا پڑا ہم کو
حویلی چھوڑ کر ہم نے نیا رختِ سفر باندھا
خدائے لم یزل تیرا نگر مہنگا پڑا ہم کو
ہوئی جب سے شناسائی ہماری ان ادیبوں سے
سخن سے آشنائی کا ہنر مہنگا پڑا ہم کو
کوئی جذبہ سمجھ پائے نہیں اس کی محبت کا
کسی کی سوچ کا ذوقِ نظر مہنگا پڑا ہم کو
نہیں چھپنے دیا ہوتا یہ فن ادبی رسائل میں
کہ اب شہرت کا درجہ کس قدر مہنگا پڑا ہم کو
بھرے اس شہر میں راشد کوئی ہم کو پسند آیا
گلی مہنگی پڑی اس کی وہ در مہنگا پڑا ہم کو

راشد ترین.....مظفر گڑھ

حسرت

حسرت تھی کہ کبھی وہ بھی لوٹ کر آتے
ہر شب ہم چاہتوں کے دیپ جلاتے
ہم روٹھتے تو ہمیں وہ مناتے
کبھی ہم انہیں دیکھتے کبھی وہ نظریں جھکاتے
مہک سا جاتا پل بھر میں سارا منظر
جب وہ اپنی مسکراہٹ کے پھول بچھاتے
ہوائیں عجب دل میں ہل چل مچاتیں
یہ کلیاں بھی کھل کر صبا کو مہکاتیں
شبنم کے قطروں کی خوش بو پھیلا دیتیں
چمن کو وہ اک داستاں بناتیں
یہ سارا سماں وصل کے گیت گاتا
کہ چاند بھی میری قسمت پہ رشک کرتا
ہم محبت کی ایسی شمع جلاتے
حسرت تھی کہ کبھی وہ بھی لوٹ کر آتے
ہر شب ہم چاہتوں کے دیپ جلاتے

ماہ جبین جہانگیر.....کراچی

غزل

ابھی تو آغازِ سفر ہے ابھی دور ہے کنارا
تو نے کیوں چھوڑ دیا میرا ساتھ چلتے چلتے
میں بھولنا جو چاہوں تو بھلا سکوں کبھی نہ
وہ جو کی تھی تم سے اک دن ملاقات چلتے چلتے
شبِ وصل میں تھی مانگی یہ بھی اک دعا خدا سے
رک جائیں کاش یارب یہ لمحات چلتے چلتے
میرا خواب بھی ادھورا تیرا ساتھ بھی ادھورا
یوں ادھوری رہ گئی تھی میری بات چلتے چلتے
ہرے ہوگئے ہیں پھر سے وہ زخم میرے نیلم
وہ جو دھو گئی تھی سارے برسات چلتے چلتے

نیلم کنول.....میاں چنوں

منزل

محبت اک فسانہ ہے
محبت اک کہانی ہے
ادھوری سی کہانی میں
کئی ان دیکھے رستے ہیں
کئی گمنام راہیں ہیں
سنو!
تم جانتے تو ہو
محبت میں کسی کو بھی
مکمل کچھ نہیں ملتا
کسے دھرتی نہیں ملتی
کسے امبر نہیں ملتا
یہ سب کھانے کے سودے ہیں
یہ سب کے سب خسارے ہیں
کوئی خواہش کوئی امید
کبھی حاصل نہیں ہوتی
سنو!
محبت کے مقدر میں
کبھی منزل نہیں ہوتی

نگہت اکرام.....لاہور

شرط

تعلق توڑنا چاہے
تو مجھ کو چھوڑنا چاہے
تو میری شرط اتنی ہے
تمہیں جو دے چکا ہوں میں
مجھے لوٹا دو وہ سب کچھ
میرے نامے وہ چاہت کے
وہ سب تحفے محبت کے
وہ بھیگی ڈائری میری
وہ ساری شاعری میں
بھی وہ پھول اور پتیاں
وہ میٹھی پیار کی باتیں
بھولو نا سکو گے.....؟
میرے وہ قیمتی لمحے
جو تجھ کو سوچتے گزرے
وہ پل جو ایک قیامت تھے
جو رستہ دیکھتے گزرے
خدا کو بھول کر وہ دن
جو تجھ کو پوجتے گزرے!!

نوشین اقبال نوشی.....گاؤں بدر مرجان

غزل

اپنے دیس کے سارے منظر اچھے لگتے ہیں
روشن روشن ماہ و اختر اچھے لگتے ہیں
گاؤں شہر یہ جنگل صحرا یہ بل کھاتے جھرنے
یہ دریا کوہسار سمندر اچھے لگتے ہیں
دیس کا آنگن یوں چمکائیں سورج چاند تارے
گوہر سے بھی زیادہ کنکر اچھے لگتے ہیں
سرد ٹھٹھرتی شاموں میں جو اس دل کو چھو جائیں
پاک ہوا کے جھونکے اکثر اچھے لگتے ہیں
یہ بل کھاتی گلیاں یہ چوراہے یہ بازار
یہ سب رستے سندر اچھے لگتے ہیں
دن کے اجالے شام کے سائے بھیگی بھیگی راتیں
دھرتی کے رخ پر یہ زیور اچھے لگتے ہیں
شام و سحر یہ روشِ ہوا پر رنگ برنگے پرندے
اڑتے ہیں جو پھیلائے پر اچھے لگتے ہیں
آزادی کی نعمت سے ہیں ہم سب مالا مال
اپنے اپنے سب کو مقدر اچھے لگتے ہیں
یہ تتلی یہ پھول یہ کلیاں رنگ برنگی موسم
گیت سناتے یہ بام و در اچھے لگتے ہیں
سوہنی دھرتی کے سینے پر یہ سورج یہ چاند
جب بھی گلے ملتے ہیں نیر اچھے لگتے ہیں

نیر رضوی.....مقام نامعلوم

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com
Digitized by Google

بیاضِ دل

میمونہ تاج
biazdill@aanchal.com.pk

سباس گل.....رحیم یار خان
میرا عروج اوجِ ثریا کا ہم نشیں
اس زندگی میں صاحبِ رفعت تجھی سے ہوں
تیرے بغیر میرے وطن کچھ نہیں تھا میں
دنیا میں آج صاحبِ عزت تجھی سے ہوں

اُمیمہ رباح (جانو).....ڈی جی خان
بارشوں میں بھیگے کچے آنگنوں کی خوشبوئیں
چین جب دل کا چرائے یاد کر لینا ہمیں
کوئی جب بھی کانپتے سے نرم لہجے میں تمہیں
زندگی کی دے دعائیں یاد کر لینا ہمیں

درخشاں بی.....چوٹالہ
نئی رُتوں کی حمایت نہ حاصل کر سکا
عجیب شخص تھا گزرے دنوں کو روتا تھا

عائشہ انجم ایش.....راولپنڈی
سچ کہوں مجھ کو یہ عنوان بُرا لگتا ہے
ظلم سہتا ہوا انسان بُرا لگتا ہے
کس قدر ہوگئی مصروف یہ اپنی دنیا
ایک دن ٹھہرے تو مہمان بُرا لگتا ہے

عفت قریشی.....بہاولپور
جب لوگ ہی جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی کوئی دکھ اپنا تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے کیسے لہجے کا روکھا پن
کرتی ہے زباں وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے

سعدیہ اجمل.....گوجرانوالہ قلعہ دیدار سنگھ
تو مل جائے مجھے تو یوں سمجھوں گی فراز
اعلانِ جنت ہو جیسے کسی گناہ گار کے لیے

تانی چوہدری.....آکسفورڈ یو کے
جب بھی جلتی ہے وہ احساس کی تنہائی میں
دل کی وادی میں حسیں پھول کھلا جاتی ہے
اور ان عنبریں زلفوں کی دل آویز مہک
میرے احساس، میری روح پہ چھا جاتی ہے

شگفتہ خان.....بھلوال
اے عالم وقت! اک فتویٰ تو دے
جو محبت میں وفا نہ کرے کافر ٹھہرے

اریبہ شاہ.....بہاولپور
لوٹ کر جا جا جسے وہ لوٹ کر آیا نہیں
میرے دل کو اس کے سوا اور کوئی بھایا نہیں
پیار کی سوداگری میں ہم برابر ہی رہے
اس نے کچھ کھویا نہیں اور میں نے کچھ پایا نہیں

نوشین اقبال نوشی.....گاؤں بدر مرجان
بے وفائی سے پریشان بھی ہو جاتے ہیں
نرم ہوا کے جھونکے طوفان بھی ہو جاتے ہیں
اس کا محبوب جو بدلا تو کیا ہوا
لوگ کافر سے مسلمان بھی ہو جاتے ہیں

ہما ایوب شیخ.....عارف والہ
مجھے اس کا کوئی غم نہیں کہ مجھ سے کسی نے وفا نہ کی
میں کسی کے کام نہ آ سکا، مجھے صرف اس کا ملال ہے
جو گزر رہی ہے گزارو، نہ بُرا کہو، نہ گلہ کرو
جو تمہارا حال ہے دوستو! وہی سارے شہر کا حال ہے

ساجدہ زید.....ویروالہ چیمہ
تیرا خیال تیری طلب، تیری آرزو
اک بھیڑ سی لگی ہے میرے دل کے شہر میں
دنیا کی نعمتیں تو یہاں دستیاب ہیں
تیری ہی اک کمی ہے میرے دل کے شہر میں

یاسمین کنول.....پسرور
میں اک ضدی سا بچہ ہوں جو اپنی ضد پہ آ جاؤں
تو سارے کھیل سے پہلے کھلونے توڑ دیتا ہوں

دعا زاہد حسین ہاشمی.....فیصل آباد
ہم بھی شکستہ دل ہیں پریشان تم بھی ہو
اندر سے ریزہ ریزہ میری جان تم بھی ہو
مل جائیں ہم تو کیسا سہانا سفر کٹے
گھائل ہیں ہم بھی، سوختہ سامان تم بھی ہو

ثمرہ سمیرا آمنہ.....کھڑیانوالہ
اپنی محبت کے افسانے کب تک راز بناؤ گے
رسوائی سے ڈرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے
اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترکِ محبت کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

صدف سلیمان.....شورکوٹ
نیند آئے نہ آئے چراغوں کو بجھا دیا کرو
رات بھر کسی کا جلنا مجھ سے دیکھا نہیں جاتا

فرح طاہر قریشی.....ملتان
اچھی گزر رہی ہے دل خود کفیل سے
لنگر سے روٹی لیتے ہیں پانی سبیل سے
دنیا میرے پڑوس میں رہتی تو ہے مگر
میری دعا سلام نہیں اس ذلیل سے

تعبیر جہاں.....جلال پور پیروالہ
ہم مخاطب نہ ہوں تو وہ بات بھی نہیں کرتے
عیب طرح کی ہیں بے نیازیاں ان کی

صدف علام علی.....لاہور
ہم نے ہر سانس محبت پہ خدا کی ہے
ہر دعا میں تیری چاہت کی التجا کی ہے
تم کیا کرو گے انتہا محبت کی
ہم نے انتہا سے محبت کی ابتداء کی ہے

روبینہ جعفر خان.....کھلابٹ ٹاؤن شپ
لوگ ٹوٹ جاتے ہیں گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں
ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں
عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں

مقدس رباب.....چکوال
یہ خاموشی بھی ہماری انا کا پردہ ہے
سوال کرتے رہو اور جواب رہنے دو
سفر کا ساتھ ہے یہ منزلوں کا ساتھ نہیں
گزر ہی جائیں گے لمحے حساب رہنے دو

پروین افضل شاہین.....بہاولنگر
دل ٹوٹ بھی جائے تو محبت نہیں مٹتی
اس راہ میں لٹ کر بھی خسارہ نہیں ہوتا

زیب النساء پاکیزہ سحر.....ساغر تلہ گنگ
بچھڑ کر بھی اس کی راہوں میں بھٹکتی رہی اس خیال سے
پاکیزہ شاید کہ پھر سے بن جائے وہ ہم سفر میرا

یاسمین کنول.....پسرور
میرے وطن تیری مٹی کا قرض ہے ہم پر
تیری کریں گے حفاظت کہ فرض ہے ہم پر

شہناز شانزے.....سیال
اگر تم اپنی قسمت کا لکھا تبدیل کر لیتے
تو شاید ہم بھی راستہ تبدیل کر لیتے
تمہاری طرح جینے کا ہنر آتا تو شاید ہم
مکان اپنا وہی رکھتے پتا تبدیل کر لیتے

شاکرہ مصطفیٰ مان.....مان
پھیلا سحر کا نور تو کھلا یہ راز
شب بھر کی مہمان تھی ستاروں کی زندگی
تھاما نہیں ہے ہاتھ تمہارا یہ سوچ کر
توہین زندگی ہے، سہاروں کی زندگی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

یادگار لمحے

جویریہ طاہر
yaadgar@aanchal.com.pk

القرآن

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو (روح کی غذا ہے) لوگوں کے لیے (دردمندوں کے لیے مکمل) ہدایت ہے اور (جس میں) راہِ حق پانے کی اور (حق و باطل کے) امتیاز کی روشن نشانیاں ہیں پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے (رمضان میں زندہ ہو) تو وہ اس ماہ کے پورے روزے رکھے (ذرا خوشی سے اتنا تو کرے کہ کھانا پینا چھوڑ دے پھر انسانی جبلّت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اجازت دیتا ہے فرماتا ہے) اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (قضا روزے رکھ کر) ان کا شمار پورا کرلے) اللہ (تو) تمہارے لیے سہولت چاہتا ہے اور تمہارے لیے دشواری (اور سختی) نہیں چاہتا اور یہ (سہولت) اس لیے (دی گئی) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور تاکہ اس بات پر کہ اس نے تم کو راہِ حق دکھائی اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو تاکہ تم شکر گزار رہو۔

حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدمی کا ہر عمل اس کے لیے ہے روزہ کے سوا۔ کہ روزہ میرا ہے اور میں اس کا خصوصی بدلہ دوں گا اور روزہ بمنزلہ ڈھال کے ہے۔ لہٰذا تم میں سے جس دن کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ بیہودہ اور فحش کلام سے بچے ہنگامہ آرائی نہ کرے، کوئی دوسرا گالی بکے یا آمادۂ فساد ہو تو اسے کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ (بخاری و مسلم)

آنسو اور مسکراہٹ

انسان آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے درمیان لٹکا ہوا پنڈولم ہے۔ انسان جانتا ہے کہ زندگی کی مسافت میں بہت سے کٹھن موڑ آتے ہیں مگر نہ جانے کیوں اس بات کو فراموش کردیتا ہے کہ کٹھن موڑ مڑنے کے بعد ایک آسان اور طویل راہ بھی ہوتی ہے جس پر گزرنے سے کوئی دشواری پیش نہیں ہوتی۔ خوشی اور دکھ بنا کسی اذیت کے خاص نہیں ہوتے۔ ہمیں مسکراہٹوں کی قدر ہی تب ہوتی ہے جب اذیت کے کچھ آنسو بہتے ہیں۔ خوشیوں کی قدر سدا مسکرانے والا کیا جانے، سدا کی مسکراہٹ بہت کھوکھلی ہوتی ہے بنا کسی احساس کے۔ زندگی سے آنسوؤں اور مسکراہٹوں کا تعلق بہت گہرا ہے یہ کبھی انسان کو خود سے جدا نہیں ہونے دیتے، جب ایک جاتا ہے تو دوسرا فوراً آجاتا ہے زندگی میں سب کچھ ان دو چیزوں کی وجہ سے ہی ہے۔ (بائرن)

سحرش رانا..... پنڈی بھٹیاں

سنہری باتیں

جب کوئی تمہیں خوشی کے موقع پر یاد آئے سمجھ لو کہ تم اس سے محبت کرتے ہو اور جو تمہیں غم کی شدت میں یاد آئے تو سمجھ لو وہ تم سے محبت کرتا ہے۔

جب کوئی تمہارا دل دُکھائے تو ناراض نہ ہونا یہ قدرت کا قانون ہے جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہوتا ہے لوگ اسے زیادہ پتھر مارتے ہیں۔

کسی مکمل انسان کی تلاش میں محبت نہ کرو بلکہ کسی ادھورے کو مکمل کرنے کے لیے محبت کرو۔

نیک عمل یہ نہیں کہ تم خدا کے آگے جھک جاؤ بلکہ نیک عمل یہ بھی ہے کہ تم برائیوں کے آگے سینہ سپر ہوجاؤ۔

اندھیرا چاہے کتنا ہی گہرا کیوں نہ ہو روشنی کی ایک ہلکی سی کرن بھی اسے ختم کرسکتی ہے۔

سانپ کا سر بچھو کا ڈنک اور بُرے آدمی کا انگ انگ زہریلا ہوتا ہے۔

صائمہ شوکت..... ساہیوال

بنتِ حوا کے لیے دس نصیحتیں

عوف بن محلم الشیبانی جو ایام جاہلیت میں عربوں کے سرداروں اور اشراف میں سے ایک تھے جب انہوں نے اپنی دختر "ایاس" کی شادی "الحارث بن عمرو الکندی" سے کی۔ رخصتی کے وقت ان کی اہلیہ "امامہ" نے اپنی بیٹی کو کہا۔

"لختِ جگر! اب تم اس گھر سے رخصت ہورہی ہو جہاں تم نے پرورش پائی، پہلی بار چلنا سیکھا اور ایک ایسی جگہ جارہی ہو جو تمہارے لیے اجنبی ہے اور ایک ایسے آدمی کی رفاقت میں جس سے تم ابھی تک نامانوس ہو۔ نکاح کرکے وہ تمہارا مالک بن گیا ہے۔ اس لیے میں تمہیں یہ دس نصیحتیں کررہی ہوں یہ تمہارے لیے انمول خزانہ بھی ہیں اور یاد دہانی بھی۔

پہلی اور دوسری نصیحت

اس کی قناعت میں قناعت پسند رہنا اور اس کی بات دھیان سے سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ قناعت تمہیں قلبی سکون دے گی اور شوہر کی بات توجہ سے سننا اور اس کی اطاعت تمہیں اللہ کی خوشنودی اور رضا کے قریب کردے گی۔

تیسری اور چوتھی نصیحت

اس بات کا اہتمام کرنا کہ تمہارے جسم سے اچھی خوش بُو آئے اور تم دیکھنے میں اچھی لگو۔ تمہارے جسم میں وہ کسی قسم کی بدنمائی نہ دیکھے اور خوش بُو کے سوا تمہارے جسم سے کوئی بُو نہ آئے۔ سرمہ خوب صورتی میں اضافے کا سبب ہے اور پانی نایاب عطر سے بہتر ہے۔

پانچویں اور چھٹی نصیحت

اس کے خادموں (ملازموں) اور بچوں کا خیال رکھنا اور اس کی دولت کی حفاظت کرنا۔ دولت کی حفاظت اس بات کا اظہار ہے کہ تم اس کی ہمت افزائی کرتی ہو اور خادموں اور بچوں کی دیکھ بھال اس بات کی علامت ہے کہ تم انتظامی امور سے خوب واقف ہو۔

ساتویں اور آٹھویں نصیحت

اس کے کسی راز کو فاش نہ کرنا۔ اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اگر تم نے اس کے کسی راز کو افشا کردیا تو تم اس کی بے وفائی سے محفوظ نہ رہ سکوگی اور اگر تم نے اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی تو اس کا دل تمہارے لیے نفرت سے بھر جائے گا۔

نویں اور دسویں نصیحت

میری پیاری بیٹی! خبردار! جب وہ پریشان ہو تو اس کے سامنے اپنی خوشی کا اظہار نہ کرنا اور جب وہ خوش ہو تو اس کے سامنے رونی صورت نہ بنانا، کیونکہ اول الذکر اس بات کا ثبوت ہے کہ تم موقع محل کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور مؤخر الذکر اس کا مغموم بنادے گی۔ اس کے سامنے خوب ادب و احترام کا مظاہرہ کرنا اور اس سے اتفاق رائے کرنا تاکہ وہ تمہاری محبت اور باتوں سے لطف اندوز ہو۔"

مثالی عورت از ڈاکٹر محمد علی الہاشمی

ہما ایوب شیخ..... عارف والہ

اقتباس

تذکرہ نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا کہ دکھ یا درد کا وہاں سے گزر ہی نہ ہوا ہو یا کسی درد نے دل میں قیام ہی نہ کیا ہو۔ بس یہ تو ساری ضبط آزمائی کی باتیں ہیں۔ جتنا ضبط کرتے جاؤ گے اتنا ہی ظاہر پُرسکون ہوتا جائے گا۔ رہ گیا باطن کا حال تو اس سمندر میں تو ہمیشہ ہی تموج رہا ہے۔ جوار بھاٹے ہر آن اٹھتے رہتے ہیں۔ طوفان بلاخیز کی لہروں کا تلاطم ہمیشہ دل کے ساحلوں سے ٹکرا ٹکرا کے پاش پاش کرتا رہتا ہے۔

آمنہ امداد..... سرگودھا

علامہ اقبال شکوہ میں

حشر کے روز میں بے خوف گھس جاؤں گا جنت میں
وہیں سے آئے تھے آدمؑ وہ میرے باپ کا گھر ہے

علامہ اقبال جواب شکوہ میں

ان اعمال کے ساتھ تو جنت کا طلب گار ہے کیا
وہیں سے نکالے گئے تھے آدمؑ تو تیری اوقات کیا ہے

مقدس رباب..... چکوال

اعتراف

ایک آنسو کی گھاس پہ پڑے شبنم کے قطروں سے ملاقات ہوئی۔ شبنم کے قطروں نے آنسو کو دیکھ کر ہنسنا شروع کردیا اور کہا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

Digitized by Google

"اے آنسو! تو کتنا بدنصیب ہے جب تو آنکھ میں ہوتا ہے تو ذرا سی چوٹ پر باہر گرنے لگتا ہے۔ باہر آ کر تو خاک میں مل جاتا ہے یا کسی کے دامن میں جذب ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ مجھ سے تو ہم اچھے ہیں کہ جب ہم صبح سویرے گھاس پر گرتے ہیں تو لوگ بولتے ہیں کہ دیکھو گھاس پر شبنم کے قطرے کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔"

یہ سن کر آنسو نے کہا۔ "نادان دوستو! بے شک تم گھاس پر اچھے لگتے ہو لیکن یہ سوچو کہ میں ہی وہ آنسو ہوں جو کسی بے بس انسان کی آنکھ سے گرنے سے پہلے فرشتوں کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہوں۔ میں ہی وہ آنسو ہوں جو کسی ماں کی آنکھ سے اس وقت گرتا ہے جب وہ اپنی اولاد کے لیے دعا مانگتی ہے یا پھر تکلیف میں دیکھتی ہے اور خدا اس کی دعا قبول کر لیتا ہے اور میں ہی وہ آنسو ہوں جو سچے دل سے توبہ کرنے پر آنکھ سے گرتا ہے اور اس شخص کے گناہ معاف کرواتا ہے۔"

واقعی تم ہم سے افضل تھے ہم ہی غلطی پر تھے

شاکرہ مصطفیٰ مان..... گاؤں مان سرگوشی میں

ایک خاوند روزی روٹی کے لیے بیوی بچوں سے دور زمینوں پر کام کرتا تھا اور اتوار کی اتوار گھر چکر لگاتا۔ ایک اتوار اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس کا چھوٹا بچہ بھاگتا بھاگتا اندر کمرے میں اپنی ماں کے پاس گیا اور سرگوشی میں بولا۔

"امی! وہ اتوار والا آدمی پھر آیا ہے۔"

تانی چوہدری..... آکسفورڈ یو کے

میرے دل نے کہا

مجھے زندگی میں وقت اور حالات نے بہت کچھ سکھایا میں نے زندگی کو مشکلات کی لہروں پر ڈوبتے اُبھرتے دیکھا۔

میں نے چیونٹی سے سیکھا وہ اپنے سے تین گنا وزن لے کر چلتی ہے بار بار چیونٹی کے گرنے پھر سنبھلنے سے میں نے سیکھا کہ کبھی ہمت مت ہارو بلکہ اپنے مقصد پر ڈٹے رہو یقیناً ایک دن کامیاب ہو جاؤ گے۔ حوصلے کو کبھی ٹوٹنے مت دینا۔

میں نے محبت سے سیکھا۔ "اگر تم کسی سے پیار کرتے ہو تو اس سے پیار کی خواہش مت کرنا' پیار صرف پا لینے کا نام نہیں ہے۔ محبوب کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھ کر جینے والے سچے پیار کے راہی ہوتے ہیں۔"

خوشیاں بانٹتے رہو اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہونے کی بجائے تحمل سے کام لینا چاہیے۔

ہمارے پاس اگر دکھ ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سمجھو اور امتحان سمجھ کر جھیل لو۔ زبان پر کبھی شکوہ مت لاؤ کیونکہ جو ہمارے لیے بہتر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ وہی چاہتا ہے۔

اپنی غلطیوں پر توبہ استغفار کرتے رہو۔

اپنے دکھوں پر رونے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرو جس نے تمہیں آزمائش کے قابل سمجھا۔

ورنہ ہماری بے توقیر ذات کس قابل ہے۔

یاسمین عندلیب..... شورکوٹ کینٹ

لفظ

لفظ انسان کے غلام ہوتے ہیں مگر..... صرف بولنے سے پہلے تک۔ بولنے کے بعد انسان اپنے لفظوں کا غلام بن جاتا ہے۔

حافظہ

دنیا کے سب سے بڑے موجد ایڈیسن کا حافظہ اس قدر کمزور تھا کہ وہ اپنے موضوع کے علاوہ ہر بات بھول جاتا تھا۔ ایک روز وہ کسی سائنسی مسئلے پر سوچتے ہوئے اپنے مکان کا ٹیکس ادا کرنے جا رہا تھا' لمبی قطار میں طویل انتظار کے بعد اس کی باری آئی تو کلرک نے اس کا نام پوچھا۔ اس کے جواب میں ایڈیسن خاموش کھڑا کلرک کا منہ تکتا رہا کیونکہ وہ اپنا نام بھول چکا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اسے اپنا نام یاد آیا مگر اس وقت تک ٹیکس آفس کا وقت ختم ہو گیا تھا اور آفس بند ہو رہا تھا اور..... کیا آپ جانتے ہیں کہ سو سے زائد چیزوں کے موجد ایڈیسن کو بچپن میں پاگل قرار دے دیا گیا تھا۔

دعا زاہد حسین ہاشمی..... فیصل آباد

مزاحیہ

بیوی: میں جو بات کہتی ہوں آپ ایک کان سے سنتے ہیں اور دوسرے سے نکال دیتے ہیں۔

شوہر: میں جو کچھ کہتا ہوں تم دونوں کانوں سے سنتی ہو اور منہ سے نکال دیتی ہو۔

سونیا سحر صدیق..... جتوئی

نمکین غزل

پھر نیا زخم کھا کے دیکھتے ہیں
گرلز کالج پہ جا کے دیکھتے ہیں
پہلے نظریں ملا کے دیکھتے تھے
اب تو نظریں جھکا کے دیکھتے ہیں
لڑکیاں دیکھنا تو فطرت ہے
اب بہت بچ بچا کے دیکھتے ہیں
گرشگفتہ سا کوئی چہرہ ہو
ہم اسے مسکرا کے دیکھتے ہیں
گر جو تا اُدھر سے آتا ہو
پھر تو خود کو بچا کے دیکھتے ہیں
دور سے کچھ نظر نہیں آتا
ہم تو عینک لگا کے دیکھتے ہیں
گھر تو اس کا ہمیں نہیں معلوم
ہم تو کالج پہ جا کے دیکھتے ہیں

درخشاں بی..... چونالہ

قطب

قطب دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو خاموش ہوتا ہے اور اس کے پاس کرامتیں ہی کرامتیں ہوتی ہیں' وہ ہر کام خاموشی سے کرتا ہے اور سارے کام اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق کرتا ہے۔ دوسری قسم قطب ارشاد کہلاتی ہے جو ہر چیز کی وضاحت پیش کرتا ہے تاکہ لوگوں کے خیال میں کنفیوژن پیدا نہ ہو اور خیال کا دھواں یا گرد نہ لگ جائے۔

(واصف علی واصف)

فرح طاہر قریشی..... ملتان

سچے موتی

☆ سچی محبت کا جذبہ دل میں وحی کی طرح اُترتا ہے۔ اور پھر رگ رگ میں پھیل جاتا ہے۔

☆ عشق جن کی رگوں میں سرایت کر جاتا ہے وہ ظاہر ہی زندگی گزارنے کے قابل کہاں رہتے ہیں۔

☆ خیالوں کی دنیا میں دور نکل جاؤ تو پلٹنے کے بعد یہ ضرور دیکھنا کہ کتنا وقت برباد ہوا۔

☆ آدمی باہر کی دنیا میں رونق اس وقت تلاش کرتا ہے۔ جب اس کے اپنے اندر ویرانہ ہو' اندر کی دنیا آباد ہو تو باہر کی رونق بُری لگنے لگتی ہے۔

اتنے غلط انسان نہیں ہوتے جتنے غلط رویے ہوتے ہیں۔

☆ خوشی کبھی بھی دینے والا ہی تو غم دے جاتا ہے۔

جب کبھی دل بھر آئے تو رو لو' جیسے آسمان پر چھائے بادل برستے ہیں کیونکہ اس کا نتیجہ ایک چمکتا اور اُبھرتا ہوا سورج ہے۔

☆ بعض رشتے ایسے ہوتے ہیں جن کو برتتے ہوئے پلِ صراط پر سے گزرنے کا گمان ہوتا ہے۔

نوشین اقبال نوشی..... گاؤں بدر مرجان

عورت

☆ اگر بیٹی ہے تو رحمت
☆ بہن ہے تو دعا
☆ ماں ہے تو جنت
☆ بیوی ہے تو روح کا سکون
☆ دوست ہے تو رازدار
☆ عورت اللہ کی طرف سے رحمت بے مثال ہے۔

امر ینہ خان امبر..... ملتان

سنہری باتیں

ہر چھوڑ کر جانے والا بے وفا نہیں ہوتا اور ہر ساتھ رہنے والا شخص ہمارا اپنا نہیں ہوتا

☆ اگر کوئی آپ کو یاد نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وہ آپ کو فراموش نہ کر دے۔

☆ کچھ لوگ نگاہ کی طرح ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہوں تو اندھیروں میں بھی راستے مل جاتے ہیں۔

Scan & PDF HIAZ AHMED Friends Korner.com Digitized by Google

☆ کچھ ناتے ایسے بن جاتے ہیں کہ جن کے سامنے خون کے رشتے بھی کمزور پڑ جاتے ہیں۔

☆ انسان اس سے زیادہ دھوکا کھاتا ہے جس سے زیادہ پیار کرتا ہے۔

☆ محبت میں سب سے بڑی قباحت یہ ہے کہ جس سے محبت ہو جائے اسے آسانی سے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔ اسے آزاد کرنے سے دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

طیبہ شیریں...... کوری خدا بخش

محبت

محبت ایک گلاب ہے۔ جو چاہتوں کی شبنم میں بہت کھلتا ہے۔ لہلہاتا ہے۔ مگر جب اس پر بدگمانیوں اور نفرتوں کی دھوپ پڑتی ہے تو یہ مرجھا جاتا ہے اور ناامیدی کی تند و تیز ہوائیں اسے شاخ سے جدا کر دیتی ہے۔ بس...... پھر محبت مرجاتی ہے پھر اس شاخ سے محبت کی کونپل کبھی نہیں پھوٹتی کبھی بھی نہیں...... مردہ تن میں جان کبھی پڑتی ہے کیا......

آنسو

آنسو ہمارا سرمایہ ہوتے ہیں۔ جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جن لوگوں کی آنکھوں میں آنسو بہت آتے ہیں۔ وہ خوش قسمت ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے آنسوؤں میں بدگمانی کی ساری تہیں ڈھل جاتی ہیں۔ آنسوؤں میں عکس دھندلا جاتے ہیں مگر ان کے بعد منظر صاف اور شفاف نظر آنے لگتے ہیں۔

مریم منور گل...... سمندری

اچھی بات

ایمان اور حیا! دو ایسے پرندے ہیں، جن میں سے اگر ایک بھی اڑ جائے تو دوسرا خود بخود اڑ جاتا ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

زنیرہ طاہر زونی...... بہاولنگر

اقوالِ زریں

کسی کو چاہو تو اس طرح چاہو کہ جس طرح پھول اپنی خوش بو کو چاہتا ہے۔

انسان اپنے کردار سے اور چاند اپنی روشنی سے پہچانا جاتا ہے۔

وہ لوگ کسی کے نہیں ہوتے، جو دوست اور رشتے لباس کی طرح بدلتے ہیں۔

کانٹوں سے بھری ٹہنی کو ایک پھول پرکشش بنا دیتا ہے۔

محبت ایک کھیل ہے، جس میں ہمیشہ عقل ہار جاتی ہے۔

عظمت ایک پھول ہے جسے حاصل کرنے کے لیے انسان کو سخت محنت جیسے کانٹوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

شائلہ رباب...... چوآ خالصہ

انکار

ایک میراثی نے چوہدری کی بیٹی کا رشتہ مانگا۔ چوہدری نے میراثی کو خوب مارا۔ مار کھا کر میراثی اٹھا اور کپڑے جھاڑتا ہوا بولا۔ "تو پھر میں انکار سمجھوں۔"

سیدہ فرزانہ...... حجرہ شاہ مقیم

اچھی بات

چاہے اپنی ہر چیز دوست کے لیے قربان کردو پر کسی چیز کے لیے دوست کو قربان مت کرو۔

رمشا ناز میمن...... حیدرآباد

انتباہ

ماہنامہ آنچل میں شائع کیے جانے والے فرمان الٰہی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ادارہ مستند حوالوں کے ساتھ خود شائع کرتا ہے۔ لہٰذا قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ وہ کوئی بھی فرمان الٰہی و احادیث ادارے ارسال کرنے سے گریز کریں۔

ادارہ

Digitized by Google

شہلا عامر
aayna@aanchal.com.pk

اقراء واجد...... رواٹ۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف اینڈ قارئین! کیسے ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ "آمین"۔ کسی بھی ادارے میں یہ میرا پہلا خط ہے، امید کرتی ہوں کہ آپ میرا خط ضرور شامل کریں گے۔ مجھے آنچل پڑھتے ہوئے دو سال ہوگئے ہیں، آنچل میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے، اس میں سب ناول ہی اچھے اور سبق آموز ہوتے ہیں۔ آنچل میں سب ہی رائٹرز اچھا لکھتی ہیں لیکن اقراء آپی اور نازیہ کنول آپی میری پسندیدہ رائٹر ہیں۔ نازیہ آپی کا ناول "پتھروں کی پلکوں پر" بہت اچھا جارہا ہے۔ پلیز آپی! اسانول اور انزلہ کو ملادیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید ترقی دے اور دوسروں کے لیے مشعلِ راہ بنادے۔ سب لکھنے والوں کو مزید اچھا لکھنے کی توفیق دے۔ "آمین"

رخسانہ اقبال...... خوشاب۔ السلام علیکم پیاری شہلا جی کیسی ہیں۔ خدا آپ کو سدا بہت ساری خوشیاں دے "آمین"۔ بہت پیارا پیارا سا لکھنے والوں نے مجبور کیا کہ قلم اٹھاؤں اور سب کو بتاؤں کہ واہ کیا کمال کردیا! جی۔ تو سب سے پہلے سمیرا شریف جی! اتنا اچھا ناول لکھنے پر مبارک قبول کیجیے۔ جناب دوریاں کب اپنے خوب صورت ہاتھوں کو قلم پکڑا رہی ہیں۔ نازیہ کنول نازی جی کا ناول بہت اچھا جارہا ہے۔ پڑھنے میں مزا آرہا ہے۔ نیا شروع ہونے والا ناول اقراء صغیر جی کا آغاز تو بہت اچھا ہے۔ دیکھیں کیا کیا کمال دکھائے گا۔ میں آنچل کے ذریعے تمام بہنوں کو جو اپنے خوب صورت الفاظ و احساسات کو موتیوں کی صورت کاغذ پر بکھرتی ہیں یہی پیغام دینا چاہتی ہوں کہ خدا نے آپ سب کے دل کتنے خوب صورت بنائے ہیں۔ خدا آپ سب کو بہت ساری خوشیاں دے اور جناب میں بھی آنچل کو چاہنے والی ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔

صائمہ نثار چوہدری...... سیالکوٹ۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا پرخلوص سلام قبول ہو۔ آنچل تو ہمارا اپنا شمارہ ہے۔ اس کی تعریف کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ سب سے پہلے تو نئے آنے والی قارئین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ حمد نعت سے مستفید ہوئے۔ "در جواب آں" میں انا شاہ زاد کی شادی کا سن کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ آپ کو ازدواجی زندگی کی تمام خوشیاں دے۔ آمین۔ "بجھ گئے دیپ سارے" بہت ہی زبردست ناول تھا۔ پڑھ کر رونا آیا کہ ایمان حیدر کو اس کی سچی محبت پر یقین نہ آیا اور جب یقین آیا تب شاہ میر منوں مٹی تلے جا سویا۔ "پتھروں کی پلکوں پر" نازی جی! آپ کے ناول میں شاعری بہت متاثر کرتی ہے۔ پلیز شجاع کے ساتھ برا مت کرنا۔ امامہ ایک بار ٹھوکر کھا کر پلٹے گی تو اس کی عقل ٹھکانے آجائے گی۔ باقی ناول اور افسانے بھی اچھے تھے۔ "بیاضِ دل" میں پاکیزہ سحر اور سعدیہ اجمل کے اشعار پسند آئے۔ "یادگار لمحے" میں انا شاہ زاد اور گلناز زماں گل کا انتخاب بہت اچھا لگا۔ درخشاں بی کو پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ آخر میں ملیحہ ناول کی بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ ہم اپنی پسندیدہ رائٹرز کے بارے میں جاننے کے بہت خواہش مند ہیں۔ پلیز رائٹرز کے انٹرویو بھی دیا کریں۔ باقی تمام سلسلے بھی اچھے ہیں۔ پلیز میرا خط ضرور شائع کرنا۔ اللہ حافظ۔

طیبہ گلاب...... ہری پور۔ پیاری شہلا باجی السلام علیکم! امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ اس ماہ کا شمارہ یکم کو ملا جس کو پڑھ کر بڑی مسرت حاصل ہوئی۔ "اور کچھ خواب" عشنا کوثر سردار کا پڑھا۔ بہت خوب صورت ناول ہے۔ انایا کا کردار بہت اچھا لگا اور معارج تغلق ایک بہت Powerful انسان ہے۔ بہت اچھا جارہا ہے یہ ناول۔ اس کے بعد "پتھروں کی پلکوں پر" کی جانب آتے ہیں امامہ اپنے ساتھ بہت غلط کررہی ہے۔ انوشہ کے ساتھ بہت ظلم ہوچکے ہیں۔ پلیز اب اس کی طرف بھی خوشی کا جھونکا لایا جائے۔ عباد ایک طرف تو اپنی کزن کے ساتھ اور دوسری طرف صاعقہ......! صاعقہ کی طرف سے زیادہ کھلا دل دیں۔ اقراء صغیر احمد کا نیا ناول بھی بہت اچھا لگا۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ ہر ماہ ایک مکمل ناول ضرور شامل کیا کریں۔ آپی میں کبھی کبھی آپ کو خط لکھتی ہوں۔ پلیز اس کو ضرور شامل کریں۔ جب میں اپنا نام دیکھتی ہوں تو مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ اگلے آنچل کا مجھے شدت سے انتظار ہوگا۔

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

صوفیہ صدیق...... چیچہ وطنی۔ ڈیئر شہلا عامر السلام علیکم! آج زندگی میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ اس یقین کے ساتھ کہ آپ میرا خط لازمی شائع کریں گے۔ لیٹر لکھنے کی بڑی وجہ صرف اور صرف ''سمیرا شریف طور'' کا سلسلہ وار ناول ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' ہے۔ کیا خوب صورت ناول تھا اور اختتام تو اتنا اچھا کیا کہ میرے پاس الفاظ نہیں۔ سمعان اور زرش کا کردار تو مجھے کبھی بھی نہیں بھولے گا۔ یقین کریں میں اس ناول کو روزانہ پڑھتی ہوں اور اتنا ہی مزا آتا ہے جتنا پہلی دفعہ پڑھنے میں۔ سمیرا آپ کا آخر میں جو تعارف پڑھا، بہت دکھ ہوا، خدا آپ کو صحت دے ''آمین'' جلدی سے اس جیسا کوئی اور سلسلے وار ناول لے کر آئیں۔ اب آتی ہوں ''عشنا کوثر سردار'' آپ کی اسٹوری بھی بہت اچھی جارہی ہے۔ معارج تغلق اور انائیا ملک کی کیا خوب صورت جوڑی ہے۔ پلیز ان کو جدا مت کرنا اور پلیز دامیان اور انابیتا کا جوڑا بھی بنانا۔ اس دفعہ کہانی ''بجھ گئے دیپ سارے'' کیا اسٹوری تھی، مجھے اتنا دکھ ہوا۔ جیسا بھی ہو رائٹر (ایم جے صدا) آپ کو شاہ میر کو مارنا نہیں چاہیے تھا۔ کم از کم اسے پتا تو چل جاتا۔ سچ بہت دل دکھا۔ پلیز اختتام اچھا کیا کریں۔ تہمینہ وسیم ''تم سے ملنے کے بعد'' مکمل ناول بہت مزے کا تھا۔ دل خوش کردیا۔ اس دفعہ سارا رسالہ اے ون تھا۔ ابھی تو بس اتنا ہی، اگر آپ میرا لیٹر شامل کریں گے تو ہر ماہ اپنا خط بھیجا کروں گی۔ اقراء صغیر احمد کا سلسلے وار ناول بہت اچھا لگا۔ امید ہے کہانی آگے جا کر بہت مزے کی ہوگی۔

عائشہ فاروق...... احمد پور شرقیہ۔ سویٹ سی شہلا آپی، کیوٹ سی رائٹرز اور بے لوث محبت کرنے والے قارئین کو عائشہ فاروق کا چاہت بھرا اسلام قبول ہو۔ ہر ماہ آپ سب کے تبصرے پڑھ کر دل چاہتا ہے کہ میں بھی خوب لمبا تبصرہ کروں لیکن اتنی ہمت کہاں...... خیر ہمت کر کے اور لمبا سفر کر کے آہی گئی ہوں۔ تو تیار ہو جایئے تبصرہ سننے...... میرا مطلب ہے پڑھنے کے لیے۔ سب سے پہلے سلسلے وار ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' سویٹ نازی آپی نے بہت ہی خوب صورت انداز سے تحریر کیا جو سیدھا دل میں اتر گیا۔ انوشہ، شاہ زر، انزلہ اور سانول شاہ پسندیدہ کردار ہیں۔ ان کے ساتھ برا نہ کیجیے گا۔ پلیز آپی اب تو ڈھیر ساری خوشیاں لائیں ناول میں۔ شروع سے ہی بے چارہ دکھ ہی دکھ میں گھرا ہوا ہے پاکستان کی طرح...... پلیز آپی تھوڑا زیادہ صفحات دیا کریں کہانی کے۔ بہت کم ہوتی ہے۔ سویٹ عشنا آپی نے کیا خوب لکھا...... انائیا اور معارج کا کردار مجھے بہت پسند ہے، اس ناول میں سب کچھ اچھا ہے۔ برا کوئی نہیں...... جان سے زیادہ عزیز اقراء آپی کو ابھی پڑھا نہیں، دیکھتے ہیں یہ ہمارے لیے کیا لائی ہیں۔ نام تو بہت خوب صورت ہے۔ اس سے پہلا ناول ''دشت آرزو'' ابھی تک دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے۔ اللہ کرے یہ بھی اسی طرح ہو۔ سمیرا آپی آپ کا ناول ٹاپ پر رہا۔ پلیز جلد از جلد تشریف لائیں۔ آپ کا انتظار رہے گا۔ مکمل ناول ایک ہوتا ہے، وہ بھی ٹھیک نہیں ہوتا۔ ناولٹ اور افسانے بس سو سو ہوتے ہیں۔ برائے مہربانی ان پر توجہ دیں۔ انعم خان، عطرویہ سکندر، شمائلہ اکرم، چندا مثال، رضوانہ ملک، طاہرہ ملک، یاسمین عندلیب آپ سب بہنوں کی رائے سے میں اتفاق کرتی ہوں۔ پلیز آپ سب ہر ماہ انٹری دیا کریں کیوں کہ آپ سب کی وجہ سے آنچل مہکتا ہے۔ آپ سب اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔ اللہ نگہبان۔

امید چوہدری...... مری۔ السلام علیکم! ڈیئر رائٹرز، ریڈرز اینڈ آنچل اسٹاف کیسے ہیں۔ سب یقیناً ہٹ فٹ، اینڈ چل ہوں گے۔ ٹائٹل کچھ خاص نہیں تھا۔ سب سے پہلے تو ہم سمیرا اینڈ راحت جی کو مبارک دیں گے، ایگزام کی وجہ سے لیٹ ہو گئے ہیں، سمعان، زرش، نویرہ اور شارق کو بھولنا مشکل ہے، سمیرا جی لکھتی رہیے گا ہم انتظار کریں گے، اختتام ہماری خواہش کے مطابق ہوا تھینکس۔ جانِ جاں...... میں ہمیں سب سے زیادہ خوشی افراسیاب کی ہوئی۔ عادل کو کرن مل گئی مگر آپ نے تانیہ کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا، اسے آپ نے اکیلا چھوڑ دیا جو کہ ہمیں اچھا نہیں لگا۔ مانا کہ اس کی نادانی تھی مگر اس کی آنکھوں میں آنسو! ویری سیڈ۔ نازی جی کی تو کیا بات ہے۔ عباد اور صاعقہ کو جدا مت کیجیے گا۔ جہاں ڈاکٹر عارف جیسے ڈاکٹر، سانول جیسے ظالم لوگ ہوں وہ ملک کیا خاک ترقی کرے گا۔ تھینکس جی انوشہ کو اس کا بیٹا مل گیا۔ نازی جی انوشہ کے حصے میں کب خوشیاں آئیں گی۔ شروع سے لے کر اب تک اس کی لائف میں صرف آنسو ہی ہیں۔ بریرہ واپس نہ آتی تو اچھا تھا۔ عشنا جی آپ نے درست فرمایا یہ ٹینشن کا دور ہے، حقیقتیں تو آئے دن ہم دیکھتے ہیں یہ ناول ایسا ہے جو ہمیں تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی لیکن دور لے جاتا ہے اس دنیا سے۔ ہمیں اس کے تمام کردار اچھے لگتے ہیں۔ اس میں ٹریجڈی سین کوئی نہ لایئے گا۔ انائیا اور انابیتا لوگوں کا سین آن کردیں۔ اقراء جی بہت ویٹ کروایا آپ نے۔ سعدیہ اہل کہاں غائب ہیں۔ آپ؟ عفت جی، شاہینہ چندا، حنا ملک آپ لوگ بھی آنچل میں انٹری دیں۔ آخر میں اپنی سویٹ سی فرینڈز کا ذکر کرنا نہیں بھولوں گی۔ نازی، فیری، مثال، وفا، غزل، سحر، مریم، امیمہ (جانو) اریبہ، نوشی، ثانیہ، ایمن، ارم سب خوش رہو جی۔ مثال جی آنچل کے تھرو ہی بتادو کہ آپ کیسی ہو؟ لوگو فائٹ تو نہیں کی؟ (نہیں) گڈ ہو گیا جی۔ سب کے لیے ڈھیر ساری دعائیں اور نیک

Digitized by Google

تمنائیں۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے، ہمیں بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ کہتے ہیں جو دوسروں کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں وہ جلد قبول ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم اجازت چاہیں گے۔ فی امان اللہ۔

عتیقہ احمد...... منڈی بہاؤالدین۔ آنچل کے تمام اسٹاف کو میری طرف سے ''السلام علیکم'' دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو خوش رکھے۔ شہلا آپی جی! یہ کسی بھی رسالے میں میرا پہلا خط ہے۔ امید کرتی ہوں کہ میرا پہلا خط ردی کی ٹوکری کی نذر نہیں ہوگا۔ میں ہمیشہ آنچل آخری صفحہ سے پڑھنا شروع کرتی ہوں۔ (ہے نا مزے کی بات) تو سب سے پہلے ''کام کی باتیں'' پر بات کرتی ہوں کہ ایک نہایت ہی مفید سلسلہ ہے جو اکثر کام آتا ہے۔ ''آپ کی پسند'' ہمیشہ کی طرح لاجواب ہے۔ ''آئینہ'' میں تمام خطوط دلچسپ ہیں۔ امید ہے اگلے شمارے میں ہمارا خط بھی شامل ہوگا۔ (انشاء اللہ)۔ ''یادگار لمحے'' کا ایک ایک لفظ موتیوں جیسا لگتا ہے۔ ''بیاضِ دل'' پسندیدہ ترین سلسلہ ہے۔ اس کا حصہ بننے کی بہت خواہش ہے۔ دیکھیے کب قسمت ساتھ دیتی ہے۔ اب سیدھی چھلانگ لگائی اپنے موسٹ فیورٹ ''اور کچھ خواب'' پر ارے نہیں نہیں...... ڈریے مت! اسے کچھ نہیں ہوا۔ ہم نے اس ''پر'' تھوڑی چھلانگ لگائی۔ عشنا جی ''دتسی گریٹ اااووو!!!'' معارج تغلق میرا سب سے فیورٹ کردار ہے۔ عشنا جی اتنا ٹھنڈا ٹھار بندہ۔ دل کرتا ہے اس کی طرح بننے کو۔ آپ کے ڈائیلاگز پڑھنے کے بعد اگلا شمارہ آنے تک بول بول کر کزنز کے کان کھا جاتی ہوں میں۔ لیکن ایک درخواست ہے آپ سے کہ ذرا لقافہ پارسا اور عدن کو ملا دیں اور انائیا کی الجھنوں میں بھی کمی کردیں پلیز۔ اور وہ دامیان، اس کے ساتھ انابیتا بہت ٹھیک کر رہی ہے۔ اس نے کتنا غلط اندازہ لگایا اس کے بارے میں۔ نازیہ کنول نازی جی صاعقہ کے ساتھ بہت برا ہوا۔ پلیز یہ دکھ لمبا نہیں ہونا چاہیے۔ نیا سلسلے وار ناول (بھیگی پلکوں پر) بہت مزے کا ہے اور عائشہ خان جی اس دفعہ صفحات بہت کم تھے۔ پڑھنا شروع ہی کیا کہ ختم ہو گیا۔ تھوڑا زیادہ لکھیں پلیز اور اس دفعہ کا ناول ''بجھ گئے دیپ سارے'' ایم جے صدا جی! بہت افسردہ کردیا آپ نے، بہت دکھ ہوا۔ اگر شاہ میر زندہ گھر لوٹتا تو اسے بہت خوشی ہوتی اپنی ایمان کو اپنی محبت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر۔ اور پھر ہم بھی خوش ہو جاتے ان دونوں کو خوش دیکھ کر۔ لیکن جیسے آپ کی مرضی۔ پلیز خط ضرور شائع کیجیے گا۔ چلیں جی اب ہم رخصت چاہتے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ پیارے آنچل! تو جیے ہزاروں سال۔ اللہ حافظ

شبانہ امین راجپوت...... کوٹ رادھا کشن۔ ڈیئر آپی السلام علیکم۔ جولائی کا آنچل ملا۔ ٹائٹل اے ون تھا۔ معمول کے مطابق ''سرگوشیاں'' پڑھیں۔ دل درد سے بھر گیا کیونکہ ملکی حالات بے حد خراب ہیں بالخصوص کراچی میں تو طوفان برپا ہے۔ اللہ تعالیٰ کراچی اور سارے ملک کو اپنی امان میں رکھے۔ (آمین) اقراء صغیر کے ناول ''بھیگی پلکوں پر'' کی قسط بہت اچھی تھی۔ باقی دونوں ناولز نے بھی اپنی انفرادیت برقرار رکھی۔ نازیہ جی! امامہ نے تو حد ہی کردی، یہ ہوش کے ناخن کب لے گی؟ سباس گل ''محبت چاندنی ہے'' افسانہ آپ نے کمال کا لکھا۔ واقعی قسمت کا لکھا ہی کام آتا ہے اور انسان کو اس کے حصے کی محبت ضرور ملتی ہے شرط یہ ہے کہ انسان اپنی تقدیر پر شاکر رہے۔ ''گھر ہونے تک'' پہ آخری قسط کے بعد ہی تبصرہ کروں گی۔ تہمینہ وسیم کا مکمل ناول ایک ہلکی پھلکی تحریر تھی جو کہ دل کو بھا گیا۔ ''بجھ گئے دیپ سارے'' پڑھ کر تو بے اختیار رونا آ گیا۔ ایم جے صدا کو چاہیے تھا کہ شاہ میر کو نہ مارتیں۔ میں نے تو بس ایک خیال ظاہر کیا ہے۔ ان کی تخلیق ہے، وہ بہتر جانتی ہیں۔ ویسے تحریر اچھی تھی۔ من کو بھا گئی۔ سارے سلسلے اچھے جا رہے ہیں۔ ''روحانی مسائل اور ان کا حل'' اور ''آنچل کے ہمراہ'' یعنی دونوں سلسلوں نے آنچل کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ میری طرف سے انا احب کو شادی کی بہت بہت مبارک اور ڈھیروں دعائیں قبول ہوں۔ ہمارا آنچل ہمیشہ فلک کی بلندیوں پر روشن ستارے کی طرح چمکتا رہے (آمین) رب راکھا۔ زندگی رہی تو اگلے ماہ ملاقات ہوگی۔

اقراء کنول...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف قارئین اور رائٹرز میری طرف سے سب کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ سب کو ادھر ادھر کر کے آئینہ خانہ میں خود کو دیکھنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ امید ہے مایوس نہیں کریں گی۔ آنچل میرا پسندیدہ رسالہ ہے اور بڑی منتوں کے بعد گیارہ تاریخ تک ملتا ہے۔ مابدولت کو جتنا آنچل سے عشق ہے۔ والدہ ماجدہ کو بلکہ سب گھر والوں کو اس سے اتنی ہی چڑ ہے۔ مدیحہ شاہ کا تعارف کبھی نہیں بھولے گا اور ہاں مجھے آپ سے دوستی کرنی ہے۔ نازیہ کنول نازی کا ناول بہت خوب صورت ہے۔ پلیز صاعقہ اور عباد کو جدا نہ کیجیے گا اور سمیرا جی نے بھی اپنے ناول کا اختتام بڑا زبردست کیا ہے۔ میری لکھائی بہت گندی ہے۔ اس کا اعتراف ہے لیکن کسی سے اس لیے نہیں لکھوایا کہ اگر نہ چھپا تو توہین ہوگی۔ اتنا ہی کافی ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپی جی اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں ہی نہ پھینک دیں۔ خدا حافظ۔

عفت مسعود...... خوشاب۔ پیارے آنچل کو میری طرف سے پرخلوص اور محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ یہ میرا آنچل میں پہلا خط

اور محبت نامہ ہے۔ مجھے آنچل بہت زیادہ پسند ہے۔ 2005 میں اپنے کالج میں دوست سے لے کر پڑھا اور ایسا چسکا لگا کہ آج تک دور نہیں ہوا۔ اب آتے ہیں اس شمارے کی طرف۔ گرمیوں میں سرخ رنگ کا ٹائٹل دیکھ کر آنکھوں کو بے پناہ ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ تعارف پڑھے۔ پھر کہانیاں تہمینہ وسیم کی تحریر مزا دے گئی، ہلکی پھلکی تحریر تھی۔ اقراء صغیر احمد کا ناول بڑا زبردست آغاز ہے۔ آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ عشنا کوثر سردار بڑے مشکل الفاظ استعمال کرتی ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ اولڈاز گولڈ کے نام سے پرانے آنچل سے ہر ماہ ایک کہانی شائع کیا کریں جب سے، جس مہینے سے آنچل شروع ہوا تھا یعنی اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا تھا۔ باقی تمام آنچل زبردست ہے۔ اللہ حافظ۔

ناصرہ جرال...... گجرات۔ السلام علیکم۔ تمام قارئین اور اسٹاف ممبرز۔ ایم بے صدا! رلا دیا آپ نے۔ میں نے سوچا بھی نہ تھا اختتام ایسا ہوگا۔ بہت دکھ ہوا۔ پہلے جب بھی میں کوئی ایسا ناول پڑھتی تھی تو مجھے زیادہ دکھ ہوتا تھا اور میں سوچتی تھی کہ کہانی کے اتنے خاص بندے کو رائٹرز کیوں مار دیتی ہیں۔ لیکن اب آس پاس ایسے واقعات دیکھے اور سنے ہیں کہ اب یہ حقیقت ہی لگتا ہے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' امید ہے بہترین جائے گا۔ عشنا جی کہاں سے لاتی ہیں آپ یہ الفاظ! ایک لفظ کے سو مفہوم ہیں آپ کے پاس۔ آپ نے اچھا کیا تھوڑا ہٹ کے لکھا یار! بہت دکھ ہیں زندگی میں اور اگر ناول بھی سارے دکھ بھرے ہوں تو ہمارا تو ویسے ہی کباڑا ہو جائے اور ہائے گجرات کی کڑیو! ایک اور گجراتی کڑی شامل ہو رہی ہے اور آخر میں سب پڑھنے والی بہنوں کے لیے دعا ہے کہ اللہ مجھے اور آپ سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق دے۔ بہت سخت دور ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھیں۔ اللہ نگہبان۔

یاسمین عندلیب...... شور کوٹ۔ السلام علیکم! پیارے قارئین اینڈ آنچل اسٹاف! آنچل 27 تاریخ کو ملا۔ بہت بے چینی سے آئینہ میں اپنا خط تلاش کیا مگر...... ''در جواب آں'' میں دیکھا تو نہیں سارے اتنی محبت سے ہر سلسلے کے لیے لکھا مگر...... کہیں بھی ہمیں شامل نہ کیا گیا۔ دو ماہ سے آئینہ میں ہمیں جگہ نہیں دی گئی کیوں جی؟ کون سی خطا ہوگئی ہم سے؟ چلیں چھوڑیں ہم نے تو یونہی پوچھ لیا تھا۔ شکوہ تھا کر دیا اب دل میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آنچل میں سلسلے وار ناول بھی اچھے جا رہے ہیں۔ ''اور کچھ خواب'' یار! یہ معارج تغلق آخر چیز کیا ہے۔ اس کی سمجھ نہیں آتی۔ کبھی شعلہ کبھی شبنم۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' نازیہ آپی پلیز ایس پی کو بچالیں۔ ابھی تو ڈی آئی جی بنا ہے اور......! ''بھیگی پلکوں پر'' اقراء جی پری اور طغرل کے ساتھ اچھا اچھا کیجیے گا۔ مکمل ناول ''تم سے ملنے کے بعد'' اچھا تھا۔ تہمینہ وسیم آپ کی پہلی بار آمد پر خوش آمدید دل سے۔ ''بجھ گئے دیپ سارے'' ناول ایم بے صدا اچھا تھا مگر اختتام پر دکھی ہو گئے۔ آپ نے تو واقعی سارے دیپ بجھا دیے کوئی ایک دیپ تو روشن رہنے دیتیں۔ چلیں میرا مقصد آپ کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے۔ بہر حال آپ نے اچھا لکھا۔ افسانے ''پہنچی کہاں پہ بہار'' ''محبت چاندنی ہے'' ''محبت ابر کی صورت'' سبھی اپنے اپنے انداز میں اچھے تھے۔ باقی جو نئے سلسلے شروع کیے ہیں وہ بھی قابل قدر ہیں۔ ''بیاض دل'' میں سب کے اشعار اچھے تھے۔ ''یادگار لمحے'' میں سبھی اچھی باتیں، مزاحیات، نظم سب سے بہت لطف اندوز ہوئے۔ باقی سبھی سلسلے بھی اچھے جا رہے ہیں بالخصوص ''نظمیں، غزلیں، آپ کی پسند'' خوش رہیں اور سب کو خوش رکھیں۔ چار دن کی زندگی ہے خدا کی امانت سمجھ کر ایمان داری سے ہنسی خوشی بسر کریں۔ خدا حافظ۔

طاہرہ غزل...... چتوئی۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے والیوں کو طاہرہ کی طرف سے آداب۔ اس کے بعد عرض کرتی ہوں کہ آنچل ہمیشہ کی طرح ملا۔ اس جھلستی دوپہر کو یہ ٹھنڈا احساس بن کر مجھ پر چھا گیا۔ سب سے پہلے اس کے ٹائٹل پر نگاہ پڑی تو دل خوش ہو گیا کیونکہ اس کے سرورق پر خوب صورت لڑکی اپنے تمام جلووں کے ساتھ مجھے دیکھ رہی تھی تو میں اس کو دیکھ کر مسکرا دی اور آگے کی طرف بڑھی۔ سب سے پہلے تو انکل کی ''سرگوشیاں'' سنیں جنہیں سن کر دکھ ہوا کیونکہ کراچی جو کہ روشنیوں کا شہر ہے۔ اب تاریکیوں میں بدلتا جا رہا ہے۔ میری تو صرف اتنی ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ملک کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین) اس کے بعد ہم جلدی سے آگے کی طرف بڑھے تو سارہ یہ وحید نے راستہ روک لیا۔ ارے بھئی جب تین کیوٹ سی لڑکیاں راستے میں کھڑی ہوں تو آگے کیسے بڑھا جا سکتا ہے۔ ان تینوں سے ملاقات کر کے دل خوش ہو گیا۔ بہت ہی خوب سارہ یہ، صدف اینڈ سمیرا تینوں ہی اچھی تھیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی اور راستہ روکتا میں جلدی سے سلسلے وار ناولوں کی طرف بڑھی۔ سب سے پہلے پڑھا ''اور کچھ خواب'' عشنا جی! آپ بہت ہی کمال کا لکھتی ہیں۔ آپ لفظوں کا بہتر استعمال کرنا جانتی ہیں، اس میں ''انابیہ بیگ'' کا کردار الجھا ہوا ہے کیونکہ اس نے اتنی سی بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا، کہیں ایسا تو نہیں وہ دامیان سے محبت کرنے لگی ہے۔ اس لیے اب اس سے بولنا بند کر دیا۔ نازیہ کنول کا ''پتھروں کی پلکوں پر'' اس میں سانول شاہ کو گولیاں لگنا اور شاہ زر کا ایک دم غصہ میں آجانا اور پھر بریرہ سے وہی پیار جتانا، شاہ

زرا چھا نہیں لگا اور سانول کو گولی لگنا بے چارہ اس نے تو ابھی تک کوئی اچھا کام بھی نہیں کیا تھا۔ اس لیے اس کو مرنے مت دینا۔ امامہ بالکل ہی پاگل ہے، کسی کے پیار میں نہیں دماغی طور سے ہی پاگل ہے۔ اتنا کچھ ارسلان نے اس کے ساتھ کر دیا اب بھی اس کا ساتھ چاہتی ہے۔ مجھے امامہ پر بہت غصہ آیا پر کیا کر سکتے تھے لیکن نازیہ جی آپ تو کر سکتی ہیں اس لیے امامہ اور شجاع کے رشتے کو کچھ نہ ہونے دینا۔ ''عائشہ خان'' واہ! آپ کے لیے یہی لفظ میرے منہ سے نکلنا ہی تھا۔ ''گھر ہونے تک'' بہت اچھی کہانی ہے، پڑھ کر مزا آیا۔ اس کے بعد آئینہ میں تشریف لے گئے تو نبیلا انجم، مدیحہ اشفاق، حفصہ بتول تصویر اعین کے تبصرے اچھے لگے۔ ''آپ کی پسند'' میں شگفتہ خان کی اور انعم چوہدری کی پسند مجھے پسند آئی اور ''رنگ غزل'' میں ''بس اک بار کہہ دونا'' مسز نگہت غفار کی غزل مجھے پسند آئی ہیں۔ اب اجازت دیجیے اس کے ساتھ کہ میرا آنا کیسا لگا۔ اللہ حافظ۔

راشدہ شریف چوہدری...... اوکاڑہ۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف اینڈ قارئین! امید کرتی ہوں کہ آپ سب لوگ اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ہوں گے۔ اس بار کا آنچل 27 کو مل گیا اور پہلی نظر سرورق پر ڈالی اور اتنا اچھا لگا کہ اس کی تعریف کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے۔ پھر سب سے پہلے ''سرگوشیاں'' پڑھی۔ بے شک مشتاق بھیا نے بالکل ٹھیک کہا کہ قاتل کو بھی پتا نہیں پتا کہ وہ کس کو کیوں مار رہا ہے؟ اور ایسے مشکل اور ٹینشن زدہ ماحول میں آنچل زبردست تفریح گھر بیٹھے ہی مہیا کرتا ہے۔ ''ہمارا آنچل'' میں تینوں بہنوں سے ملاقات کر کے بہت اچھا لگا اور پھر ملاپ میں آپ کا شادی والا سرپرائز بہت زبردست تھا۔ سلسلہ وار ناول میں سب سے پہلے اقراء جی کا ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا۔ اقراء جی آپ کے ناول کی اس بار کی قسط اچھی تھی اور آپ کی کہانی کے تمام کرداروں میں مجھے پری بہت اچھی لگتی ہے اور عادلہ بے حد بری لگتی ہے۔ نہ جانے اسے پری سے کیا دشمنی ہے۔ عشنا جی کے ناول کی قسط بھی بہت اچھی تھی لیکن یہ کیا! معارج کی زندگی کا ایک نیا رخ سامنے آگیا؟ اگلے ماہ کے شمارے کا بے صبری سے انتظار رہے گا اور میری جان نازی آپ! آپ کے ناول کی تو کیا ہی بات ہے مگر مجھے امامہ پر بہت غصہ آ رہا ہے اور اس نے ارسلان پر اندھا اعتبار کر کے شجاع کو زہر دے دیا؟ پلیز آپی شجاع کو کچھ مت کیجیے گا اور یہ کیا کیا آپ نے سانول شاہ کو کیوں مار دیا؟ خیر لکھنے والا زیادہ بہتر جانتا ہے۔ مکمل ناول اور بھی افسانے بہت اچھے تھے مگر ایم بے صدا کا ''بجھ گئے دیپ سارے'' تو اس بار آنچل کی جان تھی۔ بہت ہی زبردست لکھا آپ نے مگر کہانی کا اختتام پڑھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ ایمان حیدر کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں ہوا۔ (معذرت چاہتی ہوں اگر برا لگے تو!) بھی سلسلے اچھے تھے۔ لگتا ہے کہ خط کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا ہے اور ایسا نہ ہو کہ شہلا آپی اس کو ردی کی ٹوکری میں پھینک ڈالیں۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا۔ فی امان اللہ۔

شیبا سیال، آصفہ گل، ثناء سیال، نوشابہ ایس، الفت...... محراب پور۔ السلام علیکم ڈیئر آنچل اسٹاف اینڈ سویٹ سی آپی شمائل۔ ارے ارے آپی جان آپ تو ہمارے ناموں کو دیکھ کر ہی ڈر گئیں حالانکہ ابھی میں نے دو فرینڈز کے نام نہیں لکھے کیونکہ وہ اس وقت اللہ کے فضل و کرم سے یہاں موجود نہیں ہیں۔ آپی یہ ہمارا پہلا خط ہے۔ سنیں آج ہم پہلی بار کسی بھی ڈائجسٹ میں خط لکھ رہی ہیں حالانکہ اس سے پہلے دیگر ڈائجسٹ بھی پڑھتی رہی ہیں لیکن آنچل ہی وہ ڈائجسٹ ہے جس نے ہمیں خط لکھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ 2011ء یہ سال میرے لیے اس لیے بھی اچھا ثابت ہوا کہ اس سال آنچل کا ساتھ میرے ساتھ ہے۔ آنچل کا ہر سلسلہ قابل تعریف ہوتا ہے۔ ''حمد و نعت سے فیض یاب ہو کر'' ''قرآن پاک کی روشنی میں'' یہ تو جناب ہماری جان ہے کیونکہ ہم سب تجوید قرآن پاک سیکھ رہی ہیں۔ اب تو چھٹیاں ہیں لیکن چھٹیوں کے فوراً بعد جامعہ جوائن کرنا ہے۔ آنچل کی ہر رائٹر بہت خوب لکھتی ہے۔ نازیہ کنول نازی آپ کی کہانی کی تو کیا بات ہے۔ ''واہ سائیں! اقراء صغیر کا ناول بھی بہت اچھا چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب رائٹرز کے قلم میں روانی عطا فرمائے۔'' آمین'' اور آنچل کے کس کس سلسلے کی تعریف کریں کیوں کہ آنچل مکمل طور پر تعریف کے قابل ہے۔ آپی پلیز دل مت توڑیے گا ورنہ یہ جو پہلی بار ہم نے ہمت کی ہے۔ پھر کبھی نہ کر پائیں اور اگر یہ خط ردی کی ٹوکری کی زینت بن گیا تو یہ سب فرینڈز کو میرے سر پر سوار ہیں مجھے زندہ در گور کر دیں گے۔ اللہ سائیں آنچل کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور یوں ہی ہم سب کا اور آنچل کا ساتھ قائم رہے۔ آپ سب کے لیے پیارے پاکستان کے لیے ڈھیر ساری دعائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ ''آمین'' اللہ حافظ۔

شاہین گل خٹک...... میانوالی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ! حیران مت ہوں۔ اس بار آنچل خوش قسمتی سے یکم کو مل گیا۔ سرورق دل کو بھا گیا۔ ''ٹھاہ'' کر کے بہت خوب صورت بھئی۔ اور بغیر ایک لحظہ دیر کیے بغیر ''گھر ہونے تک'' عائشہ خان صد آفرین کیا زبردست لکھا ہے۔ بہت ٹاپ۔ باقی سب سوسو ناول تھے۔ ''یادگار لمحے'' میں انا شاہ زاد، عشنا اہل، نوشین عرفان نے دل جیت لیا۔ پلیز

Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

سلسلہ وار ناول پہ توجہ دیں۔ آنچل کی خوب صورتی انہی کے دم سے ہے۔ اگر آپ بہترین ہمراز اور اچھی دوست کی طلب گار ہیں تو میرے نام لکھیے۔ 14 اگست مبارک۔ اور اللہ حافظ۔

طیبہ نذیر...... شادیوال، گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی آنچل اسٹاف اور سب قاری بہنوں کو میری طرف سے خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ آنچل ہر بار کی طرح مجھے 22 تاریخ کو مل جاتا ہے۔ مزے کی بات بتاؤں! مجھے ہر دفعہ میرے پاپا آنچل لا کے دیتے ہیں۔ تعارف تینوں لڑکیوں کے اچھے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے ''بھیگی پلکوں پر'' طغرل کو پہلی نظر میں ہی پری سے محبت ہو جائے گی اور عشنا جی ناول کو تھوڑا سا فاسٹ کریں اور نازیہ جی! ارسلان تو بہت گھٹیا آدمی ہے اس کو بہت بری سزا ملنی چاہیے۔ ''بجھ گئے دیپ سارے'' نے تو ہمیں رلا دیا۔ ایم جے صدا جی آپ نے اختتام اچھا نہیں کیا۔ ''گھر ہونے تک'' عائشہ خان جی! زبردست جا رہا ہے۔ باقی افسانے بہت اچھے تھے۔ ''آپ کی پسند'' میں شگفتہ خان ٹاپ پر رہی اور ''یادگار لمحے'' میں انا شاہ زاد، دعا زاہد حسین ہاشمی، درخشاں بی، مریم جبیں اور فرزانہ اکرام کا انتخاب اچھا لگا اور ''آئینہ'' میں مدیحہ اشفاق، نبیلہ انجم، عقیلہ شمائل، مہوش ملک اور تصویر العین اور حفصہ بتول ان سب کا لمبا تبصرہ اچھا لگا اور ''دوست کا پیغام آئے'' میں ہم سب کی پری اماں شہزادی کے نام ''پیغام'' اچھا لگا۔ ''کام کی باتیں'' میں مسز ارم جاوید کا انتخاب اچھا لگا۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں ہما احمد کے سوالات اور پروین افضل شاہین کے کھٹے میٹھے سوالات اچھے لگے۔ اور ''بیوٹی گائیڈ'' بھی بہت پسند آیا۔ عشنا جی سے کہنا چاہوں گی کہ وہ اپنا تعارف آنچل میں بھیجیں اور ''ہم سے پوچھیے'' والی شمائلہ کاشف کا بھی تعارف شامل کیا جائے۔ میرے خیال سے اب آپ کافی بور ہو رہے ہوں گے۔ میں اب اجازت چاہتی ہوں۔ میری سب قاری بہنیں سدا خوش رہیں اور دوسروں کو بھی خوش رکھیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔ خدا حافظ۔

نجم انجم...... کراچی۔ السلام علیکم پیاری بہنو کیا حال ہے آپ سب کا۔ کیسا وقت گزر رہا ہے۔ اس مرتبہ آنچل جلدی مل گیا تھا سب بہنوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ سچ اپنا نام لکھا دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ہمارے آس پاس کے لوگوں نے بھی آنچل میں ہمارا نام پڑھ لیا اور ہمیں مبارک باد دی ہے۔ مابدولت اب کالر اٹھا کر چلتی ہوں۔ بڑی عزت ہو رہی ہے محلے میں ہماری۔ ہاں تو آنچل مل گیا۔ جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا ہم نے۔ واہ واہ مزا آ گیا۔ کہانیاں چھوڑ کر پیچھے کا حصہ پڑھنا بہت مزا آیا۔ تمام بہنوں سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ آنچل کی تمام دوستوں کو ہماری طرف سے رمضان کی آمد ایڈوانس مبارک ہو۔ ان بہنوں میں شہناز شازیہ سیال، حرمت ردا، اریبہ شاہ، طاہرہ غزل جتوئی، عطروبہ سکندر اوکاڑہ، نبیلہ خان مون، نازیہ کنول نازی، انا شاہ زاد، ان سب کو مبارک ہو۔ تعبیر جہاں جلال پور، میری ہم وطن اور مسز نگہت غفار کراچی۔ کیسی ہیں آپ سب آنچل کا ساتھ سلامت رہے۔ بقیہ ابھی پورا رسالہ نہیں پڑھا۔ میں نے سوچا پہلے خط روانہ کر دیں ورنہ پھر رہ جائے گا۔ آنچل کو اللہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ نازیہ جی ''پتھروں کی پلکوں پر'' خوب صورت ہے جسے ہم برسوں یاد رکھیں۔ بہنوں خوش رہو۔ شاد رہو۔ اس بہن کو ضرور یاد رکھنا اپنی دعاؤں میں۔ اب اجازت دیں کیونکہ آنچل پڑھنا بھی باقی ہے۔ زندگی رہی تو ضرور ملیں گے۔ نیک تمناؤں کے ساتھ خدا حافظ۔

زائمہ خٹک...... میانوالی۔ السلام علیکم! پیاری سی آپی جانی اینڈ آنچل اسٹاف۔ اس بار آنچل یکم تاریخ کو ہاتھ لگ ہی گیا اور دو گھنٹے کے اندر پڑھ لیا۔ (دیکھیے ہمارے شوق جنوں کو) خیر اب آتے ہیں سلسلہ وار ناولز کی طرف، سب سے پہلے ''بھیگی پلکوں پر'' پہنچے، اقراء جی آپ نے پہلی قسط کمال کی لکھی تھی لیکن اب دوسری سو سو تھی۔ ''اور کچھ خواب'' میں عشنا جی آپ معارج تغلق اور انانیا کو اب ٹھیک کر دیں۔ اب آتے ہیں ''پتھروں کی پلکوں پر'' کمال کر دیا نازی جی آپ نے تو، پلیز امامہ اور شجاع کو ایک کر دیں۔ اسے اچھی سی سزا دیں تاکہ اس کا دماغ ٹھکانے لگ جائے۔ (آئی مین ان جیسے تمام لوگوں کا)۔ ناول میں ''بجھ گئے دیپ سارے'' ٹاپ آف دی بیسٹ رہی۔ ویل ڈن ایم جے صدا۔ دل خوش کر دیا ہمارا اساس گل نے بھی ''محبت چاندنی ہے'' افسانہ لکھ کر۔ باقی سلسلوں میں ''یادگار لمحے'' میں انا شاہ زاد کے ''انمول موتی''، ''بیاض دل میں'' راشد شریف چوہدری اور شگفتہ خان۔ ''نظمیں، غزلیں'' جو سلسلہ ہے اس میں شازیہ چوہدری کی غزل ''ماں'' پسند آئی باقی تمام سلسلے بھی اچھے تھے۔ اگلے ماہ دوبارہ حاضر ہوں گی۔ ایک اچھے اور نئے تبصرے کے ساتھ اللہ حافظ۔

یاسمین کنول...... پسرور۔ السلام علیکم! جولائی کے شمارے میں ''تم سے ملنے کے بعد'' اور ''محبت چاندنی ہے'' بہترین تحریریں رہیں۔ باقی مستقل سلسلے اچھے ہیں۔ ''سرگوشیاں'' پڑھ کر آنکھیں نم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں اچھے برے کی تمیز بخشے۔ پاکستان کی حفاظت فرمائے کیونکہ پاکستان ہے تو ہم سب ہیں۔ (آمین ثم آمین) ستمبر کا آنچل عید نمبر ہوگا ظاہر ہے عید کے حوالے سے تحریریں بھجوائی جائیں گی۔ وہ تو رائٹر لوگ بھجوائیں گے۔ عام قارئین سے آپ نے کچھ نہیں مانگا خیر...... باقی باتیں

Digitized by Google

آئندہ، اجازت اللہ حافظ۔

(عام لوگوں کے لیے سروے اور دیگر سلسلے ہے نا!)

رانی اسلام...... گوجرانوالہ۔ تمام پڑھنے والوں کو میری طرف سے السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ آپ سب کیسے ہیں امید ہے کہ ٹھیک ہی ہوں گے۔ آپ سب کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہوں۔ میں آنچل اسٹاف سے بہت ناراض ہوں کیونکہ میں ہر ماہ خطوط لکھتی ہوں لیکن شائع ہی نہیں ہوتے۔ مجھے لگتا ہے کہ آپ مجھے بھول گئے ہیں اور آنچل میں لکھنے والے نئے نئے لوگوں کے خطوط شائع ہوتے ہیں جبکہ اسٹاف بہت عرصہ سے لکھنے والوں کو بھول چکا ہے۔ اچھا اب چلتے ہیں آنچل کی طرف۔ آنچل کیس تاریخ کو ہی مل گیا۔ ٹائٹل گرل بہت ہی خوب صورت تھی خصوصاً اس کی وہ براؤن براؤن آنکھیں بہت ہی پسند آئیں۔ سب سے پہلے ''حمد و نعت'' سے مستفید ہوئے۔ اس کے بعد ''در جواب آں'' کو پڑھا۔ ''ہمارا آنچل'' میں سب کا تعارف پسند آیا۔ ''آنچل کے ہمراہ'' نظل ہما اور شگفتہ خان کے جواب پسند آئے۔ سلسلہ وار ناول بے شک سب ہی بہت اچھے تھے اور اس کے بعد مکمل ناول، ناولٹ اور ناول بہت پسند آئے۔ افسانے بھی اچھے لگے۔ آنچل کی بات ہی کچھ اور ہے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں پروین افضل شاہین اور نوشین اقبال نوشی کی ڈشز پسند آئیں۔ اس کے بعد ''بیوٹی گائیڈ'' سے مستفید ہوئے۔ فریدہ خانم اور شازیہ چوہدری کی غزلیں پسند آئیں۔ ''بیاض دل'' میں رخسانہ قاسم وسیدہ جیا نقوی اور سحرش رانا کے اشعار پسند آئے۔ پلیز شہلا عامر جی میرا خط ضرور شائع کیجیے گا اور اس کو ردی کی ٹوکری سے بچایئے گا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے اور آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں (آمین)

صنم ناز...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم شہلا آپی، امید کرتی ہوں آپ ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ سلسلہ وار ناول تمام بہت اچھے تھے۔ ''آنچل کے ہمراہ'' میں سب ہی اس کے ہمراہ اچھی لگ رہیں تھیں اور شاہ ارتج ایک بات کہوں آپ کی اگر آنچل کے ذریعے کوئی دوست نہیں ہے تو مجھے اپنی دوست بنا لیں۔ مجھے قلمی دوستی کا بہت شوق ہے۔ تہمینہ وسیم کی کاوش اچھی تھی۔ ایم جے صدا کا ناول ''بجھ گئے دیپ سارے'' از دا بیسٹ۔ ایم جے صدا جی آپ نے بہت بہت اچھا لکھا۔ آپ کی پہلی تحریر ہی دل کو بھا گئی۔ پڑھ کر بے اختیار آنسو آ گئے۔ ''بیاض دل'' میں کنیز فاطمہ، سعدیہ اجمل، اسماء عطاریہ، نائیلہ اشفاق، دیا علی، سائرہ لنگڑیال کا انتخاب اچھا تھا۔ ''یادگار لمحے'' میں رانی اسلام، درخشاں بی، نوشین عمران نے اچھا انتخاب کیا۔ آپ کی پسند میں زاہدہ ملک، دعا نور، شگفتہ خان کی پسند لاجواب تھی اور انا شاہ زاد آپ کو شادی مبارک ہو، عطروبہ آپ کہاں ہو؟

ثناء شفیق...... تاجلہ۔ السلام علیکم تمام قارئین، رائٹرز اور آنچل اسٹاف! کیا حال ہے، کیسے ہیں آپ سب؟ اس ماہ آنچل بہت دیر سے ملا۔ مجھے ویسے 25 یا 26 کو مل جاتا تھا لیکن اس دفعہ 5 جولائی کو ملا۔ سب سلسلوں کو دیکھا۔ کسی میں بھی اپنا نام نہ پایا، کچھ بھی شائع نہ ہوا تھا اس دفعہ۔ خیر سب سے پہلے ''پتھروں کی پلکوں پر'' کو کھولا ہمیشہ کی طرح یہ قسط بھی زبردست رہی لیکن یہ کیا! اتنا کم......؟ پورا مہینہ انتظار کر کر کے یہ چند صفحات۔ نازی جی کچھ تو خیال کریں ہمارا۔ امامہ بہت بے حس ہو گئی ہے، پلیز اس کی آنکھیں کھول دیں اور شجاع کو مت ماریں پلیز پلیز۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا کوثر نے بھی بہت زبردست لکھا۔ آپ کی تو بات ہی اور ہے لیکن انانیا کو اب ٹھیک کر ہی دیں۔ پارسا اور یلماز کے تعلق کو مزید واضح کریں۔ انانیا بالکل بھی ٹھیک نہیں کر رہی داماں کے ساتھ۔ ایک چھوٹی سی بات پر اتنا غصہ کہ برسوں کا تعلق ہی ختم کر دیا جائے۔ اس کا یہ ردعمل تو کچھ اور ہی ظاہر کر رہا ہے۔ ''بھیگی پلکوں پر'' میں پری کا کردار زبردست ہے اختتام پڑھ کر تو بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی۔ تہمینہ وسیم نے بھی ہلکا پھلکا لکھا مزاح سے بھرپور۔ ویل ڈن تہمینہ! آئندہ بھی ایسی ہی تحریریں لاتی رہیے گا جو چہرے پر مسکان بکھیر دیں۔ باقی آنچل ابھی نہیں پڑھا۔ اجازت دیجیے، زندگی رہی تو اگلے ماہ ملاقات ہوگی۔

آخر میں وہ خطوط جو شائع ہونے سے رہ گئے۔

ثناء وقار، لاہور۔ شگفتہ کوثر، بہاولپور۔ صنم ناز، گوجرانوالہ۔ طیبہ نذیر، گجرات۔ بشریٰ ملک، فیصل آباد۔ ارم خان، مقام نامعلوم۔ نینا شاہ، عارف والہ۔ ثمر زارا، خانیوال۔ نادیہ یوسف اعوان، جھنگ۔ سنبل مشکور، مانسہرہ۔ مونا، فریحہ بشیر، شاہ تکڑ۔ فرح شفیق، ثوبیہ شفیق، سرگودھا۔ پروین افضل شاہین، بہاولنگر۔ مقدس رباب، چکوال۔ اقرا ایمان، ساہیوال۔ فاطمہ عاشی، جھنگ۔ عصمت اقبال عین، منگلا ڈیم۔ نجم انجم، کراچی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

دوستی کا پیغام آئے

ہما احمد
dkp@aanchal.com.pk

بادِ صبا کے جھونکوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آنچل فرینڈز؟ اللہ آپ سب کو بہت ساری خوشیاں عطا کرے اور ہمارے ملک کو ہنستا بستا گلشن بنائے' آمین۔ سب سے پہلے تو زرتاشیہ تم کو اس دنیا میں آمد مبارک ہو۔ (اگرچہ کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تم نے)۔ عطروبہ تمہیں بھی تمہاری سالگرہ پر دعاؤں کا تحفہ دے رہی ہوں۔ تم کیک کھا کے اس کا ذائقہ میرے لیے Donate کر دینا (کچھ صحت بن جائے گی میری) ویسے کتنے سال کی ہوگئی ہو؟ چلو کان میں ہی بتادو۔ نوشی 27 جولائی کو سالگرہ مبارک۔ اُم کلثوم اور پروین تم دونوں کے لیے نیک دعائیں عالیہ اور بی اے اور ایم اے کے پیپرز کے نتائج کے لیے۔ اب باری ہے رقیہ' غزالہ کی تو جناب ہم تو ایک ہی کشتی کے سوار ہیں نا! ڈوبے تو اکٹھے ہی ڈوبیں گے (اللہ نہ کرے) تو میری بہت ساری دعائیں ہم جیسے بے چارے طالب علم کے لیے جنہوں نے دو دو طرف پڑھائی شروع کر رکھی ہے۔ اللہ ہمیں فرسٹ ڈویژن میں ایم اے پاس کرائے۔ (آپ سب بھی آمین کہیں ورنہ غزالہ مجھے نہیں چھوڑے گی کہ کہا تھا نا' کہ کمپوزٹ ایڈمیشن بھیج ایم اے کا' اپنے ساتھ میرا بھی پھٹا بٹھادیا)۔ سمیعہ' ہادیہ' عطروبہ' فرح اور غزل تم سب کے پیپرز کے لیے بھی نیک تمنائیں۔ واصف میری دلی دعا اور پُرشدت خواہش ہے کہ تمہارا ایڈمیشن آرمی میڈیکل کالج میں ہوجائے' آمین۔ اب آئی ہوں حمیرا اکبر اور زوبی رانا کی طرف! حمیرا اتنی تعریف کس سے سن لی آپ نے میری؟ بہرحال مجھے آپ کی دوستی قبول ہے۔ آپ کسی بھی فرینڈ سے میرا نمبر لے کے رابطہ کرو۔ زوبی آپ کو فیصل آباد کی لڑکی سے دوستی کرنا ہے تو ظل ہما حاضر ہے مگر یہ فیصل آباد اور ننکانہ کی قید کیوں؟ انا احب آپ فیصل آباد میں کس جگہ رہتی ہیں؟ مجھے لگتا ہے میں آپ کو جانتی ہوں کہیں آپ P.M.C کی رہائشی تو نہیں؟ ضرور بتائیے گا۔ کرن شاہ تم شادی انجوائے کرو مگر میرے پیپرز کے لیے دعا کرنا نہ بھولنا اور ہادیہ تم بیمار کم ہوا کرو پلیز۔ سمیعہ! امید کو اپنے اندر مرنے مت دینا۔ سمیرا شریف' سلمیٰ گل اور سباس گل کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ پلیز ایک مرتبہ میرے پیپرز کے لیے خلوصِ دل سے دعا کر دیجیے اور خلوص کی دولت سمیٹ کر اللہ حافظ کہہ دیجیے۔

دعاؤں کی طالب۔

ظل ہما..... فیصل آباد

ایک بے پروا دوست کے نام

سنو! زندگی میں خوب صورتی کے احساس کا اصل نام محبت ہے۔ اگر یہ انمول جذبہ تمہارے دل کا مکین ہے تو تم سے بڑھ کر میرا اس دنیا میں کوئی نہیں مگر ہاں کسی رنجش کے نتیجے میں اس جذبے کو خود سے دور مت کر دینا اور نہ ہی اس سے وابستہ ہستی کو کسی مجبوری کے تحت کھونا ورنہ زندگی تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گی کیونکہ محبت زندگی کا اک اٹوٹ حصہ ہے۔ دنیا کی بھیڑ میں خود کو مصروف کر کے اگر آج تم نے اس جذبے سے منہ موڑا تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ زندگی اپنے اس اہم ترین حصے کے الگ کر دینے کا بدلہ تم سے ضرور لے گی اور تب.....؟ محبت تم سے دوست بہت دور آسمان کی وسعتوں میں ستاروں کے درمیان کھڑی تمہاری بے بسی اور تنہائی کا تماشا دیکھے گی۔ تم نے اس تک پہنچنے کی کوشش کی بھی تو تمہارا کمزور وجود لڑکھڑا کر رہ جائے گا اور تب کوئی اپنا تمہارا اپنا نہیں ہوگا اور تب شاید میرے یہ چند بے مول جملے بھی تمہارے لیے پچھتاوے کا ایک ثبوت ٹھہریں۔ بہتر ہوگا انہیں آنے والے وقت کے لیے سنبھال کر رکھنے کی بجائے اپنے آج میں شامل کرلو' زندگی اچھی گزر جائے گی۔

شہناز شانزے سیال..... خانیوال

ایف ایم 101 اسلام آباد کے ذیشان چوہدری کے نام

السلام علیکم! امید ہے بھائی خیریت سے ہوں گے' جب سے آپ ہمارے پاس سے ہوکر گئے ہیں آپ نے

Digitized by Google

رابطہ نہیں کیا۔ سوچا آنچل کے ذریعے ہی آپ سے رابطہ کروں۔ خدا کرے آپ کی زندگی میں ہزاروں خوشی کے لمحات آئیں۔ آمنہ' مریم' علینہ' رابعہ سب آپ کو بہت یاد کرتی ہیں اور سالگرہ کی مبارک باد دے رہی ہیں' والسلام۔

ساجدہ زید..... ویروالہ' چیمہ

آنچل اوڑھنے اور پڑھنے والیوں کے نام

السلام علیکم! جناب کیسی ہیں آپ سب؟ نازیہ کنول نازی' الی جبہ شانزے' عطروبہ سکندر' بے مروت' بشریٰ باجوہ بہت شکریہ دوستی کے لیے۔ میں نے بہت سی بہنوں کو دعوت دی لیکن صرف تم نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور سناؤ کیسی ہو؟ اور کیا گزر رہی ہے آج کل؟ تمہارا سیل نمبر کیسے مل سکتا ہے جناب؟ اس کے علاوہ رومان ملک آپ یہ تو بتاؤ جناب کہ آپ کون سے 'ملک' سے ہو' ہمارے والے تو نہیں؟ انا احب آپ نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی نازیہ کنول نازی نے جواب دیا' کیا ساری دنیا آپ کے کندھوں پر چلتی ہے؟ مجھے پتا ہے سب ہی مصروف ہوتے ہیں لیکن کم از کم ایک بار تو جواب دے ہی دیا کریں۔ غزالہ جلیل راؤ' زوبی رانا' سائرہ مشتاق' عشنا کوثر سردار' سمیرا شریف طور' کیا حال ہیں آپ سب کے؟ میں آپ تمام لوگوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ برائے مہربانی جواب ضرور دیجیے گا۔ مجھے آپ سب کے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا۔ آپ سب کی دعاؤں کی طلب گار۔

زاہدہ ملک..... دیپالپور

میری پیاری ''نورِ صبا'' کے نام

السلام علیکم! جان سے پیاری نور! کیسی ہو آپ؟ امید کرتا ہوں تم خیریت سے ہو۔ میری دعا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔ میں نے سوچا چلو اس بار تمہیں کچھ نئے انداز میں یاد دلایا جائے اور تمہیں مبارک باد دی جائے کہ تمہاری سالگرہ تھی۔ دیکھو یاد ہے ہمیں! ''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو میری پیاری نور!'' اللہ آپ کو ہزار خوشیاں دیکھنا نصیب کرے اور (دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی توفیق دے' ہاہاہا)۔ (سوری تھوڑا دیر سے وش کیا' کیوں کیا یہ آپ کو پتا ہوگا)۔ اب رمضان کی تیاری کرو' کم کھانا' بہت موٹی ہو رہی ہو۔ کیسا لگا ہمارا یہ انداز آپ کو؟ اچھا ہی لگا ہوگا' ہمارا کچھ کرنا آپ کو بُرا لگ ہی نہیں سکتا۔ آپ کو دل و جان سے چاہنے والا آپ کا اپنا کوئی خاص۔

(زین الدین (شانی)..... کراچی)

جان سے پیارے بلو کے نام

امید کرتی ہوں تم سب خیریت کے ساتھ ہوں گے۔ سوچا کیوں نہ آنچل کے ذریعے وش کروں۔ امبر' دیا' موٹو کو بہت بہت پیار دینا۔ کہنا تمہاری آنی تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔ امی کو تنگ نہ کیا کرو' ابو کا کہنا مانا کرو۔ میری دعا ہے کہ تمہاری زندگی میں اتنی خوشیاں ہوں جتنے آسمان پر تارے' زمین پر مٹی کے ذرے اور سمندر میں پانی کی قطرے ہیں' بلکہ اس سے زیادہ تمہاری زندگی میں بہاریں ہوں' پڑھائی میں دل لگا کر محنت کرو آخر میں امی اور ابو کو سلام دینا۔

مسکراتی سدا تیری حیات رہے
تیرے قدموں میں ساری کائنات رہے
کبھی غم نہ آئے زندگی میں تیری
خوشی اور تیرا عمر بھر کا ساتھ رہے

فقط تمہاری آپی اور جانم۔

رملہ ایمل..... جہلم

پیاری دوست فائزہ اور عاصمہ کے نام

السلام علیکم! پیاری فائزہ کیسی ہو؟ شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ فائزہ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ہم یونہی اکٹھی رخصت ہوجائیں گی۔ پیا دیس صرف 23 دنوں کے بعد' کتنا اتفاق ہے کہ دونوں اکٹھی اُدھر بھی تھیں' گاؤں میں' اب جہلم میں بھی اکٹھی ہیں۔ وقاص بھائی خیال تو رکھتے ہیں نا! باقی سسرال والے ٹھیک ٹھاک ہیں' اچھے سے دل لگانا میری بہنا! اب وہی ہمارے گھر ہیں' میں بھی کوشش کروں گی (پکا دل لگانے کی)۔ ویسے آپس کی بات ہے چاہنے والا ہم سفر ملے تو زندگی خوش گوار ہوجاتی ہے اور..... عاصمہ تمہیں بھی شادی مبارک ہو' جب دل گھبرا جائے تو میرے پاس آجانا میں جب چاہوں گی تمہارے گھر آجایا کروں گی۔ باقی وہاب بھائی کو بھی مبارک باد دینا' باقی سب کو سلام اور بتانا کہ پڑھ کر

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کیسا لگا۔

نوشین عرفان...... نیورا جو پنڈی باغاں

پیاری طاہرہ ملک کے نام

طاہرہ کدھر ہو؟ آج کل میں تمہیں بہت یاد کررہی ہوں' پلیز آجاؤ مجھے پہچانا نہیں یار! پہچانو گی بھی کیسے میں تمہاری بالکل نئی دوست ہوں اگر دوستی قبول ہے تو آجاؤ۔ اگلے ماہ میرے نام پیغام لکھو۔ حجاب عطروبہ' رضوانہ' عائشہ ملک' رابعہ اکرم' کرن وفا' سائرہ' اقصیٰ' ماہ نور' امائمہ شاہ اور نازیہ کنول نازی آپ کا کیا حال ہے؟

الفت زہرہ...... ہراج

مہوش ناز میمن اور ڈاکٹر کومل ستار کے نام

السلام علیکم فرینڈز! کیا حال ہیں؟ مہوش ناز آپ کے خط کا جواب ہے یہ' خاص طور پر مجھے آپ کی دوستی قبول ہے اور ڈاکٹر کومل آپ کی بھی...... آپ کے نام میں نے پہلے بھی لکھا تھا لیکن شائع نہ ہوا' کوئی بات نہیں تو پھر بڑھائیے دونوں دوستی کا ہاتھ (ہاں ایسے)۔ او کے فرینڈز اپنا خیال رکھیے گا اور آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ جواب ضرور دینا' فی امان اللہ۔

ثناء شفیق...... تاجک (اٹک)

چند اپنوں کے نام جو مجھے بھلا گئے

جن کی اب صدا بھی نہیں آتی میرے نام' جو دعاؤں میں تو شاید یاد رکھتے ہیں مگر دل سے بھلا چکے ہیں۔ وہ شخص جس کی یادوں کے قافلے لے کر چلے تھے ہم ساحل پر آنے والے طوفانوں نے لشکر ہی پورا ڈبو دیا

شمع آپی! آپ تو ایسے روٹھیں جیسے زندگی سے کوئی روٹھ کر چلا جائے۔ بس ایک ہی شکایت ہے زندگی تو پہلے بھی کوئی اتنی بہتر نہ تھی ایک آپ کے دم سے تھی' اب وہ بھی نہیں رہی۔ میرے بابا اب اس دنیا میں نہیں رہے سو اپنی زندگی پر بھروسا بھی ایک عرصہ بعد آیا' لوگوں نے بھی اس کا احساس کچھ تلخ لفظوں میں دلا دیا۔ سپاس گل جی! تمہارے نام سے تو آنکھوں میں جگنوں دل میں آس کا دیا جلتا ہے کہ کوئی ہے جو ہمارے لیے دعا کرتا ہے' اب اس سے زیادہ کیا کہوں۔ سوہنی! آپ دل میں رہتے ہو۔ کرن شہزادی! آپ کی دوستی کی چاہ ہمیں قبول ہے۔ لیجیے ہم آپ کے دوست ہوئے' اب بٹھائیں سر آنکھوں پر۔ رخسانہ اقبال جی! یہ کیا لکھا آپ نے' زندگی سے منہ کوئی ایسے تھوڑی موڑتا ہے یہ تو اپنا پورا تاوان وصول کرتی ہے نہ جانے کون کون سے روپ بدل کر سامنے آتی ہے۔ سمیرا شریف طور جی! ناول کی کامیابی پر ڈھیروں مبارک باد لیکن قارئین کے نام پیغام پر آپ نے رُلا دیا۔ خدا آپ کو وہ سب عطا کرے جس کی آپ کو رب تعالیٰ سے امید ہے (آمین)۔ فرحت آنٹی اور فریدہ جاوید فری' عکاشہ اور دوسری فرینڈز جو جگہ کی کمی کے باعث نہیں لکھ سکتی' ڈھیر ساری دعائیں کہ اب آپ سے کیا کہوں؟

دھڑکن بلوچ...... مقام نامعلوم

ڈیئر سائرہ لنگڑیال کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں تم بالکل خیریت سے ہوگی۔ تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے دوستی کے قابل سمجھا۔ مجھے تمہاری دوستی قبول ہے۔ ابھی میرے پیپر ہونے والے ہیں' دعا کرنا اچھے ہوجائیں۔ جب فارغ ہوجاؤں گی تو ان شاء اللہ جلد ہی تم سے رابطہ کروں گی' دعا گو۔

درخشاں بی...... چونالہ

آنچل کی قاری بہنوں کے نام

السلام علیکم! پیاری بہنو! آپ سب کیسی ہو؟ مجھے آپ سب بہت پسند ہو۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ سمیرا شریف طور' عطروبہ سکندر' کرن شہزادی اور سحر بہت اچھی ہیں۔ ادارہ سے گزارش ہے کہ میرا یہ پہلا خط ضرور شائع کریں۔ شاید بے ربط ہو لیکن یہ پہلی کوشش ہے' دعاؤں کی طالب۔

عالیہ شاہ...... اٹک' جدالیہ

اپنی لاڈو اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! میری لاڈو رانی اور پیاری فرینڈز! میری لاڈی آپ کیسی ہو؟ دیکھو آج تیری تانی بن کے سب کے سامنے آئی ہوں اور لاڈی یہ اس وقت ہو رہا ہے جب

...... پھر بھی آپ خوش تو ہو مجھے آپ کی خوشی ہی چاہیے'

کبھی کبھی بنا جرم اور قصور کے بھی ہمیں سزا سنا دی جاتی ہے' جو پاکستان اور پاکستان کے لوگوں کی فطرت میں ہے۔ اس بات کی سوری نہیں بولوں گی کسی سے بھی۔ باقی نادیہ'

اریبہ شاہ' عفت' حمیرا اور مریم آپ سب کیسی ہو؟ آپ سب سے دوستی کرنا بہت اچھا لگا ہے' آپ سب بہت اچھی ہو۔ کیا آپ سب نے پہچانا نہیں؟ ارے یہ میں ہوں ''تسنیم چوہدری'' بس اپنی لاڈی کا دیا ہوا نام اور یہ کہ میں آئندہ اس تانی کے نام سے لکھوں تو نئے نام کے ساتھ آپ سب کے سامنے ہوں۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔

تانی چوہدری...... آکسفورڈ یو کے

آنچل کے خوب صورت دل والوں کے نام

فرینڈز کی محفل میں ایک اور چاند کی آمد' میں نے پہلے بھی آپ سب کے نام بہت سے پیغام بھیجے لیکن وہ راستے میں کوئی اور لے اڑا۔ زمین نگل گئی کہ آسمان کھا گیا۔ اک مخلص اور پیار بھرا دل رکھنے والی دوست کی قیمت' صرف اک مسکراہٹ اور آپ کا محبت بھرا پیغام تو قلم اٹھائیے اور جلدی سے بتائیے۔ آپ سب مجھ سے دوستی کریں گی' میں منتظر رہوں گی۔ تھرڈ ائر میں اے گریڈ پر مبارک باد تو دیجیے اور مٹھائی کھائیے (خوابوں میں)۔ ان کو دیکھیں الن جانی سی' پگلی سی دیوانی سی' جانے وہ کیسی ہوگی رے! یہ تو آپ کا محبت نامہ بتائے گا۔ ہر ماہ آپ سب سے ملاقات ہوتی ہے۔ ثمینہ عزیز' مقدس رباب' نجم انجم' انا احب' سائرہ مشتاق' عطروبہ سکندر تم سب بہت اچھی ہو۔ ارے رمشا ناز میمن (حیدرآباد) آپ کی دوستی ہمیں قبول ہے۔ آپ جواب ضرور دینا۔ تم ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتی (رخسانہ اقبال' خوشاب) ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں' پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہوتے ہیں۔ ہم اپنی اچھی سی' کیوٹ سی فرینڈ کو مرنے نہیں دیں گے۔ شگفتہ خان ٹونی ''کیا مکس مسالا'' لکھا ہے۔ ارے سنبل تمہیں تو میں بہت یاد کرتی ہوں' اب فی امان اللہ (پاتحہ دے شا) ویندی پئیں ایاں یار!

شاہین گل خٹک...... میانوالی' مسلم کالونی

سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم سمیرا جی! آج میں آپ کے ناول کو نہیں بلکہ آپ کو ڈسکس کرنا چاہتی ہوں۔ ناول کا تو بہرحال بہت اچھا اختتام تھا' توقع سے بھی بڑھ کر۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں آپ اتنی اداس کیوں تھیں؟ جانے کیوں ''قارئین کے نام'' جو آپ نے لکھا تھا پڑھ کر آنسو چھلک پڑے' آپ نے یہ کیوں کہا کہ میں آخری بار لکھ رہی ہوں۔ آپ کو معلوم نہیں میں آپ کو کتنا پسند کرتی ہوں۔ پلیز آئندہ ایسا مت کہیے گا۔ مجھے آپ کی تحریر اور آپ کی شخصیت بہت متاثر کرتی ہے۔ کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ میں سیکنڈ ائر کی طالبہ ہوں۔ مشاغل میرے صرف آنچل پڑھنا اور اداس لوگوں کو ہنسانا اور بے وفا لوگوں پر طنز کرنا ہے (چلیں شکر آپ مسکرائیں تو) امید ہے کہ آپ مجھے خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گی۔ آنچل کے ذریعے مجھ سے رابطہ کریں گی۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

زندگی سے پیاری سحر کے نام

السلام علیکم! پیاری سحر کیسی ہو تم؟ سب سے پہلے تمہارا بہت بہت شکریہ گفٹ کے لیے اور خاص طور پر جو تم میرے لیے آئیں' یقین جانو مجھے یقین ہی نہیں تھا کہ تم آؤ گی وجہ تمہارا غصہ اور ناراضگی تھی...... یار میں اور میرا پیار آج بھی تمہارے لیے وہی ہے' بالکل بھی نہیں بدلا ہے۔ آج بھی میری زندگی میں سب سے زیدہ اہمیت اور مقام تم رکھتی ہو۔ اگر کوئی کہے میری خوشی کیا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ انمول موتی تم ہو' میری خوشی' میری دوست' میری بہت کچھ...... تمہاری چپ' اداسی میری بے چینیاں بڑھا دیتی ہے۔ اس خط کے ذریعے جو بات تم کو کہنا چاہتی ہوں کہ مجھ کو چپ کی مار مت مارا کرو' دل کھول کر بولا کرو جو کچھ بھی ہو؟ تیری چپ میرا سکون' قرار' چھین لیتی ہے یار...... ہمیشہ خوش رہو' اپنا بہت سا خیال رکھنا' دعاؤں میں یاد رکھنا' اس پاگل سی دوست کو' اللہ حافظ۔

نامعلوم...... گوجرانوالہ

رخسانہ اقبال' طاہرہ غزل' اریبہ شاہ' غزل ملک اور رمشا ناز کے نام

السلام علیکم! ڈیئر فرینڈز آنکھیں نارمل رکھیے۔ میں ہوں جناب! آپ کی لولی شولی فرینڈ ''غزل ناز''۔ سوئٹ رخسانہ اقبال! خوش رہا کرو یار! اداسی کو بائے بائے کرو اور اب سے ہر مہینے اپنی غزل کا انتظار کرنا اور جناب

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

طاہرہ غزل اور اریبہ شاہ! آپ کی تو بات ہی اور ہے۔ آپ کی باتیں تو دل پہ لگتی ہیں۔ غزل ملک سچ بتایئے آج کل آنچل سے رابطہ کم کیوں ہوگیا ہے؟ رمشا ناز! اب مت کہنا کہ آپ کی کوئی فرینڈ نہیں ہے' سمجھیں! اب جلدی سے قلم اٹھاؤ اور ٹھنڈی ٹھنڈی باتیں کرو کیونکہ کراچی میں گرمی بہت جلدی آتی ہے۔ ''ہما احمد'' پہلی بار آنچل میں کسی کو دوست بنانے کے لیے خط لکھا ہے پلیز پلیز پلیز شائع ضرور کیجیے گا۔ سوڈیئر فرینڈز! میں نے تو آپ سب سے دوستی کرلی اب آپ کو کرنی ہی پڑے گی اور بھی اگر کوئی رابطہ کرنا چاہے تو خوش آمدید۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اجازت چاہتی ہوں' آپ کی اپنی۔

غزل ناز......کراچی

نازیہ کنول نازی اور انا احب کے نام

سویٹ نازیہ آپی! کیسی ہیں آپ؟ خدا آپ کو خوش و خرم رکھے پلیز مجھ سے رابطہ کریں اور انا احب نہ جانے مجھے کیوں لگتا ہے کہ میں آپ کو جانتی ہوں پلیز بتایئے گا۔ آئندہ دوست کے پیغام میں کہ آپ نے میٹرک منصورہ آباد' ایم سی گرلز ہائی اسکول سے کیا ہے؟ آپ اے سیکشن میں تھیں شاید' پلیز ضرور بتایئے گا۔ بے شک یہ بہت پہلے کی بات ہے لیکن پلیز سچ بتایئے گا بُرا لگے تو معذرت اور باقی آنچل کی سب قارئین کو سلام' فی امان اللہ۔

سیدہ شاہد......مقام نامعلوم

فرح طاہر اور باقی آنچل ریڈر کے نام

فرح جی سلام! کیسی ہیں؟ یار! آپ کا سیل نمبر کیوں بند رہتا ہے؟ اور نوشین اقبال نوشی جی! کیا آپ بشریٰ اقبال کی بہن ہیں؟ میں آنچل کی تمام ریڈرز سے گزارش کرتی ہوں کہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے دوستیاں کرنے اور نبھانے کا بہت شوق ہے اور دوستی کی بنیاد سچائی اور خلوص پر رکھتی ہوں۔ امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گی۔ نوشین جی! اگر آپ بشریٰ اقبال کی بہن ہیں تو اسے میری طرف سے خلوص بھرا سلام!

طیبہ طاہر......گاؤں صبور' گجرات

پیاری دوست حجاب' لاہور کے نام

السلام علیکم! حجاب کیسی ہو؟ یقیناً بہت پیاری ہوں گی' میری طرح۔ اب تو کوئی ٹینشن نہیں کیونکہ تمہارے امتحانات ختم ہوگئے ہیں۔ کیسے ہوئے تمہارے پرچے؟ یقیناً زبردست ہوئے ہوں گے اور ان شاء اللہ فرسٹ آؤ گی۔ (میرے لیے بھی یہی دعا کرو فوراً آنکھیں بند کرکے) اور آنٹی وغیرہ کیسی ہیں؟ مجھے ناول ابھی تک نہیں ملے تھے' تو صبر کرلیتی مگر اب آئے پڑے ہیں تو صبر نہیں آتا۔ تمہارے ایس ایم ایس بڑے زبردست ہوتے ہیں' کرتی رہا کرو اور مہوش کنول مشی (جنڈانوالہ) تمہارا کیا حال ہے؟ تم بھی ہر ٹینشن سے فارغ ہوگئی ہو' تمہارے امتحانات بھی ہوگئے ہیں نا! مشی! میں نے بڑا انتظار کیا تھا' کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا ہر جگہ پتا کروایا' جی چاہتا ہے تمہارا ہاتھ چوم لوں' جن مبارک ہاتھوں سے تم نے مجھے ''بار وفا'' ناول دیا ہے۔ تمہارا بہت بہت شکریہ مشی! اور مجھے تم پر فخر ہے۔ (تمہارے لیے بھی حجاب جی!) صدا خوش رہو۔ اللہ آپ کی خواہشوں کو پورا کرے' آمین' تمہاری دوست۔

سمیرا کاجل صدیقی......جنڈانوالہ

پیاری دوستوں اور آفریدی بھیا کے نام

السلام علیکم! پیاری پیاری دوستو! سناؤ کیا حال چال ہیں؟ تم سب حیران ہوں گی' یہ کون ہے؟ تو دوستو میں تم لوگوں کی دوست میں نے سوچا کیوں نہ اس دفعہ آنچل کے ذریعے مخاطب کروں' اس لیے پیاری پیاری دوستو اور کزنز' شبانہ' اقراء' فائق' عابدہ' فوزین' نہلہ' صائمہ' بشریٰ' نیلم' سدرہ' میمونہ تم سب کو سلام اور بے وفاؤ کبھی یاد کرلیا کرو اور پیارے بھیا آفریدی! آپ نے کیوں استعفیٰ دے دیا ہے' بھیا میں آپ کی بہت پرستار ہوں' میں صرف آپ کی خاطر میچ دیکھتی تھی اور آپ کو دیکھ کر کھیلتی بھی تھی' اس لیے پلیز پلیز بھیا پلیز بھیا واپس آجائیں۔ آپ کے جانے سے پورا پاکستان اداس ہے' پلیز بھیا آجائیں ٹیم میں واپس اور اللہ تعالیٰ آپ کے والد کو صحت کاملہ عطا فرمائے' آمین۔

میوی شاہ......گرین لینڈ

فرح طاہر اور پرنس عطروبہ کے نام

آج ہوا کے ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ ہے
آج ہر طرف شہنائی سی بج رہی ہے
صبح کے وقت ہر سو اُجالا سا بکھر گیا ہے
یہ دن ہے کہ اک زمانہ جھوم رہا ہے

یہ پھول' گلشن' سبزہ' باغ' ستارے' چاندنی دھوپ' اشعار نے آبشاروں کی طرح بہتی بجتی خوشبوئیں گلابی کامنی موسم کے سب زاویے آپ سے کہہ رہے ہیں کہ اس سرزمین پر آپ کا پہلا نقش ابھرا تھا۔ آج آپ کا جنم ہوا تھا' آنکھیں کھول کے دیکھو آج آپ کی سالگرہ ہے۔

عائشہ اور وفا......وہاڑی

عامر الیاس اور مس زیبا کے نام

پہلے آنچل سے وابستہ تمام بہنوں کے لیے خلوص دل سے بہت سی دعائیں۔ سب سے پہلے تو عامر الیاس (Tom) کے لیے۔ Tom آپ تو ہمیں بھول گئے ہیں۔ اپنے دوستوں میں کھو کر۔ خیر ہم آپ کو ہر لمحہ یاد کرتے ہیں' آپ جہاں بھی رہیں خوش و خرم رہیں۔

ایسی ہوا چلی کبھی پتے بکھر گئے
جان سے عزیز لوگ بھی کتنے بدل گئے
تیرے بغیر جینے کا کس کو گمان تھا
ہم خود ہی سوچتے ہیں کہ کیسے سنبھل گئے

اب باری آتی ہے ہماری پیاری سی' چھوٹی سی' مس زیبا جی کی۔ مس جی! ہم آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ ہر اتوار کو پروگرام بناتے ہیں کہ آپ کو ملنے آئیں لیکن پھر کوئی نہ کوئی کام آن پڑتا ہے۔ آپ کے لیے:

ملے الجھنوں سے فرصت تو ذرا اپنے دل سے پوچھو
کیا محبت یہی ہے صرف فرصتوں میں یاد کرنا؟

آپ ہمیشہ خوش رہیں اور ہو سکے تو ہم جیسے ناچیز کو بھی یاد رکھیے گا۔ آخر میں نازیہ کنول نازی جی کے لیے' خلوصِ دل سے......

یہ زمین کی فطرت ہے کہ ہر چیز کو جذب کرلیتی ہے فراز
ورنہ تیری یاد میں بہنے والے آنسوؤں کا اک سمندر ہوتا

والسلام!

فرحت چوہان......جہلم

پیاری بھانجیوں اور بھائی حمزہ کے نام

(ازکی' عائزہ' علیزہ)

تم جہاں بھی رہو یہ دعا ہے میری
پھولوں کی نرمیاں
رنگوں کی خوشیاں
یونہی تم پر اُمڈتی بہاروں کی طرح برسا کریں
آسمان کی بلندی
زمین کی وسعت
تمہاری شخصیت کا حصہ بنیں
آسمان پر جتنے ستارے ہیں
سب سے روشن ستارہ تمہارا مقدر بنے
گر
کبھی بھی سورج چمکے تو اک سائبان
تم پر چھاؤں کی چادر بنے
دھوپ کی سختیاں خود پر روک لے
تم کو جلنے نہ دے
تم جہاں بھی رہو یہ دعا ہے میری

عطیہ......جہلم

پیاری کزن روزی اور آنچل ریڈرز کے نام

السلام علیکم روزی! کیسی ہیں؟ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کی ایک عدد کزن بھی ہے' جسے مقدس رباب کہتے ہیں۔ جو ہر وقت آپ سے ملنے کی دعا کرتی ہے۔ تبھی تو آپ کی یاد نے اتنا ستایا کہ آپ کو آنچل کے ذریعے مخاطب کرلیا' کہو کیسا لگا۔ یقیناً اچھا ہی لگے گا۔ یہ تمہارے لیے سرپرائز ہے۔ اب جلدی سے قلم اٹھاؤ اور آنچل کے ذریعے ہی ہمیں جلدی سے اپنی خیریت بھیجو اور آنچل ریڈرز میں انا احب' ثمینہ عزیز' نجم انجم' کرن' سمیرا' سائرہ' سائرہ لنگڑیال' پروین شگفتہ' بشریٰ' سحر' صبا' اریبہ' ہما' نبیلہ' نزہت' ماہ رُخ سسٹرز اور باقی سب بہنیں جن کا نام میں نہیں لکھ پائی سب کو میری طرف سے سلام محبت اور پیغام محبت۔

مقدس رباب......چکوال

Scan & PDF
EIAZ AHMED
FriendsKorner.com
Digitized by Google

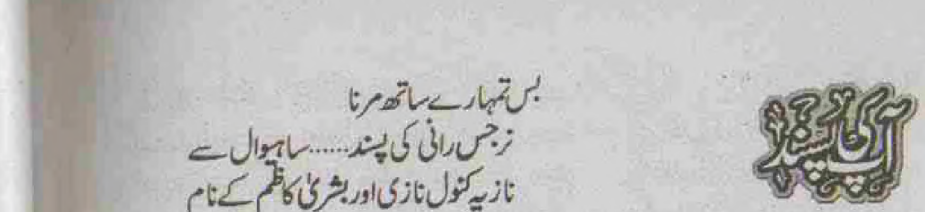

زہرہ جبیں

akp@aanchal.com.pk

تانی چوہدری کی پسند..... آکسفورڈ یو کے سے

کوئی موسم ہو اک دوجے کا ہم نہ ساتھ چھوڑیں گے
یہ وعدہ کس نے توڑا ہے' محبت خود بتادے گی
تیری اور میری آنکھوں میں ہے جو آباد صدیوں سے
وہ دریا کیسے بہتا ہے' محبت خود بتادے گی
ہے کس میں حوصلہ دنیا کی رسموں سے بغاوت کا
جہاں سے کون ڈرتا ہے' محبت خود بتادے گی
تیری یادوں کو سینے سے لگا کر غم کی راتوں میں
کوئی اک عمر رویا ہے' محبت خود بتادے گی
عجب اک موڑ پہ لاکر میری چیون کہانی کو
ادھورا کس نے چھوڑا ہے' محبت خود بتادے گی
یہاں چہرے بدلنا اک پرانا کھیل ہے واثق
یہ دنیا اک تماشا ہے' محبت خود بتادے گی

زینب احسن زینی کی پسند..... فیصل آباد سے

خواہش

سنو! بات میرے دل کی
کہتی ہے دھڑکن کیا
تم سے صرف تم سے
مانوس ہوئی جب سے
نہیں چاہا کوئی دوجا
نہ ملا کوئی تم سا
دیکھو روٹھ نہ جانا
کبھی ہم کو نہ بھلانا
بس تمہارے ساتھ جینا
بس تمہارے ساتھ مرنا

نرجس رانی کی پسند..... ساہیوال سے

نازیہ کنول نازی اور بشریٰ کاظم کے نام

اتنا ہی یاد رکھ مجھے
جیسے کسی کتاب میں
بیتے دنوں کے دوست کا
اک خط پڑا ہوا ملے
لفظ میٹھے میٹھے سے ہوں
رنگ اُڑا اُڑا سہی
لیکن وہ اجنبی نہ ہو
اٹھ کر تیرے گلے لگے
بھولے ہوئے تمام دکھ
گزرے ہوئے تمام سکھ
بیتے دنوں کی سب کتھا
تجھ سے کہے اور رو پڑے
اتنا ہی یاد رکھ مجھے؟
بیتے دنوں کے دوست کا
جیسے کوئی خط ہوں میں
رکھا ہوا کتاب میں.....!

ثمینہ مغل کی پسند..... ایبٹ آباد سے

تمہیں چاہا بہت ہم نے خطا کی
نہ پوچھو کچھ کہ کیا قیمت ادا کی
برستے ہی نہیں یادوں کے بادل
آنکھ جب سے میں نے صحرا کی
نہ اب کے سال تجھ کو یاد آؤں
نئے سال کی یہ پہلی دعا کی
دلوں کے فاصلے مٹ نہ سکیں گے
اٹھی ہے درمیان دیوار اَنا کی
نہ مل سکتا ہوں' نہ اس کو بھولتا ہوں
نہ جانے مرضی کیا میرے خدا کی

صبح دم اٹھتے ہی ہم نے اے دلبر!
اسے دل سے بھلانے کی دعا کی

سمیرا مشتاق ملک کی پسند..... اسلام آباد سے

اندیشہ

رات کے پچھلے پہر
میری آنکھوں میں
حسین خواب سجے
اور تمہارا گلاب چہرہ
میرے خوابوں میں سما گیا
مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں
جاگ گیا تو
تمہارا عکس میری آنکھوں سے
جدا ہو جائے گا

صنم ناز کی پسند..... گوجرانوالہ سے

مجھ سے ملنا اور مل کے بچھڑنا تمہیں کیسا لگا
ہجر کی آگ میں جلنا اور جل کے پگھلنا تمہیں کیسا لگا
خوب صورت تازہ گلاب مانا تمہاری کمزوری ہے
خزاں میں زرد پتوں کا شاخ سے جھڑنا تمہیں کیسا لگا
وہ رستے جن پر ہم تم تھے کبھی ساتھ چلے
آج ان راہوں پر تنہا سفر کرنا تمہیں کیسا لگا
روز مجھ سے جھگڑتے تھے بات بے بات یونہی
میرے بعد خود اپنی ذات سے الجھنا تمہیں کیسا لگا

سیدہ شاہدہ کی پسند..... مقام نامعلوم

کرو نہ یاد مگر کس طرح بھلاؤں تمہیں
غزل بہانہ کروں اور گنگناؤں تمہیں
وہ خار خار ہے شاخ گلاب کی مانند
میں زخم زخم ہوں پھر بھی گلے لگاؤں تمہیں
یہ لوگ تذکرے کرتے ہیں اپنے لوگوں کے
میں کس سے بات کروں اب کہاں سے لاؤں تمہیں
مگر وہ زورِ فراموشی اور زورِ رنج بھی ہے
یہ کیسے ممکن ہے کہ میں بھول جاؤں تمہیں
مٹادوں یادوں کو اور نہ گنگناؤں تمہیں

نمیرہ شیخ کی پسند..... گوجرانوالہ سے

بابا جانی کی یاد میں

میرے غم کی یہ کہانی سنو!
دل ناتواں کی زبانی سنو!
ویران اداس زندگی میں
محرومی اس زندگی میں
شجر سایہ دار تھا اک
ہمارا غمگسار تھا اک
سایہ جس کا ٹھنڈا تھا
ہم کو سکھ وہ دیتا تھا
لُو سے ہمیں بچاتا تھا
ورنہ سہنے دیتا تھا
موسم بدلا پت جھڑ آیا
سایہ دار شجر مرجھایا
ہم سے خوشیاں روٹھ گئیں
ساری بہاریں چھوٹ گئیں
اب وہ کبھی نہ آئے گا
یادوں میں ہم کو ستائے گا
بچے جیسے جھلس گئے ہیں
جذبے بھی تو اوس گئے ہیں
روتے ہیں نہ ہنستے ہیں
جان میں اب غم بستے ہیں
باپ ہمارا دل کا سہارا ہے
اب نہ لوٹ کے آئے گا

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

مدیحہ نورین ماہی...... برنالی

س: دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ بائی ائیر یا بائی روڈ؟

ج: بائی میل۔

س: جو مل نہ سکے وہ ہی بے وفا کیوں آپی؟

ج: تم نے سنا نہیں۔ نہ ملے تو انگور کھٹے۔

س: دل ہے کہ مانتا نہیں کہ وہ......؟

ج: پھر فیل ہوگئے!

بشریٰ ملک۔ مائرہ ملک...... فیصل آباد

س: جن لوگوں کے دلوں میں محبتوں کی کونپلیں بغیر کسی صلے یا تمنا کے پھوٹیں کیا واقعی وہ لوگ بے حس نہیں بے غرض ہوتے ہیں؟

ج: جی ہاں!

س: کیوٹ اینڈ سویٹ سی بجیا کیا واقعی زمانہ کتابوں سے بہترین معلم ہے؟

ج: تم نے سنا نہیں، ہر شخص کا نکتہ نظر اس کے ذاتی تجربے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

س: کیا نت نئے چہرے ہر کسی کی آنکھ میں جچ جاتے ہیں؟

ج: سب کا اپنا اپنا معیار ہوتا ہے۔

سومی علی۔ مورو

س: شمائلہ آپی پہلی بار آئے ہیں وہ بھی اڑتے اڑتے۔ کیسا لگا؟

ج: پہلے یہ بتاؤ کہ اڑتی اڑتی کیسے آئیں۔

س: شمائلہ آپی آخر ہم اتنے خوب صورت کیوں ہیں؟

ج: حسن نظر ہے تمہارا۔

س: میرا دل بھی اس کا طلب گار ہو جائے۔ بھلا کس کا؟

ج: ہدایت کا۔

س: شمائلہ آپی آپ کی یاد آئے تو دل کیا کرے؟

ج: فلمی گیت تم سنا کرو۔

عائشہ فاروق قریشی...... احمد پور شرقیہ

س: شمائل جی! آپ نے دنیا کی زندگی کو کیسا پایا؟

ج: بے حد خوب صورت۔ خوش رنگ اور روشن۔

س: آپی آپ نے ہمیں کن الفاظ میں یاد کیا...... یہ بتائیں؟

ج: کہاں ہو تم کو ڈھونڈ رہے ہیں
یہ بہاریں یہ سماں

س: آپی جیسے پھول کو خوشبو سے، چاند کو روشنی سے، پیاسے کو پانی سے اسی طرح ہمیں آپ سے محبت ہے، آخر کیوں؟

ج: کیونکہ ہمیں جو تم سے محبت ہے۔

س: آپی اگر منافق اور دوغلے لوگوں سے پالا پڑے تو کیا کریں۔ پلیز مشورہ دیں۔؟

ج: راہ بدل دو۔

س: سوالات پڑھتے ہوئے آپ کو غصہ کن باتوں پر آتا ہے؟

ج: بے تکے اور احمقانہ سوالات پر۔

س: آپی اللہ آپ کو شاد آباد رکھے، چاند کی طرح چمکتا، پھولوں کی طرح مہکتا ہوا رکھے۔

ج: آمین۔ اللہ تمہیں بھی ہنستا مسکراتا رکھے۔

نائیلہ اشفاق...... کوٹ غلام محمد

س: وہ کون سا پھل ہے جو میٹھا ہونے کے باوجود فروخت نہیں ہوتا؟

ج: صبر کا پھل۔

س: وہ کونسا پرندہ ہے جو بغیر پاؤں کے بھاگتا ہے اور لوٹ کر واپس نہیں آتا؟

ج: وقت کا پرندہ۔

س: شمائلہ جی دوست تو میری بہت ہیں لیکن سب مطلبی، مجھے آپ جیسی دوست چاہیے۔ آپ دوستی کریں گی نا مجھ سے، پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔

ج: تم سب ہماری دوست ہی تو ہو۔

اُم صباء الیاس...... کنجاہ چوکنانوالی

س: آپو اگر آپ کے سارے خاندان کو ملیریا ہو جائے اور صرف آپ ٹھیک ہوں تو کیا کریں گی۔ مائنڈ نہ کیجیے گا۔ جواب ضرور دیں۔

ج: ظاہر ہے۔ اسپتال کی دوڑ ہوگی اور ہم ہوں گے۔

شمع مسکان...... جام پور

س: شمائل آپی بغیر پرمیشن کے حاضری دی۔ خوش آمدید کہیں گی؟

ج: خوش آمدید۔ آنچل کے صفحات تمہارے اپنے ہیں۔

س: جس کی آمد کا سن کر دل عجیب مدھری لے پر دھڑکے، بتاؤ کون ہے؟

ج: آنچل کا تازہ شمارہ۔

س: شمائل آپی کوئی دور جا کر بھلا دے لیکن اپنا دل بھولنے کو تیار نہ ہو تو کیا کریں گی؟

ج: دل کو ڈپٹو اور سیدھا کرو۔

س: آپی جانی کوئی اچھی سی نصیحت کے ساتھ رخصت کریں؟

ج: خوش رہو اور دوسروں کو خوش رکھو۔

ثمن بلوچ...... لسبیلہ

س: آپو جی خواہشات کس حد تک کرنی چاہئیں؟

ج: جائز اور قابل قبول حد تک۔

س: آپی حساسیت انسان کی خوبی ہے یا خامی؟

ج: اگر سب کے لیے ہے تو خوبی اور صرف اپنی ذات کے لیے ہے تو خود غرضی۔

سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ

س: آپی جی سچی محبت کی لوگ قدر کیوں نہیں کرتے؟

ج: سچی محبت کے اہل جو نہیں ہوتے۔

نادیہ عباس...... موسیٰ خیل

س: شمائلہ آپی میں پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں۔ جگہ ملے گی یا اپنے قدم ردی کی ٹوکری کی طرف بڑھا دوں؟

ج: تم سما سکتی ہو ردی کی ٹوکری میں......؟

س: دو لوگوں میں سے کسی ایک کی جان بچانی ہے، ایک وہ جو آپ سے پیار کرتا ہے اور دوسرا وہ جس سے آپ پیار کرتے ہیں تو آپ کس کی زندگی بچائیں گی اور کیوں۔؟

ج: ہم اپنی جان بچا کے بھاگ جائیں گے۔

س: اگر دنیا میں محبت نہ ہوتی تو......؟

ج: جہاں محبت نہیں ہوتی وہاں اندھیرا ہوتا ہے۔

انعم خان...... ہری پور ہزارہ

س: السلام علیکم شمائلہ آپی! پہچانا مجھے کہ نہیں۔ میں آپ کی اپنی ہوں، ارے کیا نام ہے میرا۔ سوچیے ذرا جناب......؟

ج: تمہیں تو ہم لکھائی سے ہی پہچان جاتے ہیں۔

س: شادی آبادی ہے یا بربادی؟

ج: خانہ آبادی۔ منہ سے اچھی بات نکالا کرو۔

س: آپی بتایئے تو ذرا اصل میں کنوارے بے چارے ہوتے ہیں یا کنواری بے چاری ہوتی ہے؟

ج: کنواری بے چاری ہوتی ہے، شادی شدہ مرد بے چارے ہوتے ہیں۔

س: مجھے آج تک یہ نہیں پتا چلا کہ؟

ج: عقل بڑی یا بھینس۔

طیبہ نذیر...... شادیوال۔ گجرات

س: کیا آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟ جلدی سے بتایئے نا۔

ج: تم سب ہمارے دل میں اور یادوں میں رہتی ہو۔

س: آپی اکثر آنسو اختیار میں کیوں نہیں رہتے۔ ان کو روکنے کے لیے کوئی حل بتا دیں نا؟

ج: پیار تم پھیلا کرو۔

س: پتا نہیں آپی! آپ مجھے تھوڑی سی مغرور لگتی ہیں۔ کیا واقعی؟

ج: تم کہتی ہو تو ٹھیک ہی ہوگا۔

س: آپی آپ نے میرے سوال پر مائنڈ تو نہیں کیا؟

ج: مائنڈ ہے ہی نہیں جو مائنڈ کریں۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com
Digitized by Google

شاہین گل خٹک..... مسلم کالونی' میانوالی

س: اگر اعتبار مصلحت یا مجبوری کے تحت ٹوٹ جائے تو دوبارہ کیسے قائم کیا جائے؟

ج: اعتبار ٹوٹ جائے تو پھر سے قائم کرنا مشکل ہوتا ہے۔

س: وہ صرف اپنی من مانی کرتا ہے مگر دل کا برا بھی تو نہیں؟

ج: تو پھر اس کی اچھائیوں پر نظر رکھو۔

س: آنکھیں اندر کا آئینہ ہوتی ہیں پھر انہیں میرے دل کا عکس اور سچائی نظر کیوں نہیں آتی؟

ج: عینک جو لگائی ہو۔

س: پاکستان سلامت رہے تا قیامت رہے۔ 14 اگست مبارک؟

ج: تم سب کو بھی بے حد مبارک باد۔ خوش رہو۔

یاسمین کنول..... پسرور

س: زندگی اتنی حسین ہے مگر.....؟

ج: مگر کیا.....؟ حسین ہے تو حسین ہے۔

س: ہر شخص نے خود غرضی کی عینک کیوں لگا رکھی ہے؟

ج: تم اپنی نظروں سے بدگمانی کی عینک اتار کر دیکھو۔

س: زندگی ایک سفر ہے یا کہانی ہے۔ کیا ہے؟

ج: سفر کہانی ہے۔

س: آزادی کا دن کیسے منائیں؟

ج: ملک کی ترقی و خوش حالی میں اپنا کردار ادا کرنے کا عہد کریں۔

س: پاکستان کی حفاظت کس کی ذمہ داری ہے، فوج کی، عوام کی یا پھر حکمرانوں کی؟

ج: ہم سب کی۔

صنم ناز..... گوجرانوالہ

س: السلام علیکم! شائلہ کیا حال ہے؟ رمضان اور عید ایڈوانس میں مبارک ہو۔

ج: آپ سب کو بھی مبارک ہو۔

س: شائلہ جی! جیسے بارش کی بوندوں کا کوئی شمار نہیں اس طرح ہماری محبت کا آپ سے کوئی شمار نہیں۔

ج: ہمیں بھی تم سے اتنی ہی محبت ہے۔ خوش رہو۔

س: شائلہ جی! ہم کسی کو یاد نہ کرنا چاہیں تو پھر بھی وہ یاد آئے تو کیا کیا جائے؟

ج: تو یاد کیے چلی جائیں۔ یاد اپنے بس میں کہاں ہوتی ہے۔

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

س: شائلہ جی! زندگی میں ہم کسی مقصد کو پانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن وہ پا کر بھی نہیں مل پاتا۔ کیوں؟

ج: تقدیر بھی تو آخر کوئی چیز ہے نا!

س: شائلہ جی زندگی کبھی کبھی اتنی بے رنگ کیوں لگتی ہے۔ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے؟

ج: زندگی کو زندگی کے معنی میں جیو تو روشنی ہی روشنی ہے۔

پروین افضل شاہین..... بہاول نگر

س: پہلے وہ ہمارے گھر میں آ کر بولتے تک نہیں تھے مگر اب تو؟

ج: کان کھا جاتے ہیں، ہیں نا۔

س: میری ساسو ماں نئی گاؤں۔ اب میں کیا کیا کھاؤں؟

ج: ان کا سر۔

زائمہ خٹک..... مسلم کالونی' میانوالی

س: آپی! میں نے اس سے کہا تھا مجھے اکیلے چھوڑ کر نہ جانا ورنہ.....؟

ج: تمہارے بنا، ہم بھلا کیا جئیں گے۔

س: آپی میں نے اسے بے پناہ چاہا مگر اس نے مجھے جدائی کا تحفہ دے ہی ڈالا۔ کیوں؟

ج: جدائی کے بعد تمہیں اس کی قدر بھی تو ہو گئی ہے نا۔

کام کی باتیں

حنا احمد

وضو اور سائنس

سائنسی تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نباتات' جمادات' حیوانات اور انسانی زندگی ایک برقی نظام کے تحت رواں دواں ہے۔ انسانی جسم سے حاصل ہونے والی بجلی ایک ٹارچ یا جیبی ریڈیو چلانے کے لیے کافی ہے۔ قدرت کا یہ عجیب سربستہ راز ہے کہ انسان کے اندر بجلی پیدا ہوتی رہتی ہے اور پورے جسم میں دورہ کرکے پیروں کے ذریعے ارتھ Earth ہو جاتی ہے۔ نماز کے لیے جو بندہ وضو کرتا ہے تو روشنیوں کا بہاؤ عام ڈگر سے ہٹ کر اپنی راہ تبدیل کر لیتا ہے۔ وضو کے ساتھ ہمارے اعضاء سے برقی رو ئیں نکلنے لگتی ہیں اور اس عمل سے جسمانی اعضاء کو ایک نئی طاقت اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

ہاتھ دھونا:

ہاتھ دھونے سے ہاتھ پر موجود جراثیم اور گندگی دور ہو جاتی ہے۔

انسان بہت سی پیٹ کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ انسان ہر چیز اپنے ہاتھوں سے ہی کھاتا ہے۔ لہٰذا ہاتھوں کی صفائی ہر قسم کے جراثیم سے چھٹکارا دلاتی ہے۔

پرانے مسلمان اطباء اور حکماء کا کہنا ہے کہ جسم کے جس حصے کو وافر خون ملتا رہے گا وہ حصہ طاقت ور ہوتا جائے گا۔ ربِ رحمٰن نے وضو میں تین بار ہاتھ دھونے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وافر پانی گزرنے سے وہاں پر بدن کی قوت مدبرہ اور حس پیدا ہو۔ کیونکہ جب ٹھنڈا پانی وہاں پڑے گا تو زیادہ سے زیادہ خون پانی کے کھٹکے کا مقابلہ کرنے کے لیے آنا شروع ہوگا۔ یوں تین مرتبہ ہاتھوں کو غسل دینے سے نا صرف ان کا میل کچیل دور ہوگا بلکہ وافر خون کی آمد سے وہ مضبوط اور خوب صورت ہوں گے۔

انگلیوں کی پوروں سے نکلنے والی شعاعیں ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس سے اندرونی برقی رو کا نظام تیز تر ہو جاتا ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوب صورت اور نورانی ہو جاتے ہیں۔

کلی کرنا:

کلی کرنے سے منہ کی صفائی ہوتی ہے۔ بدبو دور ہوتی ہے۔ دانتوں اور مسوڑوں کے ساتھ چمٹے ہوئے غذا کے ذرات دھل جاتے ہیں اور خاص طور پر دانتوں کی بیماری پائیوریا Pioria جس نے آج ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ دن میں 15 بار کلی کرنے سے اس بیماری سے بھی محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ناک میں پانی ڈالنا:

ناک سانس لینے کا فطری ضروری راستہ ہے اور جس ہوا میں ہم سانس لیتے ہیں اس کے اندر بے شمار امراض پھلتے پھولتے رہتے ہیں۔ جو ناک کے راستے انسانی جسم میں باآسانی داخل ہو جاتے ہیں۔ اب اگر یہی جراثیم اور گرد و غبار جو ہر وقت ہماری ناک میں سانس کے ذریعے پہنچتی رہے تو بہت سے امراض کا باعث بن سکتی ہے۔ جب کہ ناک میں پانی ڈالنے سے ناک کی صفائی ہو جاتی ہے۔ ناک کی منجمد بلغمی رطوبتیں رفع ہوتی ہیں۔ ناک میں پانی ڈالنے سے دماغ بھی تر و تازہ رہتا ہے۔ آواز میں گہرائی اور سہانا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ دائمی نزلہ اور ناک کے زخم کے مریضوں کے لیے ناک کا یہ غسل بہت عمدہ اور

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com Digitized by Google

مجرب ہے۔ ماہرین ہائیڈروجن پیتھی یعنی پانی سے علاج کے ماہرین کے نزدیک ناک میں پانی ڈالنا بصارت کو بھی تیز کرتا ہے۔ 1993ء میں ہندوستان میں جذام Leprosy کے متعلق کی جانے والی جدید سروے رپورٹ کے مطابق جذام کے جراثیم Lepra سب سے پہلے ناک ہی کو اپنا مسکن بناتے ہیں۔ لہٰذا وہاں بھی ناک کی صفائی کی خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ جسے مسلمان دن میں 15 بار اپناتے ہیں۔

(ہما ایوب شیخ......عارف والا)

گھریلو ٹوٹکے

☆ کاجل اور سیاہی کے داغ دھبوں پر نمک لگانے سے داغ دور ہوجاتے ہیں۔

☆ نائیلون کے کپڑے اگر نیم گرم پانی میں نمک ملا کر دھوئیں تو کپڑے سفید اور چمک دار ہوجائیں گے۔ لیکن کپڑے دھوپ میں ہرگز نہیں سکھائیں۔

☆ چاول ابالنے کے بعد اگر اس میں چند قطرے لیموں کا رس ڈال دیں تو چاول سفید اور خوش ذائقہ ہوجائیں گے۔

☆ بچوں کی مالش اگر تیل کے بجائے گلیسرین سے کی جائے تو بچوں کی جلد چکنی رہتی ہے اور سردیوں میں ہاتھ پیر نہیں پھٹتے۔

☆ دیگچی کے اندر مکھن لگادیں اور پھر دودھ کو ابالیں۔ تو اس سے دودھ ابل کر گرے گا نہیں۔

☆ ملیٹھی کھانسی کے لیے بہترین ہے۔ ذرا سی ملیٹھی کھانے سے کھانسی کافی حد تک کم ہوجاتی ہے۔ لیکن ملیٹھی زیادہ کھانے سے فشار خون زیادہ ہوجاتا ہے۔

☆ چمڑے کا جوتا اگر بدنما ہوجائے تو اس پر تارپین کا تیل ملنے سے جوتے کا رنگ بدنما نظر نہیں آئے گا۔ بلکہ رنگ دوبارہ نکھر آئے گا۔

☆ سردیوں میں چائے بناتے وقت ذرا سی دار چینی ڈالنے سے چائے خوش بودار ہوگی اور بند گلے کے لیے بھی بہتر رہتی ہے۔

☆ اگر فریج میں رکھ دیں تو کیلے کے چھلکے سیاہ ہوجائیں گے لیکن کیلا اندر سے درست رہے گا۔

ٹوٹکے

برتنوں کی صفائی:۔

برتن کو پہلے پانی سے صاف کرلیں۔ جب اس پر سے چکنائی دور ہوجائے تو اس کے ساتھ ہاتھ سوپ کا استعمال کریں۔ یہ ہاتھ سوپ کسی بھی کمپنی کا ہو۔ کسی شیمپو، سرف یا دیسی صابن کا استعمال ہرگز نہ کریں۔ اب اسٹیل وول پر تھوڑا سا صابن لگا کر برتن پر ملنا شروع کردیں۔ جیسے جیسے آپ رگڑتی جائیں گی۔ برتن اس قدر چمکتا جائے گا۔ جیسے ابھی بازار سے خریدا گیا ہو۔

بادام تازہ رکھیں:۔

بادام کو چند سال تک بالکل تازہ رکھنے کے لیے تقریباً ایک کھانے کا چمچ چینی اس برتن میں ڈال دیں۔ جس میں بادام رکھے ہوئے ہیں۔ بادام بالکل تازہ رہیں گے۔

لپ اسٹک کا مؤثر استعمال:۔

لپ اسٹک فاؤنڈیشن کے استعمال کے بعد لپ برش کی مدد سے ہونٹوں پر بیرونی خط کھینچیں اور پھر لپ اسٹک لگا کر دونوں کے درمیان ٹشو پیپر لے کر دبائیں۔ دوبارہ لپ اسٹک لگا کر ٹشو پیپر ہونٹوں میں دبائیں اس طرح لپ اسٹک زیادہ دیر تک تازہ رہے گی۔

(تعبیر جہاں۔ جلال پور پیروالہ)

تندرستی نعمت ہے

لبابہ احمد

ایک بچی بچپن میں اپنی ناخن کترتی تھی اس کے والدین نے اس سے کہا کہ اگر وہ ایک ماہ تک ناخن نہیں کترتے گی تو وہ اسے فلم دکھانے لے جائیں گے لیکن وہ ایسی عادات سے باز نہیں آئی' اب وہ لڑکی بچوں کی ڈاکٹر اور تین بچوں کی ماں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے ناخن کترے کی عادت سے اس کے والدین کتنے پریشان تھے مگر وہ اس کی یہ عادت نہیں چھڑا سکے۔

ناخن کترنے کی عادت وقت کے ساتھ بچوں میں بڑی پختہ ہوجاتی ہے۔ ان میں سے بیس فیصد بچے ایسے ہوتے ہیں جو بڑے ہوکر بھی ناخن کترتے ہیں۔

اگر بچے کی کسی عادت سے آپ پریشان ہیں تو یہ نہ سمجھیں کہ بچہ بھی پریشان ہوتا ہے بعض بچے تو بغیر محسوس کیے ہوئے ہونٹ دباتے ہیں' انگوٹھا چوستے ہیں یا ناخن کترتے رہتے ہیں۔ اس سے انہیں آرام ملتا ہے۔ ایسی عادتوں کو نروس ہونے کی عادت کہا جاتا ہے۔ یہ تھکن یا کنٹرول سے باہر ہونے یا کسی چیز پر توجہ مرکوز کرنے کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہیں۔ ایک چھوٹے بچے کے لیے تو کہا جاسکتا ہے کہ انگوٹھا چوسنے کی عادت چوسنی کی وجہ ہوتی ہے لیکن جب 9 سال کا بچہ اپنی قمیص کی آستین چوسنے لگتا ہے تو اس کے لیے یہ نہیں کہا جاسکتا مگر ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ یہ بھی بچے کی ایک عادت ہوتی ہے بعض بچے انگوٹھے کے بجائے ربڑ' پنسل منہ میں لیتے ہیں۔

شیر خوار بچے بھی بعض عادتیں اختیار کرلیتے ہیں۔ مثلاً چاروں ہاتھ پیر چلانا' سر کو حرکت وغیرہ دینا۔ 18 ماہ کی عمر میں یہ عادتیں تقریباً ختم ہوجاتی ہیں لیکن کرسی پر بیٹھ کر جھولنا بڑی عمر میں بھی جاری رہتا ہے' جو بچپن کی عادت کا ہی سلسلہ ہوتا ہے۔

بچوں میں عادات بننے کا خاص زمانہ 2 سال سے 5 سال کی عمر تک کا ہوتا ہے۔ ایک دو سال کا بچہ اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کی گدی مسلنے لگتا ہے۔ ایک تین سال کی بچی اپنے بالوں کو موڑنے لگتی ہے۔ ایک چار سالہ بچہ ضد کرتا ہے کہ وہ روزانہ وہی پیلے رنگ کی قمیص پہنے گا جو اس نے سالگرہ میں پہنی تھی یا وہ ٹوٹا ہوا بسکٹ کھانے سے انکار کردیتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اب وہ اپنی دنیا پر اپنا کنٹرول حاصل کرنا چاہتا ہے مگر ان باتوں پر توجہ نہ دیں' یہ جلد ہی ختم ہوجاتی ہیں۔ تمام عادتیں اس وجہ سے شروع نہیں ہوتیں کہ ان سے بچوں کو آرام ملتا ہے۔ بچیوں میں بالوں کو موڑنے کی عادت انہیں پرسکون بنادیتی ہے اور وہ اپنی توجہ مرکوز کرسکتی ہیں۔

ناخن کترنے اور انگلیاں چٹخانے کی عادت کو ایک عجیب حرکت کہا جاتا ہے۔ بچے انگلیاں اس لیے چھوتے ہیں کہ انہیں کوئی دھبا نظر آتا ہے اور انگلیاں اس لیے چٹخاتے ہیں کہ ان کی انگلیاں

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com
Digitized by Google

سخت ہوجائیں۔ وہ ایک انگلی چٹخاتے ہیں' پھر دوسری' تیسری اور اس طرح ساری انگلیاں چٹخانے لگتے ہیں۔

کبھی کبھی کچھ باتیں بچوں کو نروس کردیتی ہیں' جیسے سونے کا وقت' ٹیسٹ' اسکول کا پہلا دن۔ بچہ سوتے وقت تھوڑا سا پریشان ہوتا ہے' اسے خوف ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندان سے دور ہورہا ہے اور اسے اندھیرے سے بھی ڈر لگتا ہے۔ اس موقع پر انگوٹھا چوسنے اور جھولا جھلانے سے بچے کو سکون ملتا ہے۔ بچے کی ہر عادت کے بارے میں والدین کو محتاط رہنا چاہیے بہت ممکن ہے کہ بچے کو ان عادات کی وجہ سے اس کے ساتھی اسے چھیڑیں یا اسے طبی مسئلہ پیش آجائے۔ اگر اس طرح کسی مسئلے کا خطرہ نہ ہو تو بچے کی ایسی عادت روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکول جانے کی عمر سے پہلے بچوں کو چھیڑنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کی توجہ کسی اور طرف کردیں یا اس عادات کو نظر انداز کردیں۔

اگر آپ (والدین) بچے سے کہیں کہ ''مجھے حیرت ہے کہ تمہاری عمر کا لڑکا ایسی حرکت کرے'' یا یہ کہ ''تمہاری چھوٹی بہن بھی ایسا نہیں کرتی'' تو بچے ہتک محسوس کرتے ہیں لیکن اسکول کے زمانے میں یہ مسئلہ مختلف ہوتا ہے کیونکہ اسکول کے بچے ناک صاف کرنے یا انگوٹھا چوسنے کی عادت کو غور سے دیکھتے ہیں۔ لہٰذا اس عمر میں بچے کو احساس ہونا چاہیے کہ وہ کیا کررہا ہے اور اسے خود کو کنٹرول کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں والدین یا اساتذہ بچے کو اس کی عادت کی طرف توجہ دلائیں۔ اسے بتایا جائے کہ دوسرے بچے اس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں اور یہ بھی بتایا جائے کہ اس طرح کی حرکتیں تنہائی میں کی جائیں۔

بچوں کو جھڑکنا بھی نہیں چاہیے' اگر کوئی بچہ خاموش ہے تو ملامت کرنے سے وہ مزید پریشان ہوجائے گا۔ کسی بچے کی عادت چھڑانے کے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ بچہ خود یہ سمجھنے لگے کہ اسے یہ عادت چھوڑنی ہے۔ بچہ اس مقام پر اس وقت پہنچتا ہے جب دوسرے بچے اسے بہت شدت سے ستاتے ہیں یا اس کا قریبی دوست بھی اس کی خراب عادت کی وجہ سے اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

اگر آپ (ماں) اس سے کہیں گی کہ یہ عادت دوسروں کو بُری لگتی ہے تو اسے یقین نہیں آئے گا لیکن جب عملی طور پر ایسا ہوگا تو وہ یہ بات خود سمجھ جائے گا۔ بچے کو اس طرح سمجھایا جائے کہ ''جب میں بچہ تھا تو ایک بچے کو بہت سے بچے اس لیے چھیڑا کرتے تھے کہ وہ اپنے ہونٹ پکڑتا تھا۔ کیا تمہیں تو بچے تنگ نہیں کرتے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جب تم ایسا کرو تو میں تمہیں بتادوں'' ایسا کہہ کر آپ خاموش ہوجائیں' اس طرح بچہ اس طرف توجہ دے گا اور اپنی خراب عادت چھوڑ دے گا۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

Digitized by Google